امام حسین علیہ السلام کی زندگی

فضائل ، سیرت ، تاریخ

مصنفہ :بی بی درشہوار احمد زئی

نظر ثانی : آغا میر نصیر خان احمد زئی

کمبرانی "ستارہ امتیاز"

امام حسین علیہ السلام کی زندگی

فضائل ، سیرت ، تاریخ

مصنفہ :بی بی درشھوار احمد زئی

نظر ثانی : آغا میر نصیر خان احمد زئی

کمبرانی "ستارہ امتیاز"

نام کتاب:۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔ امام حسین علیہ السلام کی زندگی

مصنفہ:۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔ بی بی درشہوار احمد زئی

نظر ثانی:۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔ آغا میر نصیر خان احمد زئی

بکمبرانی ''ستارہ امتیاز''

اشاعت اول:۔۔۔۔۔۔۔۔ ستمبر 2005

پبلیشر:۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔ نوری نصیر خان مرکز اشاعت

۱۸ اسریاب روڈ، کوئٹہ

تعداد :۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔ ایک ہزار (۱۰۰۰)

قیمت:۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔ -/100 روپیہ

انتساب

اپنے جد بزرگوار

خان اعظم امیر بلوچ

حضرت میر محراب خان شہید کے نام

جو

حضرت امام حسین علیہ السلام

کے سچے عاشقوں میں سے تھے

کہ

جنہوں نے انگریز استعمار سے لڑتے ہوئے شہادت پائی

فہرست

مقدمہ

آغانصیر خان احمد زئی

ہمارے خاندان میں ہمیشہ سے اولیاء اللہ سے محبت رہی ہے۔ اور ہر زمانے میں ایسے افراد موجود رہے ہیں۔ جنکا مزاج فقیرانہ تھا جو روحانی کمالات رکھتے تھے میرے دادا خان محراب خان شہید بھی اسی ذوق کے حامل تھے۔ پورا سال اپنی خصوصی توجہ سے ایک دنبے کی پرورش کرتے اور اسے ۱۰ محرم کو ذبح کرتے۔ آپ جب خان آف قلات کے منصب پر فائز ہوئے تو چند افراد نے آپ سے اپنی اس روش کو ترک کرنے کو کہا۔ آپ اس مشورے پر سخت برہم ہوئے اور اسی خلوص سے اپنی سابقہ روایت کو جاری رکھا۔ میر محراب خان امام حسین علیہ السلام سے شدید قلبی محبت رکھتے تھے۔ اکثر اوقات امام حسین علیہ السلام کو یاد کرتے اور ہمیشہ دعا رہتی کہ اللہ تعالیٰ انھیں بھی امام حسین علیہ السلام کی طرح شہادت نصیب فرمائے۔ اللہ تعالیٰ نے آپ کی یہ دعا قبول فرمائی اور آپ انگریزوں سے لڑتے ہوئے شہید ہوئے۔

میری بیٹی بی بی درشہوار میں بھی اپنے اجداد کا فقیرانہ ذوق بچپن سے پایا جاتا ہے۔ اسکے بچپن میں بعض ایسے خارق العادہ واقعات ہوئے جو اسکی غیر معمولی شخصیت کا پتہ دیتے تھے۔ بعد میں پیش آنے والے واقعات نے اس بات کو سچ ثابت کردکھایا۔ دربی بی بچپن سے امام حسین علیہ السلام کی عاشق تھی ہمیشہ ان کا تذکرہ کرتی اور محرم کے دنوں میں خاص طور پر اس پر عجیب کیفیت طاری رہتی۔ ویسے بھی ہمارے ہاں بلوچ سماج میں مذہبی رواداری شروع سے موجود رہی ہے۔ ہم لوگ تنگ نظری، تعصب سے دور رہے۔ ہمارے معاشرے میں سادات کا ہمیشہ احترام کیا جاتا ہے۔ ہر قبیلہ اپنے مخصوص سادات کا مرید ہوتا ہے۔ ریاست کے زمانے میں جب بھی خان یا سردار کی دستار بندی ہوتی وہ سید سے کروائی جاتی آغا سید اورنگ شاہ دوپاسی اس منصب پر فائز تھے۔ اسی طرح خوانین کے دربار میں بلوچی حال احوال سب سے پہلے سید سے شروع ہوتا۔ اگر سید موجود نہ ہوتا تو احوال احمد زئی کرتے۔

امام حسین علیہ السلام سے محبت ہمارے بلوچ سماج میں شروع سے موجود رہی ہے

بلکہ ہمارا تو تاریخی دعوی یہ ہے۔ کہ ہمیں اہلبیت میں پہلے حضرت علی علیہ السلام اور بعد میں امام حسین علیہ السلام کا ساتھ دینے کے جرم میں مصائب اٹھانے پڑے، ہجرتیں کرنی پڑیں اور ہمیشہ ہم حزب اختلاف میں شامل رہے۔ بلوچوں کی تمام تاریخیں ان واقعات پر متفق ہیں۔ یہی بعد میں بلوچی تاریخ قرار پاتی ہے۔ جسے ہمارے سینہ بہ سینہ منتقل ہونے والی بلوچی شاعری میں محفوظ کیا گیا ہے۔ دربی بی کو تاریخ سے دلچسپی ابتدائی عمر سے تھی مجھے یاد ہے کبھی اپنی بیٹی سے تاریخ اسلام کے مختلف موضوع زیر بحث رہتے تو میری بیٹی واقعات کربلا اور آل رسول (ص) پر ہونے والے مظالم کے بارے میں سوال کرتی اور پوچھتی کیا بنی امیہ و بنی عباس کی حکومتیں اسلامی تھیں۔ کیا قرآن مجید نے مسلمانوں کو نبی کریم (ص) کی اولاد سے محبت کرنے کے حکم کو اجر رسالت قرار نہیں دیا؟ اور کیا مسلمان ہر واجب نماز میں محمد و آل محمد پر درود و سلام نہیں بھیجتے کہ جس کے بغیر نماز قبول نہیں ہوتی۔ پھر کیا وجہ تھی کہ مسلمانوں نے نبی کریم (ص) کی آنکھ بند ہوتے ہی آل رسول (ص) سے اتنا برا سلوک کیا کہ آپ کی اولاد کو قتل کیا۔ اور آپ کی بیٹیوں کو کوفہ و شام کے بازاروں میں قیدی بنا کر پھرایا۔ مورخ ہونے کی وجہ سے میں ان تاریخی واقعات کو جھٹلا نہیں سکتا تھا۔ میں دربی بی کو مطمئن کرتا کہ بیٹا بنی امیہ اور بنی عباس کی حکومتیں قطعاً اسلامی نہیں فقط مسلمان بادشاہتیں تھیں کہ جنھوں نے زور زبردستی سے حکومت پر قبضہ کر لیا تھا اور اپنے مفادات کے تحت اس مکتب وفقہ کو پروان چڑھایا۔ جو اُن کے استبداد کا جواز فراہم کرنا اور ان کی استعماری ضرورت کو پوری کرنا تھا۔ دربی بی کی بچپن کی یہی اسلام کو سمجھنے کی اسپرٹ باعث بنی۔ کہ آج امام حسین علیہ السلام کے موضوع پر کتاب مکمل ہوئی۔ میں دربی بی کو اس قیمتی کتاب کے لکھنے پر مبارک باد پیش کرتا ہوں اور انھیں مزید موضوعات پر قلم اٹھانے کی دعوت فکر دیتا ہوں۔

آغا نصیر خان احمد زئی (کمبرانی)

''ستارہ امتیاز'' نوری نصیر خان مرکز اشاعت

A.18 سریاب روڈ کوئٹہ

پیش لفظ

درشہوار احمدزئی

امام حسین علیہ السلام سے محبت بچپن سے میرے وجود میں موجود تھی جیسے اسے میری فطرت میں گوندھ دیا گیا ہے۔ قلات میں بی بی نیک زن، بی بی پاک داماں، سائیں چیتن شاہ کے آستانوں میں بھی حاضری دیتی رہی۔ اسی طرح اسکول جاتے ہوئے میں دکانی بابا سے چھیڑ چھاڑ کرتی انکے پاس جاتی وہ لحاف اوڑھے ہوئے ہوتے۔ تو میں لحاف اٹھا کر پھینک دیتی انھیں کنکر مار کر بھاگ جاتی تھی ابا مجھے بہت منع کرتے۔ لیکن میں اپنے اس چھیڑ چھاڑ کے عمل سے باز نہ آتی۔ بہت بعد میں مجھے ایک صاحب نظر بی بی نے بتایا یہ تم ان پر کنکر نہیں پھینکتی تھیں بلکہ یہ ان کی طرف سے تم پر لطف کی نظر اور تائید تھی جس کی وجہ سے تمہیں کھینچا جا رہا تھا۔

ہمارا بچپن بڑا اچھا گزرا اس زمانے میں تعصب نام کی چیز نہ تھی۔ لوگ بہت خوش عقیدہ اور سب آپس میں محبت بھائی چارے اور رواداری سے رہتے تھے۔ ایک دوسرے کے ہاں تقاریب میں شرکت رہتی۔ ہمارے دادا کا مکان میکانگی روڈ پر تھا اس زمانے میں ہمیں ماہ محرم کا شدت سے انتظار رہتا۔ محرم کے شروع ہوتے ہی مجھ پر خود بخود رنج و غم کی کیفیت طاری ہو جاتی اور میں عزادار بن جاتی۔ والد صاحب کی پھوپھی بی بی خدیجہ جو میر خداداد خان کی بیٹی تھیں اور جو پیر جمال الدین کو بیاہی تھی۔ خاص طور پر محرم منانے ہمارے گھر آتیں اور عاشورا تک ہمارے یاں ٹھہرتیں۔ ہمارے خاندان کے اکثر لوگ امام بارگاہ آتے جاتے تھے محرم کا بڑا احترام تھا۔ ساتویں محرم کو امام بارگاہ سے منتیں اٹھائی جاتی تھیں۔ ہمارے ہاں محرم کے مہینے کو اماموں کا مہینہ کہتے ہیں لوگ الٹی چارپائی پر سوتے خواتین بناؤ سنگار، سرمہ وغیرہ سے پرہیز کرتیں۔ شربت کی سبیلیں لگائی جاتیں اور لوگ امام حسین علیہ السلام کو یاد کر کے گریہ کرتے تھے۔ عاشورا کو لوگ قبرستان یا کسی سید کے گھر جمع ہو کر گندم ابال کر تقسیم کرتے تھے جسے ''حسینی کوہل'' کہا جاتا تھا۔ آج بھی ہمارے معاشرے میں جو جملہ استعجاب یا مصیبت کے وقت بے ساختگی سے نکلتا ہے وہ ''یا حسین'' ہے ایسے جیسے یہ جملہ ہمارے لوگوں کے باطن میں رکھا گیا ہو

اسکول اور کالج کے زمانے میں بھی میرا امام حسین علیہ السلام اور ان کے خانوادے سے عشق جاری رہا۔ میری زندگی کی اصل معنوی تبدیلی کا آغاز شادی کے بعد ہوا۔ شادی کے بعد میں کراچی منتقل ہوگئی اس تمام سفر میں میری ہسفر اور ہمدرد میری سہیلی سلمہ رہی۔ جو مخدوم حامد محمود کی صاحبزادی اور پیر صاحب آف پگارا کی عزیزہ تھیں۔ یہ بڑا عجیب روحانی تلاطم کا دور تھا۔ اور عجیب روحانی کیفیات سے ہم گزرے بہرحال مجھ پر امام حسین علیہ السلام اور حضرت ابوالفضل عباس علیہ السلام کی خصوصی نظر کرم ہے۔ جو ایک تفصیلی موضوع کا متقاضی ہے جسے آئندہ ضبط تحریر میں لایا جائے گا۔

موجودہ کتاب کی تحریر کی وجہ بھی یہی محبت بنی کہ میں امام حسین علیہ السلام کی زندگی پر قلم اٹھاوں چونکہ میرے والد گرامی تاریخ اسلام و بلوچستان کے نامور مؤرخ ہیں۔ ان کی لائبریری میں تاریخ پر ہزاروں کتب موجود ہیں۔ انھوں نے اس کتاب کی تحریر میں بڑی معاونت کی۔ اور ہر ہر قدم پر میری حوصلہ افزائی کی۔ مجھے یہ کہنے میں کوئی باک نہیں کہ اگر بابا کی سرپرستی نہیں ہوتی تو شاید یہ کتاب مکمل نہ ہوتی۔ میں یہاں پروفیسر ڈاکٹر رضا عسکری صاحب کا بھی خصوصی شکریہ ادا کروں گی کہ جنہوں نے مجھے ہر وقت حوالہ جاتی کتب مہیا کیں

میں پروردگار عالم کے حضور شکر گزار ہوں۔ کہ اس کی دی ہوئی توفیقات کے نتیجے میں سوانح امام حسین علیہ السلام پر یہ کام مکمل ہوا۔ انشاءاللہ یہ کام میری آخرت کے لیے توشہ نجات ثابت ہوگا۔ اپنی سہیلی سلمہ کا خصوصی طور پر شکریہ ادا کرنا ضروری سمجھتی ہوں جو میری بہت سے معاملات میں ساتھی اور محرم راز ہے۔

درشہوار احمد زئی

نوری نصیر خان مرکز۔ کوئٹہ

امام حسین علیہ السلام کا تعارف

امام حسین علیہ السلام کی ولادت ۳ شعبان ۴ ہجری کو مدینہ میں ہوئی جوں ہی آپ کی ولادت کی خبر رسول اکرمؐ تک پہنچی تو آپ فوراً حضرت بی بی فاطمہؑ کے گھر تشریف لے گئے اور حضرت اسماء بنت عمیسؓ سے فرمایا

"یااسماء !هاتی ابنی "اے اسماء میرے بیٹے کو لے آؤ

حضرت بی بی اسماء امام حسینؑ کو سفید کپڑے میں لپیٹے آنحضرتؐ کے پاس لائیں۔ رسول اکرمؐ نے خوشی کے عالم میں بچے کو اپنی آغوش میں لیا۔ داہنے کان میں اذان اور بائیں کان میں اقامت کہہ کر حسینؑ کو اسماء بنت عمیسؓ کی گود میں واپس دیدیا۔ اس لحہ آپ کی آنکھوں سے آنسو جاری ہو گئے، بی بی اسماء نے پوچھا! میرے ماں باپ آپ پر قربان ہوں، آپ کیوں گریہ فرمارہے ہیں

رسول اکرمؐ نے فرمایا(۱)

"من انبی هذاء" میرے گریہ کا سبب یہ نومولود بچہ ہے۔

بی بی اسماء نے پوچھا۔ بھلا یہ مولود جس نے ابھی اس دنیا میں آنکھیں کھولی ہیں؟

آنحضرتؐ نے فرمایا۔

اے اسماء اسکو میرے بعد ایک باغی گروہ قتل کرے گا۔ خدا اس گروہ کو میری شفاعت سے محروم رکھے گا۔ اے اسماء یہ خبر فاطمہؑ کو نہ دینا کیونکہ ابھی اس کے یہاں ولادت ہوئی ہے۔ پھر رسول اکرمؐ حضرت علیؑ کی طرف متوجہ ہوئے اور فرمایا۔

میرے بیٹے کا کیا نام رکھا ہے۔ حضرت علیؑ نے جواب دیا۔

یارسول اللہ۔ آپؐ کے ہوتے ہوئے بھلا میں کیسے نام رکھنے میں پہل کرسکتا ہوں۔

---

(۱) تفصیلات دیکھیئے کتاب "سر الشہادتین" مولفہ شاہ عبدالعزیز محدث دھلوی

ولادت کے ساتویں روز جبرئیل امینؑ نازل ہوئے اور فرمایا۔

اے پیغمبر اکرمؐ! خدا کا درود وسلام ہو آپ پر۔ اس مولود کا نام ہارون کے چھوٹے فرزند شبیر کے نام پر رکھیں جسے عربی میں حُسین کہتے ہیں کیونکہ علیؑ کو آپ سے وہی نسبت ہے جو ہارونؑ کو موسیٰؑ بن عمران سے حاصل تھی صرف یہ کہ آپؐ آخری پیغمبر ہیں۔(۱)

امام حسینؑ کی پیدائش کا ایک خصوصی واقعہ یہ تھا کہ آپ شکم مادر میں کل چھ مہینہ رہے جس کی مثال تاریخ انبیاء میں حضرت عیسیٰؑ اور حضرت یحییٰ علیہ السلام کے علاوہ کہیں نہیں ملتی۔

مفسرین کا کہنا ہے کہ آیت ''اور ہم نے انسان کو اپنے والدین کے ساتھ نیک سلوک کا حکم دیا ہے اس کی ماں نے رنج کے ساتھ اسے اپنے شکم میں رکھا اور رنج کے ساتھ جنم دیا اس کی مجموعی مدت حمل اور شیر خوارگی تیس ماہ تھی پھر جب وہ جوان ہو کر توانا ہوا اور عقل اس کی کمال کو پہنچی اور عمر اس کی چالیس سال ہوگئی تو دست دعا بلند کر کے یوں خالق کائنات کے حضور عرض گزار ہوا۔ اے پروردگار مجھے توفیق دے کہ میں اور میرے والدین تیری عطا کردہ نعمتوں کا شکر ادا کریں اور ایسے اعمال بجالاؤں جو تیری خوشنودی کا باعث ہوں۔ میری ذریت میں سے صالحین کو پیدا فرما میری بازگشت تیری جانب ہے اور میں تیرا تابع فرمان ہوں انہی لوگوں کے بہترین اعمال کو ہم قبول کریں گے اور ان سے کئے گئے وعدہ صادقہ کے مطابق اہل جنت میں ہم ان کے گناہوں سے درگزر کریں گے۔(۲)

مذکورہ آیت سے ظاہر ہوتا ہے کہ جس خاص شخص کی طرف اشارہ کیا گیا ہے اس کی مجموعی مدت حمل ۳۰ ماہ بنتی ہے جبکہ عام طور پر ۳۳ ماہ ایک عام بچے کو شکم مادر اور شیر خوارگی کی عمر کے اختتام تک چاہیئے ہوتے ہیں۔

حضرات عیسیٰؑ، یحییٰؑ اور امام حسینؑ کی مدت حمل چھ ماہ بنتی ہے لیکن آیت کے دوسرے پہلو تشنہ رہ جاتے ہیں مثلاً حضرت یحییٰ چالیس سال کی عمر سے پہلے شہید کر دیئے گئے اور اسی طرح حضرت عیسیٰؑ بھی ۳۳ برس کی عمر میں آسمان پر اٹھا لیئے گئے اور اس آیت میں والدین کے ساتھ نیک برتاؤ کرنے کا حکم ہے جبکہ حضرت عیسیٰؑ بغیر باپ کے دنیا میں بھیجے گئے۔

---

(۱) معانی الاضیاء صفحہ ۵۷، جلاء العیون صفحہ ۲۸۱ (۲) سورۃ احقاف آیت ۱۵، ۱۶

تاریخ میں نظر آتا ہے کہ ۴۴ ہجری میں امیر معاویہؒ نے ایام حج میں چند خاص سیاسی اقدامات کئے اس وقت امام حسینؑ کی عمر ۴۰ سال تھی آپ نے ایک خطبہ دیا جس کا خلاصہ یہ ہے۔

مولا میں تیری اس نعمت عظمیٰ پر کہ تو نے مجھے شجرہ طاہرہ (۱) نبویہ کی مقدس شاخ سے قرار دیا اور تیرے اس احسان عظیم پر کہ تو نے میرے آباء واجداد کو عظمت انسانی کی انتہائی رفعتوں پر سرفراز فرمایا۔ تیرا تہہ دل سے عملی طور پر شکر گزار ہونے کی سعادت کی توفیق کی تجھ سے بھیک مانگتا ہوں تاکہ تیری شکر گزاری کا حق ادا کرسکوں۔

میرے مولا، تیرا دین خطرے میں ہے طاغوتی طاقتیں اس کے استحصال کیلئے سرگرم ہوچکی ہیں کہیں تیرے محبوب کی تیئس سالہ کوشش ناکام نہ ہوجائیں۔ کہیں تیرے ایک لاکھ چوبیس ہزار فرستادوں کی صدہا سالہ محنتوں پر پانی نہ پھر جائے۔ پروردگار! مجھے توفیق دے کہ تیری راہ میں بڑی سے بڑی قربانی دے کر تیرے مٹتے ہوئے دین کو بچالوں۔ اور تیرے نظر کرم کا مستحق ہوجاؤں میرے معبود جس طرح تو نے میرے آباؤاجداد علیہم سلام کو اپنے عظیم پیغام کی تبلیغ کیلئے منتخب کیا ہے اسی طرح میری اولاد میں سے بھی اپنے دین کی حفاظت کے لئے صالحین (۲) کا ایک ایسا سلسلہ جاری فرما کہ تیرے ابدی دین اور سرمدی پیغام کو پھر کوئی منافق بدخواہ میلی آنکھ سے دیکھنے کی جرات نہ کرسکے تو ہی میری جائے فریاد ہے اور تیری رضا ہی پر میرا سر تسلیم خم ہے۔

اس گھرانے کی عظمت قرآن کریم کی نظر میں

امام حسینؑ اور ان کے خاندان کی عظمت و بلندی تک دنیا کا کوئی گھرانہ پہنچنے کا تصور بھی نہیں کرسکتا۔ اور نہ ہی ایسی عظمت کسی اور گھرانے کو نصیب ہوسکی آپ کے نانا رسول اکرمؐ نانی خدیجۃ الکبریٰ ماں فاطمہ زہراؑ باپ علیؑ مرتضیٰ اور بھائی حسن مجتبیٰؑ تھے۔ یہ تمام افراد اپنی اپنی جگہ آسمان فضیلت کے قطبی ستارہ تھے۔

قرآن مجید جو کلام الہیٰ ہے جس میں اس گھرانے کے فضائل ومناقب بہت مقامات پر بیان ہوئے ہیں چند مقامات کا تذکرہ کیا جاتا ہے۔

---

(۱) سورۃ احزاب کی آیت تطہیر کی رو سے اللہ تعالیٰ نے اہلبیت کو تمام آلودگیوں سے پاک صاف، طیب وطاہر بنایا ہے۔

(۲) صالحین کے سلسلے سے مراد اہلبیت کی نسل سے طیب وطاہر بارہ امام آئمہ اہلبیت ہیں۔

آیت تطہیر

انمایریداللہ لیذھب عنکم الرجس اھل البیت و یطھر کم تطھیر ا ۔

بس اللہ کا ارادہ ہے کہ اے اہل بیت تم سے ہر برائی کو دور رکھے اور اس طرح پاک و پاکیزہ رکھے جیسے پاک و پاکیزہ رکھنے کا حق ہے۔(۱)

تشریح:۔ اللہ تعالیٰ نے اہلبیتؑ نبیؐ کو تمام ظاہری باطنی ، گناہ ،نجاست ،لغزش سے محفوظ کرتے ہوئے معصوم قرار دیا ہے اہلبیتؑ کو تمام برائیوں سے پاک قرار دینا اصل میں ان کی زندگی کو رسول اکرمؐ کے بعد غیر متنازعہ صاف شفاف اور بغیر کسی شک وشبہ کے نمونہ عمل (Role Model) بنانا ہے جن کی زندگی قرآن مجید کی عملی تفسیر اور سنت رسولؐ کا بہترین نمونہ ہے یہ الٰہی صفات کی حامل ایک ایسی ٹیم ہے جو نبوت و رسالت کے آئین و دستور کی حفاظت اور اس کی تشریح اور ان کے پیغام اور مقاصد کو آگے بڑھانے کی پوری صلاحیت رکھتی ہے۔

یہ اتنے باشعور، پختہ فکر، روشن باطن، مضبوط ارادے اور توفیقِ پروردگار سے ان کی روح ایسی صلاحیت کی حامل ہے کہ جو بھول چوک ،خطا ونسیان، گناہ ولغزش سے اپنے گہرے علم اور شعور کی بدولت بچے رہتے ہیں جس طرح ایک ماہر ڈاکٹر اپنے علم اور تجربے کی بنیاد پر مرض کی تیر بہ حدف صحیح تشخیص کرنے میں غلطی نہیں کرتا اور ماہر وکیل اپنی قانونی مہارت، علم و تجربہ کی بناء پر مقدمے کو فتح سے ہمکنار کرتا ہے۔

احادیث

ام المومنین بی بی ام سلمہؓ سے روایت ہے کہ میں کمرے میں نماز پڑھ رہی تھی کہ خداوند عالم نے یہ آیت نازل فرمائی۔"انماء یریداللہ لیذھب انکم الرجس اھل البیت ویطھر کم تطھیرا " رسول اللہ نے علی علیہ السلام و فاطمہ علیہا السلام حسن علیہ السلام و حسین علیہ السلام کو طلب کیا اور ان پر چادر خیبری اوڑھا دی اور فرمایا۔خدایا یہ ہیں میرے اہلبیت ہیں لہٰذا ان سے رجس کو دور رکھنا اس طرح پاک رکھنا جو تطہیر کا حق ہے۔اس کے بعد میں نے چادر اٹھا کر داخل ہونا چاہا۔آپ نے میرے ہاتھ سے چادر کھینچ لی۔

---

(۱) سورۃ احزاب ۳۳ آیت ۳۳

اور فرمایا تمہارا انجام بخیر ہے۔ (۱)

ام المومنین حضرت بی بی عائشہ سے روایت ہے کہ رسول اکرم ﷺ ایک صبح گھر سے برآمد ہوئے جب آپ سیاہ بالوں والی چادر اوڑھے ہوئے تھے اتنے میں حسنؑ آئے تو آپ نے انہیں بھی داخل کر لیا۔ پھر حسینؑ آ گئے۔ آپ نے انہیں بھی لے لیا۔ پھر فاطمہؑ آ گئیں انہیں بھی شامل کر لیا۔ پھر علیؑ آ گئے انہیں بھی داخل کر لیا اس کے بعد آیت تطہیر کی تلاوت فرمائی۔ (۲)

تفاسیر کی نظر میں

مولانا شبیر احمد عثمانی دیوبندی مولانا محمود الحسن اسیر مالٹا کے قرآن مجید کے نسخے میں اس آیت کی تفسیر کرتے ہوئے فرماتے ہیں۔

یعنی اللہ تعالیٰ کا ارادہ ہے کہ نبیؐ کے گھر والوں کو ان احکام پر عمل کرا کر بالکل پاک وصاف کر کے ان کے رتبے کو ایسی قلبی اور اخلاقی پاکیزگی عطا فرمائے جو دوسری تمام مخلوقات سے ممتاز ہو۔

(یطہرکم کے بعد تطہیرا فرمایا) یہ تطہیر (پاکیزگی) جس (نجاست) سے دوری اس قسم کی نہیں ہے۔ سورۃ انفال آیت ۱۱ میں یہ ہے "جس وقت خدا تم پر پسند غالب کر رہا تھا جو تمہارے لئے باعث سکون تھی اور آسمان سے پانی نازل کر رہا تھا تاکہ تمہیں پاکیزہ بنا دے اور تم سے شیطان کی کثافت کو دور کر دے اور تمہارے قدموں کو ثبات عطا کر دے" اس تطہیر سے مراد تہذیب نفس، تصفیہ قلب اور تزکیہ باطن کا وہ اعلیٰ مرتبہ ہے جو کمال اولیاء اللہ کو حاصل ہے، چونکہ اولاد و داماد بھی بجائے خود اہلبیت میں شامل ہیں، بلکہ بعض حیثیات سے وہ اس لفظ کے سب سے زیادہ مستحق ہیں، جب کہ رسول اکرم ﷺ نے حضرت علیؑ کرم اللہ وجہہ حضرت فاطمۃ الزہرا اور حسنؑ و حسینؑ کو چادر میں لے کر فرمایا۔

"اللھم ھوء الاء اھل بیتی" اور صبح کی نماز کے وقت حضرت فاطمہؑ کے گھر سے گزرتے ہوئے فرماتے۔ الصلوٰہ اھل بیت یرید اللّٰہ یذھب عنکم الرجس... الخ اس حقیقت کو عیاں کر رہا ہے۔ (۳)

---

(۱) مسند احمد ابن حنبل، سنن ترمذی شریف، مستدرک علی الصحیحین، اسد الغابہ

(۲) صحیح مسلم شریف جلد ۲ صفحہ ۳۳۱ (۳) تفسیر عثمانی صفحہ ۵۶۱، ۵۶۲

مولانا اشرف علیؒ تھانوی اپنے ترجمہ قران کے حاشیہ میں لکھتے ہیں۔

آیت تطہیر میں اہلبیت رسول ﷺ کو مخاطب کر کے اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ اے نبی کے گھر والو! اللہ چاہتا ہے کہ آپ کو ہر مصیبت اور گناہ اور نافرمانی سے خواہ (ظاہراً ہو یا باطناً ہو عملاً یا خلقاً ہو) بالکل پاک وصاف رکھے۔(۱) شاہ ولی اللہ محدث دہلوی نے حاکم اور نسائی کے حوالے سے ابن عباس کی روایت نقل فرمائی ہے۔ جب آیت تطہیر نازل ہوئی تو آپ نے علیؑ و فاطمہؑ و حسنین علیہم سلام پر چادر ڈال کر تخصص فرمائی۔ کہ یہی میرے اہل بیت ہیں۔(۲) دارالعلوم شریعۃ الاسلامیہ العربیہ مصر کے استاد علامہ مصطفیٰ احمد مراغی اپنی تفسیر میں حضرت ابن عباس سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اکرمؐ ہر روز نو ماہ تک ہر نماز کے وقت حضرت علیؑ ابن ابیطالب کے دروازے پر آ کر فرماتے تھے (اسلام علیکم ورحمت اللہ) پھر آیت تطہیر تلاوت فرماتے۔ام المومنین حضرت ام سلمہؓ فرماتی ہیں کہ آیت تطہیر میرے گھر میں نازل ہوئی رسول اللہؐ نے فاطمہؑ، علیؑ، حسنؑ و حسینؑ کو بلایا۔ اور اپنی چادر اوڑھا کر ارشاد فرمایا۔" اللھم ھؤلاء اھلبیتی"" اے اللہ یہ میرے اہلبیت ہیں۔(۳)

آیت تطہیر کی تفسیری شان نزول احادیث کی معتبر کتابوں میں یہی بیان کی گئی ہے کہ پیغمبر اکرمؐ نے چادر طلب کی اور علیؑ و فاطمہؑ اور حسن و حسینؑ کو چادر کے نیچے جمع کیا ایک حصہ خود بھی اوڑھا پھر ارشاد فرمایا۔

"اللھم ھؤلاء اھلبیتی فاذھب عنھم الرجس و طھرھم تطھیرا"

پروردگار یہی میرے اہلبیت ہیں لہذا ہر آلائش کو ان سے دور رکھ اور ان کو پاک و پاکیزہ فرما۔(۴)

---

(۱) ترجمہ القرآن اشرف علی تھانوی صفحہ ۷۴۴

(۲) تلخیص ازالۃ الخفاء صفحہ ۱۳۔شاہ ولی اللہ محدث دہلوی

(۳) صحیح مسلم شریف جلد ۲ صفحہ ۳۳۱

(۴) سنن ترمذی شریف صفحہ ۴۶۷ ☆ مسند امام حاکم جلد ۲ صفحہ ۴۱۶ ☆ مسند احمد بن حنبل جلد ۴ صفحہ ۱۰۷ ☆ مجمع الزوائد جلد ۹ صفحہ ۱۶۹ ☆ ریاض النضرہ جلد ۲ صفحہ ۱۸۸ ☆ تفسیر درمنشور در تفسیر آیت تطہیر ☆ تفسیر فخر الدین رازی جلد ۶ صفحہ ۷۸۳ ☆ اسد الغابہ فی معرفۃ صحابہ جلد ۵ صفحہ ۵۶۱ ☆ تفسیر سراج المنیر جلد ۳ صفحہ ۲۴۸۔

آیت مباہلہ

فمن حاجک فیه من بعد ماجاء ک من العلم فقل تعالو اند ع ابناء نا وابناکم و نساء ناونساء کم و انفسناو انفسکم ثم نبتهل فنجعل لعنت الله علی الکاذ بین.

پس تمہارے پاس علم آنے کے بعد جولوگ تم سے کٹ حجتی کریں توان سے کہہ دیجئے کہ آ ؤ ہم لوگ اپنے بیٹوں کو بلائیں تم اپنے بیٹوں کو ہم اپنی عورتوں کو بلائیں تم اپنی عورتوں کو ہم اپنے نفسوں کو بلائیں تم اپنے نفسوں کو پھر اللہ کے سامنے گڑگڑائیں اور جھوٹوں پر خدا کی لعنت کریں۔(۱)

تشریح:۔

واقعہ مباہلہ اہم قرانی وتاریخی واقعات میں سے ہے یہ واقعہ ۲۳ ذوالحجہ ۱۰ھ کو پیش آیا جب نجران کے عیسائیوں کے بڑے وفد سے مذاکرات جمود کا شکار ہو گئے عیسائی ضد اور ہٹ دھرمی سے کام لے رہے تھے اور نبی کریم کے منطقی و عقلی دلائل قبول نہیں کرر ہے تھے۔ اسلام کا یہ معرکہ بدر، احد خندق سے مختلف ہے۔ یہ جنگ میدان میں اسلحہ کے زور پر نہیں لڑی گئی۔ بلکہ یہ ایک روحانی معرکہ تھا جس میں حق وباطل، سچ جھوٹ کا فیصلہ ہونا تھا۔

اس روحانی مقابلے میں رسول اکرمؐ نے تمام اہل اسلام صحابہ وازدواج میں سے صرف چار شخصیات کو منتخب فرمایا۔''نساء نا'' عورتوں کی جگہ تنہا بی بی فاطمہؑ کا انتخاب کیا''ابناء نا'' کی جگہ آپ نے امام حسن وحسینؑ کو چنا اور''انفسنا'' کی جگہ آپ نے حضرت علیؑ کا انتخاب کیا اس آیت میں اللہ تعالیٰ تمام انسانوں سے اپنے منتخب بندوں کو چنتے ہوئے ان کا تعارف بھی کرا دیا۔ کہ یہی لوگ نبوت و رسالت کے پیغام کو آگے بڑھانے والے اور حفاظت پر معمور ہیں۔

احادیث

ا۔ حضرت حذیفہ یمانی سے مروی ہے کہ جب آیت مباہلہ نازل ہوئی تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے

(۱) سورۃ آل عمران، آیت ۶۱

حضرت علیؑ بی بی فاطمہؑ اور حضرات حسنینؑ کو بلا کر کہا کہ اے پروردگار یہ میرے اہلبیت ہیں۔(۱)

۲۔حضرت سعد بن ابی وقاص سے روایت ہے کہ جب آیت ابناء نا وابنا کم نازل ہوئی تو آنحضرت ﷺ نے حضرت علیؑ، حضرت فاطمہؑ اور امام حسن و حسینؑ کو بلایا اور فرمایا کہ اے اللہ یہ میرے اہلبیت ہیں۔(۲)

۳۔ابناء نا سے حسن و حسینؑ نساء نا سے بی بی فاطمہؑ اور انفسنا سے آنحضرتؐ اور حضرت علیؑ ہیں۔(۳)

۴۔حضرت جابر بن عبداللہ انصاری سے روایت ہے کہ۔

انفسنا سے آنحضرت اور حضرت علیؑ مراد ہیں ابناء نا سے حضرات حسنینؑ مراد ہیں اور نساء نا سے بی بی فاطمہؑ مراد ہیں۔(۴)

تفاسیر کی نظر میں

مولانا شبیر احمد عثمانی شیخ الهند مولانا محمود الحسن دیوبندی اسیر مالٹا کے قرآن مجید مطبوعہ سعودی عرب کے تفسیری حاشیہ میں لکھتے ہیں۔

اللہ تعالیٰ نے حکم فرمایا کہ نصاری نجران اس قدر سمجھانے پر بھی اگر قائل نہ ہوں تو ان کے ساتھ مباہلہ کرو۔جس کی زیادہ موثر صورت یہی تجویز کی گئی کہ دونوں فریق اپنی جان اور اولاد کے ساتھ حاضر ہوں۔اور خوب گڑگڑا کر دعا کریں۔کہ جو کوئی ہم میں جھوٹا ہے اس پر اللہ کی لعنت اور عذاب ہے۔یہ مباہلہ اپنی صداقت اور حقانیت پر وثوق اور یقین رکھتا ہے۔چنانچہ دعوت مباہلہ سن کر وفد نجران نے مہلت مانگی کہ ہم آپس میں مشورہ کر کے جواب دیں گے۔

آخر مجلس مشاورت میں ان کے ہوشمند اور تجربہ کار ذمہ داروں نے کہا کہ اے گروہ نصاریٰ، تم یقیناً دلوں میں سمجھ چکے ہو گے کہ محمد ﷺ نبی مرسل ہیں اور حضرت مسیحؑ کے متعلق انہوں نے

---

(۱) صحیح بخاری شریف جلد۲ صفحہ ۶۶۹ حدیث نمبر ۱۵۵ ☆ صحیح مسلم شریف جلد۳ صفحہ ۵۱۹ ☆ ترمذی شریف جلد۲ صفحہ ۱۹ے حدیث نمبر ۱۶۵۸ ☆ مسند احمد بن حنبل جلد ا صفحہ ۱۸۵ ☆ کنز العمال جلد۲ صفحہ ۱۵۲ احدیث ۱۵۹

(۲) صحیح مسلم شریف جلد۲۔صفحہ ۲۷۸ ☆ ترمذی شریف جلد۲۔صفحہ ۱۴۷ ☆ مشکواۃ شریف جلد۱۰۔صفحہ ۱۲۹۔

(۳) فتح الباری فی شرح صحیح بخاری جلد۶ صفحہ ۵۳ ☆ تفسیر حقانی جلد۳ صفحہ ۱۵۳ ☆ تفسیر ابن کثیر جلد ا صفحہ ۳۷۱۔

(۴) مستدرک علی الصحیحین

صاف صاف اور فیصلہ کن باتیں کہی ہیں۔ بالآخر مباہلہ کرنے کی تجویز پاس کر کے حضور کی خدمت میں پہنچے۔ آپ ﷺ حضرت حسنؑ وحسینؑ، فاطمہؑ اور علیؑ کو ساتھ لے کر باہر تشریف لا رہے تھے یہ نورانی چہرے دیکھ کر ان کے لاٹ پادری نے کہا۔ میں ایسے چہرے دیکھ رہا ہوں۔ کہ جن کی دعا پہاڑوں کو ان کی جگہ سے سر کا سکتی ہے ان سے مباہلہ کر کے ہلاک نہ ہو۔ ورنہ ایک نصرانی بھی زمین پر نہیں رہے گا۔ آخر انہوں نے مباہلہ چھوڑ کر سالانہ جزیہ دینا قبول کر لیا اور صلح کر کے واپس چلے گئے۔ (۱)

مولانا اشرف علی تھانوی دیوبندی اپنی تفسیر ''بیان'' میں اس آیت کی تفسیر میں لکھتے ہیں۔

یہ آیت اس وقت نازل ہوئی تھی کہ جب حضور ﷺ نے نجران کے نصاری کو دعوت اسلام کا فرمان لکھا تھا۔ اس کا خلاصہ تین امروں میں ترتیب دیا تھا یا اسلام یا جذیہ یا قتال۔ انہوں نے باہم مشورہ کر کے شرجیل اور عبداللہ بن شرجیل اور صیاء بن قفس کو حضور ﷺ کی خدمت میں بھیجا ان لوگوں سے آپ کی مذہبی گفتگو ہوئی۔ یہاں تک حضرت عیسیٰ علیہ سلام کے مقدمے میں کلام کی نوبت پہنچی۔ اس وقت یہ آیت نازل ہوئی۔ آپ نے ان کو اس مضمون کی جزدی اور خود مع حضرت فاطمہ حضرت علیؑ اور امام حسنؑ وحسینؑ تشریف لاکر مباہلے کیلئے مستعد ہوئے۔ شرجیل نے یہ دیکھ کر اپنے دونوں ہمراہیوں سے کہا کہ تم کو ان کا نبی ہونا معلوم ہے۔ نبی سے مباہلہ کر کے فلاح نہیں ہو سکتی۔ ہم سب بلاشبہ ہلاک ہو جائیں گے۔ (۲)

مفتی اعظم پاکستان مفتی محمد شفیع دیوبندی اپنی تفسیر معارف القرآن میں لکھتے ہیں۔

کہ حضور اکرم ﷺ نے نجران کے نصاری کی خدمت میں (وفد) بھیجا۔ ان لوگوں نے مدینہ آکر مذہبی امور پر بات چیت شروع کی یہاں تک کہ حضرت عیسیٰ کی الوہیت ثابت کرنے میں ان لوگوں نے انتہائی تکرار سے کام لیا اتنے میں آیت مباہلہ نازل ہوئی۔ اس پر حضور نے نصاری کو مباہلہ کی دعوت دی اور خود بھی حضرت فاطمہؑ علی کرم اللہ وجہہ اور امام حسنؑ اور امام حسینؑ کو ساتھ لے کر مباہلہ کیلئے تیار ہو کر تشریف لائے شرجیل نے دیکھ کر اپنے دونوں ساتھیوں سے کہا کہ تم کو معلوم ہے۔ کہ یہ اللہ کا

(۱) تفسیر عثمانی صفحہ ۷۴، ۷۵ ''سورہ آل عمران آیت ۶۱'' (۲) تفسیر بیان القرآن صفحہ ۱۱۷ مطبوعہ تاج کمپنی کراچی

نبی ہے نبی سے مباہلہ کرنے میں ہماری ہلاکت اور بربادی یقینی ہے۔اس لئے نجات کا کوئی دوسرا راستہ تلاش کرو۔اس آیت میں "ابنائنا" سے آپ کے نواسے حسنؓ و حسینؓ اور نفس سے آپ کے داماد حضرت علیؑ مراد ہیں۔(۱)

مولانا احمد رضا بریلوی کے ترجمہ قرآن مع خزائن العرفان کے حواشی میں مولانا نعیم الدین مرادآبادی رقم طراز ہیں۔

نصاریٰ نجران نے دیکھا کہ حضور کی گود میں امام حسینؓ اور دست مبارک میں امام حسنؓ کا ہاتھ اور فاطمہؓ اور علیؑ حضور کے پیچھے ہیں۔حضور ان سب سے فرمارہے ہیں کہ جب میں دعا کروں تو تم آمین کہنا۔بنو نجران کے سب سے بڑے عالم (پادری) نے جب ان حضرات کو دیکھا تو کہنے لگا۔اے جماعت نصاریٰ میں ایسے چہرے دیکھ رہا ہوں کہ اگر یہ لوگ اللہ سے پہاڑ ہٹادینے کی دعا کریں تو اللہ تعالیٰ پہاڑ کو اپنی جگہ سے ہٹادیگا۔ان سے مباہلہ نہ کرنا ورنہ ہلاک ہو جاؤ گے اور قیامت تک روئے زمین پر کوئی نصرانی باقی نہیں رہے گا۔ (۲)

تفسیر خزائن العرفان میں مولانا نعیم الدین مرادآبادی مذکورہ آیت کی تفسیر میں لکھتے ہیں۔

جب نصاریٰ آنحضرتؐ کی خدمت میں حاضر ہوئے تو انہوں نے دیکھا کہ آنحضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی گود میں امام حسینؓ ہیں۔دست مبارک میں امام حسنؓ کا ہاتھ ہے علیؑ و فاطمہؑ آنحضرت کے پیچھے ہیں پس اللہ پاک کے حکم سے آنحضرتؐ بیٹے لائے تو وہ امام حسنؓ و حسینؓ اور علیؑ تھے،عورتیں لائے تو فاطمہؓ تھیں،جانیں لائے تو وہ خود آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تھے۔

جسٹس پیر کرم شاہ الازہری اپنی تفسیر ضیاء القرآن میں لکھتے ہیں۔مباہلہ اس کو کہتے ہیں کہ فریقین نہایت عاجزی سے اللہ تعالیٰ کے دربار میں دعا کریں کہ ان میں سے جو جھوٹا ہو اس پر اللہ پاک کی لعنت ہو۔چنانچہ حضور کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم حضرت امام حسینؓ کو گود میں اٹھائے حضرت امام حسنؓ کو انگلی سے پکڑے ہوئے تشریف لائے حضور کے پیچھے خاتون جنت بی بی فاطمہؓ الزہرا اور ان کے پیچھے حیدر کرار آرہے تھے اور حضور نے وفد نجران کو مباہلہ کرنے کی دعوت دی جب انہوں نے یہ نورانی

---

(۱) تفسیر معارف القران صفحہ ۸۶،۸۵ (۲) کنزالایمان صفحہ ۷۳ مطبوعہ قدرت اللہ کمپنی غزنی اسٹریٹ اردو بازار لاہور

چہرے دیکھے تو ان کے اسقف (پادری) نے کہا کہ اگر تم نے ان سے مباہلہ کیا تو تمہارا نام ونشان تک مٹ جائے گا۔ (۱)

آیت مودۃ

قل لااسئلکم علیه اجرا الاالمودة فی القربیٰ

اے رسول کہہ دیجئے کہ میں تم سے رسالت کا اجر کچھ نہیں مانگتا۔ صرف یہ کہ میرے قرابتداروں سے محبت کرو۔ (۲)

تشریح:

اللہ تعالیٰ نے رسول اکرمؐ کے اہلبیت سے محبت واجب اور اسے مسلمانوں کے ایمان کا حصہ قرار دیا ہے یہ اس وجہ سے کہ عشق ومحبت وارفتگی کا جذبہ محرک بنتا ہے کہ ان سے وابستہ اور جڑا ہوا رہا جائے ان کی سیرت وکردار اور تعلیمات پر عمل کیا جائے زندگی میں انہیں اسوہ بنایا جائے اور دینی و دنیوی معاملات میں ان سے رہنمائی حاصل کی جائے کیونکہ اطاعت بغیر عشق ومحبت کے کھوکھلی غلاموں کی اطاعت کہلاتی ہے بالکل اسی طرح ہے جیسے کوئی درخت بغیر ثمر کے ہو۔ اسی وجہ سے اسلام میں اہلبیت کی محبت فرض کی گئی ہے تاکہ لوگ انہیں دین ودنیا میں اپنا مثالی پیشوا اور آئیڈیل بنائیں۔

احادیث

حضرت عبداللہ بن عباس نے صحابیِ رسول حضرت سعید بن جبیر سے روایت کی ہے کہ اس آیت سے مراد آلِ رسول کی محبت ہے۔ (۳)

حضرت ابن عباس کہتے ہیں کہ جب آیت مودت (سورہ شوریٰ ۲۳) نازل ہوئی تو لوگوں نے رسول اکرمؐ سے سوال کیا کہ یارسول اللہ ﷺ آپ کے قرابتدار کون ہیں کہ جن کی محبت فرض کردی گئی ہے آپ ﷺ نے فرمایا کہ حضرت علیؑ، فاطمہؑ اور ان کے دونوں فرزند۔ (۴)

---

(۱) تفسیر ضیاء القران جلد ۱ صفحہ ۲۳۸، گنج بخش روڈ لاہور (۲) سورہ شوریٰ آیت ۲۳

(۳) صحیح بخاری شریف جلد ۴ حدیث نمبر ۳۲۵۱، ۴۵۴۱ ☆ سنن ترمذی جلد ۲ صفحہ ۵۱۰ حدیث ۱۱۷۷

☆ مسند احمد بن حنبل صفحہ ۶۱۴، حدیث ۲۵۹۹ مستدرک امام حاکم جلد ۲ صفحہ ۴۸۴۔

(۴) فضائل صحابہ احمد بن حنبل جلد ۲ صفحہ ۶۶۹ ☆ تفسیر در منثور جلد ۶ صفحہ ۷ ☆ شواھد تنزیل جلد ۲ صفحہ ۱۸۹

ذخائر عقبیٰ کے صفحہ ۲۵ پر سیرت ابن عمر کے حوالے سے رسول اکرمؐ سے حدیث مروی ہے

اللہ تعالیٰ نے میری رسالت کی مزدوری میرے اہل بیت کی محبت کی صورت میں قرار دیا ہے اور قیامت کے دن میں ضرور اس کے بارے میں سوال کرونگا۔(۱)

نبی اکرمؐ نے فرمایا۔

اللہ تعالیٰ نے جو تم پر میرا اجر مقرر کیا ہے۔وہ میرے اہل بیتؑ سے محبت کرنا ہے اور میں کل تم سے ان کے بارے میں دریافت کرونگا۔(۲)

تفاسیر کی نظر میں

اس آیت کے نزول کے بعد صحابہ کرام نے حضور پاک ﷺ سے پوچھا اے اللہ کے رسولؐ آپ کے قرابتدار کون ہیں جن سے محبت کا قرآن حکم دیتا ہے۔

آپ ﷺ نے فرمایا۔فاطمہؑ،علیؑ،حسنؑ و حسینؑ "اللھم ھوءالاء اھل بیتی" یعنی اے اللہ یہ میرے اہل بیت ہیں۔(۳)

قاضی بیضاوی تحریر کرتے ہیں کہ۔

مروی ہے کہ جب یہ آیت حمیدہ نازل ہوئی تو آنحضرت سے دریافت کیا کہ یارسول اللہ وہ قرابتدار کون حضرات ہیں آپ نے ارشادفرمایا۔علیؑ و فاطمہؑ اور ان کے دونوں فرزند (حسنؑ و حسین) ہیں حافظ ابن حجر مکی نے دیلمی اور واحدی کے حوالے سے نقل کیا ہے کہ آیت "وقفوھم انھم مسئولون ۔(صورہ صافات آیت ۲۴) اور کھڑا رکھو انہیں اور ان سے پوچھنا ہے" کی تفسیر کے تحت لکھتے ہیں کہ لوگوں سے علیؑ اور اہلبیت رسول کی ولایت کے بارے میں سوال کیا جائے گا

---

(۱) صواعق محرقہ صفحہ ۷۵۳،محب طبری جامع الصغیر سیرت ابن عمر۔

(۲) صواعق محرقہ صفحہ ۲۲۸ اردو ایڈیشن ۷۵۳ ☆ جلال الدین سیوطی درمنشور جلد ۷ صفحہ ۳۴۸ ☆ ابن حجر ہیثمی جلد ۹ صفحہ ۱۴۶،ابن حجر عسقلانی صفحہ ۱۱ ☆ متدرک علی الصحیحین جلد ۳ صفحہ ۱۷۲ ☆ اسد الغابہ جلد ۵ صفحہ ۳۶۷ زمخشری جلد ۳ صفحہ ۴۲ ☆ واحدی تفسیر بسیط کنز العمال جلد ۱ صفحہ ۲۱۸ ☆ حلیتہ الاولیا حافظ ابونعیم جلد ۳ صفحہ ۲۱ ☆ احمد بن حنبل فضائل صحابہ جلد ۲ صفحہ ۶۶۹

(۳) تفسیر جلالین طبع مصر جلد ۲ صفحہ ۳۴ ☆ تفسیر کبیر جلد ۱ صفحہ ۳۵ ☆ زرقانی لامواہب الادینہ ۱۴۷ ☆ تفسیر ابن عربی ۲۰/۳۱۴ ☆ تفسیر خازن معالم جلد ۴ صفحہ ۱۲۲،☆ ابن جریرہ جلد ۲ صفحہ ۱۲ ☆ صاوی جلد ۱ صفحہ ۱۴۲

کیونکہ اللہ پاک نے نبی کریم ﷺ کو حکم دیا۔ کہ وہ تبلیغ رسالت کا کوئی اجر نہ مانگیں۔

''الاالمودۃ فی القربیٰ'' سوائے قرابتداروں کی محبت کے۔

اور لوگوں سے قیامت کے دن پوچھا جائے گا کہ تم نے پیغمبر کی وصیت کے مطابق ان کی موالات کا حق ادا کیا یا نہیں۔ (۱)

سید قطب شہید نے مذکورہ آیت کی تفسیر کرتے ہوئے لکھا ہے کہ عبداللہ ابن عباس نے سعید بن جبیرؓ سے سوال کیا کہ سعید بن جبیرؓ نے جواب دیا کہ محمد ﷺ کے قرباء آل محمدؑ ہیں۔ (۲)

شاہ ولی اللہ محدث دہلوی لکھتے ہیں:

حضرت امام حسنؑ علیہ سلام نے فرمایا اے لوگو! میں علیؑ ابن ابی طالبؑ کا بیٹا اور فرزند رسول اللہ آنحضرت کے وصی کا نور نظر حضرت شبیر کا برادر آنحضرت کی دختر کا لخت جگر اور حضرت نذیر کا پارہ دل، داعی الی اللہ باذنہ کا نور چشم سراج منیر کا میوہ دل اور ان کے اہلبیتؑ کا ایک فرد جن کے ہاں جبریل آتے اور جاتے تھے میں ان ہی اہلبیتؑ رسول میں سے ہوں جن سے خدا نے ہر برائی کو دور رکھا اور ہر طرح پاک و پاکیزہ رکھا میں ان ہی اہلبیتؑ رسول میں سے ہوں جن کی محبت کو خدائے بزرگ و برتر نے ہر مسلمان پر واجب قرار دیا ہے۔.............پھر فرمایا

ومن یقترف حسنته نزدله فیهما حسناً

یعنی اس میں نیکی حاصل کرنے کا مطلب ہم اہلبیتؑ کی محبت حاصل کرنا ہے (۳)

آیت درود

ان اللّٰہ وملائکۃ یصلون علےٰ نبی یا ایھاالذین امنو صلو علیہ وسلمو اتسلیما

بے شک اللہ اور اس کے فرشتے نبی پاک ﷺ پر درود و سلام بھیجتے ہیں اے ایمان والو تم بھی آپ پر درود اور خوب سلام بھیجا کرو۔ (۴)

---

(۱) حافظ ابن حجر مکی صواعق محرقہ صفحہ ۱۴۷ (۲) تفسیر فی ظلال القران جلد ۷ تفسیر سورہ شوری

(۳) ازالۃ الخفاء جلد ۲ صفحہ ۲۶۵ (۴) سورہ احزاب آیت ۵۶

تشریح: دورد شریف وہ رفیع شان عبادت ہے جسے اللہ اور اس کے فرشتے بھی انجام دیتے ہیں ارشاد نبوی ہے جس نے مجھ پر ایک مرتبہ دورد بھیجا اللہ تعالیٰ اس پر دس رحمتیں نازل فرماتا ہے کوئی عمل و عبادت نماز مناجات دعا بغیر درود شریف کے اللہ کی بارگاہ میں قبول نہیں ہوتی۔

شیخ الحدیث مولانا محمد ذکریا رحمۃ اللہ علیہ اپنی کتاب فضائل درود شریف میں لکھتے ہیں کہ قرآن پاک میں بے شمار احکامات ارشاد فرمائے نماز، روزہ، حج وغیرہ بہت سے انبیاء کی توصیفیں بھی فرمائی ہیں ان کے بہت سے اعزاز و اکرام بھی فرمائے۔ حضرت آدمؑ کو پیدا فرمایا۔ فرشتوں کو حکم دیا کہ ان کو سجدہ کریں لیکن کسی کو یہ اعزاز نہیں فرمایا۔ کہ یہ کام میں بھی کرتا ہوں۔ تم بھی کرو۔ یہ اعزاز صرف سید الکونین فخر عالم ﷺ ہی کیلئے ہے۔(۱)

قدرت اللہ شہاب نے اپنی شہرہ آفاق سوانح عمری شہاب نامہ میں درود شریف کے حوالے سے بہت خوبصورت بات لکھی ہے۔

اللہ تعالیٰ نے درود شریف کا صرف حکم دیکر اس کی تعمیل کا مطالبہ نہیں کیا بلکہ خود اپنے ایک عمل کی مثال دیکر اس کی تقلید کی فرمائش کی ہے ایک عبد کی فضیلت کا اس سے بڑھ کر کوئی درجہ تصور میں لانا محال ہے۔ درود شریف کی مثال ڈسپیچ بکس کی ہے جو دعا اس ڈسپیچ بکس میں بند ہو کر اللہ تعالیٰ کے دربار میں پہنچے ان کی جانب خصوصی توجہ کا منعطف ہونا زیادہ قرین قیاس ہے۔(۲)

درود شریف کی اہمیت

۱۔ حضرت عمر فرماتے ہیں کہ نماز بغیر قرآت اور تشہد ین میں آنحضرت ﷺ اور آپ کی آل پر درود پڑھے بغیر قبول نہیں ہوتی۔(۳)

۲۔ حضرت عبداللہ ابن مسعود فرماتے ہیں جس شخص نے (نماز) تشہد میں آنحضرت ﷺ اور ان کی آل پر درود شریف نہ پڑھا اس کی نماز نہ ہوئی۔(۴)

۳۔ جس نے نماز تشہد میں آنحضرت ﷺ اور ان کی آل پر درود شریف نہ پڑھا اسے دوبارہ نماز

---

(۱) فضائل درود صفحہ ۷ مولانا محمد ذکریا بانی تبلیغی جماعت دار الاشاعت کراچی (۲) شہاب نامہ مصنف قدرت اللہ شہاب صفحہ ۱۲۲۱ (۳) حافظ ابن حجر مکی عمل الیوم والیہ۔ (۴) حافظ ابن عبد البر الاستعیاب

پڑھنی چاہیئے۔(۱)

۴۔رسول اکرمؐ نے فرمایا جو شخص بھی ایسی نماز پڑھے گا جس میں مجھ پر اور میرے اولاد پر صلواۃ نہ بھیجی ہوگی تو اس کی نماز قابل قبول نہیں۔(۲)

۵۔امام شافعی ارشاد فرماتے ہیں اے اہلبیتؑ نبی تمہاری بزرگی کے لئے صرف اسی قدر کافی ہے کہ جو شخص تم پر درود نہ پڑھے اس کی نماز قبول نہیں ہوتی۔(۳)

ناکمل درود بھیجنے کی ممانعت

آنحضرت ﷺ نے ارشاد فرمایا مجھ پر دُم بریدہ (ناکمل) درود نہ پڑھا کرو صحابہ کرام نے عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ وہ کس طرح آپ نے فرمایا، تم صرف اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی مُحَمَّدٍ کہتے ہو، او آلِ محمد کو ترک کر دیتے ہو، یہ درود دُم کٹی ہے بلکہ یوں کہو "اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَ آلِ مُحَمَّدٍ"(۴)

دورد شریف پڑھنے کا سنت طریقہ

مولانا منظور احمد نعمانی اپنی کتاب "معارف الحدیث" میں تحریر کرتے ہیں کہ حضرت کعب بن عجرہؓ (جو اصحاب بیعت رضوان میں سے ہیں) راوی ہیں۔کہ ہم نے رسول اللہ ﷺ سے سوال کرتے ہوئے عرض کیا کہ یا رسول اللہ ﷺ اللہ تعالیٰ نے یہ تو ہم کو بتا دیا کہ ہم تشہد میں سلام ایھا النبی و رحمت اللہ و برکاتہ کہہ کر آپ پر سلام بھیجا کریں۔آپ ہمیں یہ بھی بتا دیں کہ ہم آپ پر صلواۃ (درود) کیسے بھیجا کریں۔آپ نے یوں فرمایا۔یوں کہا کرو

اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَعَلٰی آلِ مُحَمَّدٍ......الخ ......

اے اللہ اپنی خاص عنایت اور رحمت نازل فرما حضرت محمد ﷺ اور رسول اکرمؐ کے گھر والوں پر۔جیسے تو نے عنایت و رحمت فرمائی۔حضرت ابراہیم پر اور ان کے گھر والوں پر تو حمد و ستائش کا سزاوار ہے اور عظمت و بزرگی والا ہے۔اے اللہ خاص برکتیں نازل فرما۔حضرت محمد ﷺ اور انکے گھر والوں پر جیسے کہ تو

---

(۱) علامہ ابراہیم بیہقی المحاسن المساوی طبع بیروت

(۲) سنن دار القطنی صفحہ ۳۵۵، احقاق الحق جلد ۹ صفحہ ۳۱ (۳) صواعق محرقہ ابن حجر مکی عربی ایڈیشن ۱۴۵ اردو ترجمہ ۵۱

(۴) صحیح بخاری شریف حدیث نمبر ۳۳۲۹، صواعق محرقہ عربی ایڈیشن ۱۴۶ اردو ترجمہ ۴۹۵

نے خاص برکتیں نازل فرمائیں حضرت ابراہیمؑ اور حضرت ابراہیمؑ کے گھر والوں پر تو حمد وستائش کا سزاوار ہے اور عظمت و بزرگی والا ہے۔(۱)

آپ کے والد گرامی حضرت علیؑ مرتضےٰ کے چند فضائل

☆ حضرت سعد بن ابی وقاصؓ سے روایت ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے فرمایا تمہیں مجھ سے وہی نسبت ہے جو ہارون کو موسیٰ علیہ السلام سے تھی فرق اتنا ہے کہ میرے بعد کوئی نبی نہیں۔(۲)

☆ ایھا الناس۔ اللہ میرا مولا ہے۔ اور میں تمہارا مولا ہوں۔ اور جس کا میں مولا ہوں اس کا یہ علی مولا ہے۔ خدایا جو اسے دوست رکھے اسے تو دوست رکھنا اور جو اس سے دشمنی کرے اس سے دشمنی کرنا جو اس کی مدد کرے اسکی مدد کرنا اور جو اسے چھوڑ دے۔ اسے چھوڑ دینا جو اس سے محبت کرے اس سے محبت کرنا، جو اس سے دشمنی کرے اس سے عداوات رکھنا۔(۳)

☆ خیبر کا قلعہ فتح نہیں ہو رہا تھا۔ آپؐ نے جنگ خیبر کے دن پرچم اسلام حضرت علیؑ کے سپرد کرتے ہوئے کہا۔ کہ میں پرچم اس شخص کے سپرد کر رہا ہوں جس سے اللہ اور اس کا رسول محبت کرتے ہیں اور وہ اللہ اور اس کے رسول سے محبت کرتا ہے۔(۴)

☆ رسول اکرمؐ نے فرمایا۔ علیؑ مجھ سے ہے اور میں علیؑ سے ہوں۔(۵)

☆ پیغمبر اسلام نے اپنے تمام اصحاب میں اخوت برقرار رکھی۔ تو حضرت علیؑ نے رو کر آنحضرت سے عرض کی۔ یا رسول اللہ آپ نے تمام اصحاب میں برادری قائم کی مگر مجھے کسی کا بھائی نہ بنایا حضور نے فرمایا: تم دنیا اور آخرت میں میرے بھائی ہو۔(۶)

---

(۱) صحیح بخاری شریف جلد۲ حدیث نمبر ۹۸ باب ۸۰۹ صفحہ ۸۹۵ بحوالہ معارف الحدیث جلد۳ باب الصلواۃ صفحہ ۲۹۸ منظور احمد نعمانی (۲) صحیح بخاری شریف، صحیح مسلم شریف ترمذی شریف، مسند احمد ابن حنبل سنن ابن ماجہ، مجمع الزوائد، جامع کنز العمال، خصائص امام نسائی۔(۳) مسند احمد ابن حنبل خصائص، امام نسائی، سنن ترمذی، سنن ابن ماجہ، جامع کنزل العمال، عمدہ القاری فی شرح بخاری، تفسیر درمنثور، تفسیر کبیر، تفسیر المنار۔(۴) صحیح مسلم شریف، سنن ترمذی شریف، سنن ابن ماجہ، خصائص امام نسائی۔(۵) صحیح بخاری شریف، سنن ترمذی شریف، خصائص امام نسائی، مسند احمد بن حنبل، سنن ابن ماجہ، جامع کنز العمال (۶) صحیح بخاری شریف، سنن ابن ماجہ، خصائص امام نسائی، مستدرک علی الصحیحین، جامع کنز العمال، مسند احمد بن حنبل۔

☆ رسول اکرمؐ نے فرمایا۔ اگر تمام آسمان و زمین ترازو کے ایک پلڑے پہ رکھ دیئے جائیں اور حضرت علیؑ کے ایمان کو دوسرے پلڑے میں رکھ دیا جائے تو پھر بھی علیؑ کے ایمان کا پلڑا بھاری ہوگا۔(۱)

☆ حضرت علیؑ کی ولادت مکہ میں کعبہ شریف کے اندر ہوئی۔ حضور نے فرمایا اے علیؑ تیری مثال کعبے کی سی ہے ہر ایک کو تیری طرف آنا چاہئے اور تجھے کسی کی طرف نہیں جانا چاہئے۔(۲)

☆ حضرت نبی اکرمؐ نے فرمایا۔ اے علیؑ دنیا میں ہر ایک ایک علیحدہ درخت سے ہے لیکن میں اور تم ایک شجر سے ہیں اور اس وقت اس آیہ شریفہ کی تلاوت فرمائی وجنات من اعناب وداع ونخیلضوان و غیرضوان سیقی بماعواحد۔(۳)

☆ آنحضرت نے بی بی فاطمہؑ سے فرمایا۔ میری بیٹی کیا تمہیں معلوم ہے کہ خدا نے تمام اہل زمین پر اپنی نظر انتخاب ڈالی۔ اور تمام خلائق میں سے ایک تیرے باپ کو منتخب کیا۔ اور دوسرے تیرے شوہر کو پھر مجھ پر وحی بھیجی کہ میں تیری شادی علیؑ سے کردوں۔(۴)

☆ نبی اکرمؐ پر سب سے پہلے ایمان لانے والے حضرت علیؑ ہیں۔(۵)

☆ صاحب نے لکھا ہے کہ جو نعمتیں خداوند تعالیٰ کی طرف سے حضرت علیؑ کو نصیب ہوئیں ان میں سے ایک یہ تھی کہ ان کی تربیت جناب رسول خدا نے خود فرمائی۔(۶)

☆ معاذ بن جبل سے روایت ہے رسول اکرمؐ نے حضرت علیؑ سے فرمایا تم باقی لوگوں سے سات چیزوں میں افضل ہو۔

(1) تم سب سے پہلے خدا پر ایمان لائے (2) عہد خدا کو پورا کرنے میں دوسروں سے افضل ہو (3) امر خدا کی بجا آوری میں اپنی مثال آپ ہو (4) عدالت میں دوسروں سے افضل ہو (5) رعیت

---

(۱) ریاض نضرہ، جامع کنز العمال، ازالہ الخفاء شاہ ولی اللہ دھلوی، تاریخ ابن خلدون۔

(۲) مستدرک علی الصحیحین، کنوز الحقائق، اسد الغابہ۔ (۳) مستدرک علی الصحیحین، درمنثور، کنوز الحقائق، ذخائر العقبیٰ۔

(۴) اسد الغابہ فی معرفۃ صحابہ، مجمع الزوائد، کنزل العمال، مستدرک علی الصحیحین، تاریخ خطیب بغدادی۔

(۵) ترمذی شریف، خصائص نسائی، امام حاکم الا استعیاب، خطیب بغدادی، اسد الغابہ کنز العمال، مجمع الزوائد، مسند احمد بن حنبل الاصابہ، ریاض نضرہ۔ (۶) جامع الصحیحین

میں عادل ترین فرد ہو(6) قضاوت میں بابصیرت ترین شخص ہو(7) خدا کے نزدیک سب سے زیادہ عالی مرتبہ ہو۔(۱)

☆ رسول اکرم ﷺ نے فرمایا: میں علم کا شہر ہوں۔ اور علیؑ اس کا دروازہ ہے جسے شہر میں آنا ہو۔ وہ دروازے سے ہو کر آئے۔(۲)

☆ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: میں حکمت کا شہر ہوں۔ اور علیؑ اس کا دروازہ ہے۔ جو حکمت چاہتا ہے وہ دروازے پر آئے۔(۳)

☆ جناب نبی اکرم ﷺ فرمایا: جو مومن ہوگا۔ وہ علیؑ سے بغض نہیں رکھے گا۔ اور جو منافق ہوگا وہ علیؑ سے محبت نہیں کرے گا۔(۴)

☆ جناب نبی اکرم ﷺ فرمایا: علیؑ مجھ سے ہے اور میں علیؑ سے ہوں اور علیؑ میرے بعد سارے مومنین کا حاکم و والی ہے۔(۵)

☆ امام احمد بن حنبل و نسائی نے زید بن ارقم و براء بن عاذب سے روایت کی ہے کہ وہ کہتے ہیں کہ آنحضرت نے حکم دیا (مسجد نبوی کی طرف کھلنے والے) سب دروازے سوائے علیؑ کے دروازے کے بند کردیئے جائیں اس پر لوگوں میں چہ میگوئیاں ہونے لگیں۔ جب آنحضرت کو یہ معلوم ہوا تو آپ منبر پر تشریف لائے۔ خداوند تعالیٰ کی حمد و ثناء کے بعد فرمایا۔ کہ بتحقیق مجھے خداوند تعالیٰ کی طرف سے حکم دیا گیا تھا کہ ان تمام دروازوں کو سوائے علیؑ کے دروازے کے بند کرادو۔ تم لوگ اس پر نکتہ چینی کرتے ہو۔ قسم ہے مجھ کو ذات باری کی میں نے نہ کسی چیز کو بند کیا ہے اور نہ کھلوایا ہے۔ لیکن مجھے ایسا حکم خدا کی طرف سے دیا گیا جس کی میں نے تعمیل کی۔(۶)

---

(۱) ریاض نضرہ (۲) اسد الغابہ، مجمع الزوائد، کنزل العمال، فیض القدیر، تہذیب التہذیب، صواعق المحرقہ، تاریخ بغداد۔ (۳) سنن ترمذی شریف، تاریخ بغداد، کنزل العمال۔

(۴) فتح باری فی شرح صحیح بخاری، جامع کنز العمال، الصحیحین، حلیۃ اولیاء۔

(۵) فتح الباری فی شرح صحیح بخاری، مسند احمد ابن حنبل، مستدرک علی الصحیحین، میزان اعتدال۔

(۶) صحیح ترمذی شریف، خصائص امام نسائی، مسند امام احمد بن حنبل، جامع کنزل العمال، مستدرک علی الصحیحین، میزان اعتدال، حلیۃ اولیاء، درمنشور۔

☆ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا۔ حق علیؑ کے ساتھ ہے اور علیؑ حق کے ساتھ ہے (۱)

☆ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:...... علیؑ قرآن کے ساتھ ہیں اور قرآن علیؑ کے ساتھ ہے۔ یہ دونوں جدا نہ ہونگے۔ حتی کہ میرے پاس حوض کوثر پر وارد ہونگے۔ (۲)

☆ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا۔ اے علیؑ تم جنت و دوزخ کے تقسیم کرنے والے ہو۔ (۳)

☆ مجمع الفوائد مین محلق بن محمد سے روایت ہے کہ میں نے عمران بن حصین کو دیکھا کہ آپ حضرت علیؑ کی طرف نگاہ گاڑ کر دیکھ رہے تھے۔ آپ سے اس کا سبب دریافت کیا گیا۔ آپ نے فرمایا علیؑ کی طرف دیکھنا عبادت ہے۔ (۴)

☆ جب آیت ''انذر عشیرتک الاقربین'' اپنے قریبی رشتہ داروں کو ڈراؤ' نازل ہوئی تو حضور نبی اکرمؐ نے حضرت علیؑ کو بلوایا اور کہا کہ دعوت کا بندوبست کرو۔ اور تمام بنی عبدالمطلب کو جمع کرو۔ تا کہ میں انہیں دعوت دے سکوں جس کا مجھے حکم دیا گیا ہے۔ حضرت علیؑ نے ایسا ہی کیا۔ تقریباً چالیس پچاس بنی ہاشم کے افراد جن میں حمزہ، ابوطالب اور عباس بھی تھے جنہوں نے خوب سیر ہو کر کھانا کھایا۔ جبکہ یہ کھانا صرف اتنا تھا۔ کہ اس سے صرف ایک آدمی سیر ہو کر کھانا کھا سکتا تھا۔ رسول اکرمؐ نے گفتگو کرنا چاہی۔ لیکن ابولہب نے مداخلت کرتے ہوئے۔ آپ کے کلام میں رکاوٹ ڈال دی۔ سب لوگ چلے گئے دوسرے دن حسب سابق سب کو بلایا اور کھانا کھلایا۔ فراغت کے بعد آنحضرت نے تقریر شروع کی۔ میں عرب میں کسی شخص کو نہیں جانتا۔ جو اپنی قوم کیلئے اس سے بہتر لایا ہو جو میں تمہارے لئے دین و دنیا کی نیکی لایا ہوں تحقیق مجھے اللہ نے حکم دیا ہے کہ میں تم کو اس امر کی طرف بلاؤں پس تم میں سے کون ہے۔ جو اس امر رسالت میں میرا وزیر ہو۔ اور میرا بھائی اور وصی وخلیفہ ہو۔ کسی نے کوئی جواب نہیں دیا۔ تیسری دفعہ حضرت علیؑ نے جو بہت چھوٹے تھے۔ جواب دیا

---

(۱) صحیح بخاری شریف باب کتمانِ حق، صحیح ترمذی شریف، جامع کنز العمال، مستدرک علی الصحیحین، تاریخ خطیب بغدادی، مجمع الزوائد۔

(۲) مستدرک علی الصحیحین، مجمع الزوائد، صواعق محرقہ۔ (۳) جامع کنز العمال، ریاض نضرہ، صواعق محرقہ۔

(۴) مسند احمد ابن حنبل، مجمع الزوائد، مستدرک علی الصحیحین، کنزل العمال، ریاض نضرہ۔

اے نبی اللہ میں آپ کا وزیر بننے کے لئے تیار ہوں۔ پس آنحضرت نے علیؑ کی گردن میں ہاتھ ڈال کر کہا۔ اس کی بات سنو اور اطاعت کرو۔ یہ میرا بھائی وصی اور خلیفہ ہے۔ تمام لوگ ہنستے ہوئے اٹھ کھڑے ہوئے۔ اور ابو طالب کی طرف مخاطب ہو کر کہا کہ اپنے بیٹے کی بات سنو اور اس کی اطاعت کرو۔(۱)

آپ کی والدہ ماجدہ حضرت بی بی فاطمۃ الزہراء علیہا السلام کے چند فضائل

☆ فاطمہؑ میرے جسم کا ٹکڑا ہے، جو اس کو ناراض کرے گا وہ مجھ کو ناراض کرے گا۔(۲)

☆ فاطمہؑ خواتین اُمت کی سردار ہیں۔(۳)

☆ فاطمہؑ اہل جنت کی خواتین کی سردار ہیں۔(۴)

☆ اضطراب میں ڈالتی ہے مجھ کو وہ چیز جو فاطمہؑ کو اضطراب میں ڈالتی ہے اور تکلیف دیتی ہے۔ مجھ کو وہ چیز جو فاطمہؑ کو تکلیف دیتی ہے۔(۵)

☆ اے فاطمہؑ! کیا تم اس بات سے راضی نہیں ہو کہ تم کو بہشت کی ساری عورتوں کا سردار بنا دیا گیا ہے یا تم سارے مومنوں کی عورتوں کی سردار ہو۔(۶)

☆ حضرت عائشہ سے پوچھا گیا۔ رسول اللہ کو کس سے سب سے زیادہ محبت ہے حضرت عائشہؓ نے کہا! فاطمہؑ سے پھر دریافت کیا گیا اور مردوں میں کہا علیؑ سے۔(۷)

☆ تمام جہاں کی عورتوں میں بہتر چار عورتیں ہیں۔ حضرت مریم بنت عمران، حضرت آسیہ بنت مزاحم، حضرت خدیجہ بنت خویلد، حضرت فاطمہؑ بنت محمدؐ۔(۸)

☆ حضرت بی بی عائشہؓ سے روایت ہے حضرت نبی کریم جب کسی سفر سے تشریف لاتے تھے تو فاطمہؑ

---

(۱) تاریخ طبری، سیرت النبی شبلی نعمانی (۲) صحیح بخاری شریف جلد ا صفحہ ۵۲۲۔ (۳) صحیح بخاری شریف باب علامات النبوت فی الاسلام صفحہ ۵۱۲۔ (۴) البدایہ والنہایہ حافظ ابن کثیر۔ (۵) صحیح مسلم شریف جلد ۲ صفحہ ۱۲۶، ترمذی شریف جلد ۲ صفحہ ۲۲۷، مشکواۃ شریف جلد ۳ صفحہ ۲۷۰، تقویۃ الایمان صفحہ ۱۱۳۸ (۶) صحیح مسلم شریف جلد ا صفحہ ۱۲۹، ۱۳۰، مشکواۃ شریف جلد ۳ صفحہ ۲۷۰، صواعق محرقہ صفحہ ۱۸۱، تقویۃ الایمان صفحہ ۱۳۸ (۷) مشکواۃ شریف جلد ۳ صفحہ ۲۷۳، ۲۷۴، ترمذی شریف جلد ۲ صفحہ ۲۲۷، تقویۃ الایمان صفحہ ۱۹۸ (۸) مشکواۃ شریف، ترمذی شریف، الاستیاب حافظ ابن البر۔

کا گلہ چومتے تھے اور فرماتے تھے میں ان سے جنت کی خوشبو سونگھتا ہوں۔ اور فرماتے مجھے اپنی بیٹی سے جنت کی خوشبو آتی ہے۔(۱)

☆ آنحضرت نے ارشاد فرمایا و:ہ دختر عمران ہے جو اپنے زمانے کی عورتوں سے بہتر تھیں لیکن میری بیٹی بہترین عالمیان، گذشتگان و آئندگان ہے جب میری بیٹی محراب عبادت میں کھڑی ہوتی ہے تو ستر ہزار ملائکہ مقربین اسکو سلام کرتے ہیں اس سے کہتے ہیں اے فاطمہؑ تم کو مبارک ہو۔ حق تعالیٰ نے آپ کو برگزیدہ کہا اور مطہر و پاکیزہ کہا اور آپ کو زنان عالمین پر اختیار عطا فرمایا۔

☆ آنحضرت نے ارشاد فرمایا...... (اے بیٹی) جو کوئی تم پر درود بھیجے گا تو خداوند کریم اس کے گناہوں کو بخش دے گا اور اس کو بہشت میں وہ مقام عطا فرمائے گا جس مقام میں میں ہونگا۔ (۲)

آنحضرت نے فرمایا۔ روز محشر اللہ تعالیٰ ارشاد فرمائیں گے۔

☆ اے اہل محشر آج کے دن بزرگواری و کرم محمدؐ علیؑ و فاطمہؑ و حسنؑ و حسینؑ کیلئے مقرر ہے اے اہل محشر اپنے سروں کو جھکا لو اور اپنی آنکھیں بند کرلو (میری خاص کنیز) فاطمہؑ بہشت میں جاتی ہے)(۳)

امام حسینؑ احادیث کی نظر میں

☆ حسنؑ و حسینؑ دونوں دنیا میں میرے پھول ہیں۔(۴)

☆ حسنؑ و حسینؑ جوانان جنت کے سردار ہیں۔(۵)

☆ حسنؑ و حسینؑ دونوں دنیا میں میری خوشبو ہیں۔(۶)

☆ حسنؑ و حسینؑ امت میں اولاد انبیاء ہیں۔(۷)

☆ حسنؑ و حسینؑ دو سبط ہیں اسباط سے۔(۸)

☆ حسنؑ و حسینؑ عرش کے گوشوارے ہیں۔(۹)

---

(۱) مسند احمد ابن حنبل، متدرک حاکم۔(۲) جلاء العیون۔(۳) جلاء العیون (۴) صحیح بخاری شریف جلد ۲ حدیث ۹۴۶۔(۵) مشکواۃ شریف جلد ۸ صفحہ ۱۵، جامع ترمذی صفحہ ۴۶۶۔(۶) مشکواۃ شریف جلد ۱ صفحہ ۱۳۲، مسند احمد بن حنبل جلد ۲ صفحہ ۸۵۔(۷) جامع صغیر صفحہ ۱۴۱۔(۸) بخاری شریف، ترمذی شریف ابن ماجد۔

(۹) کنوز الحقائق صفحہ ۱۰۸، جامع صغیر صفحہ ۱۳۱۔

☆ جس نے حسنؑ و حسینؑ دونوں سے محبت کی اس نے مجھ سے محبت کی جس نے ان دونوں سے بغض رکھا اس نے مجھ سے بغض رکھا۔(۱)

☆ اے اللہ، میں ان دونوں سے محبت کرتا ہوں۔ تو بھی ان سے محبت کر۔(۲)

☆ نبی اکرمؐ نے حضرت حسنؑ و حسینؑ کا ہاتھ پکڑا اور فرمایا کہ جو شخص مجھ سے ان دونوں سے اور ان دونوں کے ماں باپ سے محبت کرے وہ قیامت کے دن میرے درجے میں میرے ساتھ ہوگا۔(۳)

☆ علیؑ و فاطمہؑ، حسنؑ و حسینؑ سے جو صلح کرے ان سے میں بھی صلح کرنے والا ہوں جو ان سے لڑنے والا ہو میں بھی ان سے لڑوں گا۔(۴)

☆ حضرت عمرؓ بن خطاب سے مروی ہے کہ میں نے حسنؑ و حسینؑ دونوں کو دیکھا کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے کندھوں پر سوار ہیں میں نے کہا کتنی اچھی سواری تمہارے نیچے ہے پس نبی اکرمؐ نے فرمایا۔ سوار کتنے اچھے ہیں۔(۵)

☆ حضرت انسؓ فرماتے ہیں حضورؐ حالت نماز میں سجدے میں تھے کہ حسنؑ اور حسینؑ آئے اور پشت مبارک پر چڑھ گئے پس آپ نے (ان کی خاطر) سجدہ طویل کردیا (نماز سے فراغت کے بعد) عرض کیا گیا اے اللہ کے نبی کیا سجدہ طویل کرنے کا حکم آیا۔ فرمایا نہیں میرے دونوں بیٹے حسنؑ اور حسینؑ میری پشت پر چڑھ گئے تھے میں نے ناپسند کیا کہ جلدی کروں۔(۶)

☆ حضرت علی کرم اللہ وجہ سے مروی ہے کہ حضرت حسنؑ سینے سے لیکر سر تک رسول اللہ کے مشابہ تھے اور حضرت حسینؑ اس سے نیچے آپ کے مشابہ تھے۔(۷)

☆ حضرت یعلیٰ بن مرہ سے راویت ہے کہ رسول اللہ نے فرمایا حسینؑ مجھ سے ہے اور میں حسینؑ سے ہوں اللہ اس شخص سے محبت کرتا ہے جو حسینؑ سے محبت کرتا ہے۔(۸)

---

(۱) مسند احمد ابن حنبل جلد ۲ صفحہ ۲۸۸۔

(۲) صحیح بخاری شریف جلد ۲ حدیث ۲۳۴، صحیح مسلم شریف الفضائل جلد ۶ صفحہ ۱۱۲۔

(۳) صحیح ترمذی شریف باب مناقب جلد ۲ صفحہ ۱۶۷۔

(۴) سنن ابن ماجہ جلد ۱ صفحہ ۱۶۶۔(۵) مجمع الزوائد جلد ۹ صفحہ ۱۲۹، رواۃ ابو یعلیٰ فی الکبیر ورجال الصحیح۔

(۶) مجمع الزوائد جلد ۹ صفحہ ۱۸۱۔(۷) جامع ترمذی شریف جلد ۲ صفحہ ۲۱۹۔(۸) جامع ترمذی جلد ۲ صفحہ ۲۱۹۔

آپ کے خانوادے (اہلبیتؑ) کے مجموعی فضائل

نبی کے بعد ہدایت کے دو اہم متوازی ہم پلہ راستے

اے لوگو! سنو میں ایک بشر ہوں عنقریب میرے رب کا قاصد (فرشتہ اجل) میرے پاس آئے گا اور میں اسے لبیک کہوں گا۔ میں تم میں دو اہم چیزیں چھوڑے جا رہا ہوں ان میں سے ایک اللہ کی کتاب ہے جس میں ہدایت اور نور ہے۔ کتاب اللہ پر عمل کرو اور اسے مضبوطی سے تھام لو دوسرے میرے اہلبیت ہیں میں اپنے اہلبیتؑ کے بارے میں تمہیں اللہ کو یاد دلاتا ہوں۔ اس جملہ کو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے دو مرتبہ ارشاد فرمایا۔(۱)

اے لوگو! میں نے تمہارے درمیان ایسی چیز چھوڑی ہے اگر تم اس کی طرف مائل ہو تو ہرگز گمراہ نہ ہونگے۔ وہ اللہ کی کتاب اور میری عترت، اہلبیتؑ ہیں۔(۲)

میں بلایا گیا ہوں۔ اور عنقریب جانے والا ہوں۔ میں تم میں دو چیزیں چھوڑتا ہوں ان میں سے ایک دوسرے سے بڑی ہے۔ پہلی کتاب اللہ اور دوسرے میرے اہلبیتؑ پس میں دیکھوں گا کہ تم میرے بعد ان سے کس طرح کا معاملہ کرو گے۔ اور وہ ایک دوسرے سے کبھی جدا نہ ہوں گے یہاں تک حوض کوثر پر آئیں۔(۳)

اے لوگوں میں تمہارا پیشرو ہوں۔ تم حوض کوثر پر آنے والے ہو۔ اور جب تم میرے پاس پہنچو گے تو میں تم سے دو گراں قدر چیزوں کے بارے میں دریافت کرونگا۔ تم اس کا خیال رکھنا دیکھو تم میرے بعد ان دونوں کے ساتھ کیا سلوک کرتے ہو۔ پہلی گراں قدر چیز کتاب اللہ ہے کہ جس کا ایک سرا اللہ پاک کے ہاتھ میں ہے اور دوسرا سرا تمہارے ہاتھوں میں ہے تم اسے مضبوطی سے پکڑے رہنا اور گمراہ نہ ہونا۔ دوسری گراں قدر چیز میری عترتؑ و اہلبیتؑ ہیں اللہ تعالیٰ نے مجھے یہ بتایا ہے کہ یہ دونوں کبھی جدا نہ ہوں گے۔ یہاں تک کہ میرے پاس حوض کوثر پر پہنچیں۔(۴)

---

(۱) صحیح مسلم شریف جلد۲ صفحہ ۲۷۹، مشکوٰۃ شریف جلد۲ صفحہ ۱۳۹، مسند احمد ابن حنبل جلد۵ صفحہ ۱۸۶، مجمع الزوائد جلد ۹ صفحہ ۱۱۲۔ (۲) سنن ترمذی شریف صفحہ ۶۷ ۔(۳) خصائص امام نسائی، ازالۃ الخفاء شاہ ولی اللہ محدث دہلوی صفحہ ۹

(۴) جامع کنز العمال صفحہ ۹۲۔

میرے اہلبیت کشتی نوح کی مانند امت کے لئے کشتی نجات ہیں

جیش ابن العمرؓ کہتے ہیں کہ ابوذر غفاریؓ کو میں نے خانہ کعبہ کی چوکھٹ پکڑے دیکھا وہ کہہ رہے تھے: میں نے آنحضرت ﷺ کو فرماتے سنا ہے۔

تم میں میرے اہلبیت کی مثال کشتی نوح کی جیسی ہے جو شخص اس پر سوار ہوا نجات پا گیا اور جو اس سے منحرف ہوا غرق ہوا۔(۱)

حضرت عبداللہ ابن عباسؓ فرماتے ہیں

آنحضرت نے فرمایا میرے اہلبیتؑ کی مثال سفینہ نوح جیسی ہے جو اس پر سورا ہوا اس نے نجات پائی اور جو مخالف ہوا وہ ہلاک ہوا۔(۲)

میرے اہلبیتؑ امت کیلئے باب حطہ ہیں

صحابی رسول حضرت ابوسعید خدریؓ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ تمہارے درمیان میرے اہلبیتؑ کشتی نوح کی مانند ہیں جو ان کے سفینہ پر سوار ہو گیا وہ نجات پا گیا جو ان سے منحرف ہوا غرق ہو گیا اور میرے اہلبیتؑ بنی اسرائیل کے باب حطہ کی مانند ہیں جو اس دروازے میں داخل ہوا۔ اسکے گناہ بخش دیئے گئے۔(۳)

حضرت علیؑ فرماتے ہیں کہ ہماری مثال اس امت میں کشتی نوح اور باب حطہ بنی اسرائیل کی سی ہے۔(۴)

میرے اہلبیت امت کیلئے امان ہیں

مسلمہ بن الاکوعؓ سے روایت ہے کہ آنحضرت ﷺ نے فرمایا کہ ستارے اہل آسمان والوں کے لئے امان ہیں اور میرے اہلبیتؑ امت کیلئے امن و نجات کا مرکز ہیں۔(۵)

---

(۱) مستدرک امام حاکم جلد۳ صفحہ ۱۵۰ احیاء المیت سیوطی صفحہ ۱۴

(۲) جامع الصغیر صفحہ ۱۳۲، جامع کنز العمال صفحہ ۱۹۲، مستدرک امام حاکم جلد۲ صفحہ ۳۴۲۔

(۳) حافظ ابن حجر مکی صفحہ ۱۲۸ (۴) جامع کنزل العمال صفحہ ۱۹۲، سیوطی در منشور جلد ا صفحہ ۷۳۔

(۵) مسند ابی شیبہ، مسند ابویعلی، ابوعمر، الغفاری، تفسیر الکبیر۔

حضرت علیؑ سے روایت ہے کہ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا۔ ستارے اہل آسمان کیلئے امان ہیں جب ستارے جاتے رہیں گے تو آسمان والے بھی جاتے رہیں گے۔ اور جب میرے اہلبیتؑ ہلاک ہو جائیں گے تو اہل زمین والے بھی مارے جائیں گے۔ (۱)

اہلبیت امت میں اتحاد کی علامت ہیں

بی بی فاطمہؑ اپنے مشہور خطبہ میں ارشاد فرماتی ہیں۔

پروردگار نے ایمان کو لازم قرار دیا تاکہ تمہیں شرک سے پاک کرے اور ہماری اطاعت کو ملت کا نظام اور ہماری امامت کو تفرقہ سے امان کا ذریعہ قرار دیا ہماری محبت عزت اسلام ہے ہم ہمیشہ حکم دیتے رہے تم عمل کرتے رہے۔ یہاں تک کہ اسلام کی چکی ہماری بدولت چلنے لگی اور فوائد حاصل ہونے لگے۔ شرک کا نعرہ دب گیا۔ اور جنگ کی آگ بجھ گئی اور ہنگاموں کی آواز دھیمی پڑ گئی اور دین کا نظام مرتب ہو گیا۔ (۲)

اہلبیت رحمت کا گھرانہ اور علم کا معدن ہیں

رسول اکرمؐ نے فرمایا، ہم وہ اہلبیتؑ ہیں۔ جنہیں پروردگار نے پاکیزہ قرار دیا ہے ہم شجرہ نبوت اور موضع رسالت ہیں۔ ہمارے گھر ملائکہ کی آمد و رفت رہتی ہے ہمارا گھرانہ رحمت کا ہے۔ اور ہم علم کا معدن ہیں۔ (۳)

اہلبیت اوصیاء خدا ہیں

امام حسینؑ نے فرمایا: پروردگار عالم نے حضرت محمد ﷺ کو تمام مخلوقات میں منتخب قرار دیا ہے انہیں نبوت سے سرفراز کیا، رسالت کے لئے انتخاب کیا ہے اس کے بعد جب انہیں واپس بلالیا اس وقت جب وہ بندوں کو نصیحت کر چکے اور پیغام الٰہی کو پہنچا چکے تو ہم ان کے اولیاء، اوصیاء، ورثہ، اور تمام لوگوں سے زیادہ ان کی جگہ کے حقدار تھے لیکن قوم نے ہم پر زیادتی کی تو ہم خاموش ہو گئے اور ہم

---

(۱) مسند احمد بن حنبل المناقب، ابو یعلی، طبرانی معجم الکبیر، احیاء المیت سیوطی۔

(۲) بلاغات النساء صفحہ ۳۰۔

(۳) در منثور جلد ۶ صفحہ ۶۰۶ حافظ سیوطی۔

نے کوئی تفرقہ پسند نہیں کیا۔ بلکہ عافیت کو ترجیح دی جبکہ ہمیں معلوم ہے کہ ہم ان تمام لوگوں سے زیادہ حقدار ہیں جنہوں نے اس جگہ پر قبضہ کرلیا تھا۔(۱)

اہلبیت حق کے راستہ پر ہیں

حضرت علی نے فرمایا:۔ پروردگار نے ہم اہلبیتؑ کو فضیلت عنایت فرمائی ہے اور کیوں نہ ہو۔ جبکہ اس نے ہمارے بارے میں آیت تطہیر نازل کی ہے اور ہمیں تمام برائیوں سے پاکیزہ قرار دیا ہے چاہے کھلی ہوئی ہوں یا مخفی ہوں۔ ہم ہی ہیں جو حق کے راستہ پر ہیں۔(۲)

اہلبیت بہترین ریسمان ہدایت ہیں

امام زین العابدین فرماتے ہیں، اہلبیتؑ ایک مبارک شجرہ کی شاخیں ہیں اور ان منتخب افراد کی نسل ہیں جنہیں ہر رجس سے دور رکھا گیا ہے اور کمال طہارت کی منزل پر فائز کیا گیا ہے اللہ نے انہیں تمام عیوب سے دور رکھا ہے اور ان کی مودت کو قرآن میں واجب قرار دیا ہے یہی عروۃ الوثقی ہیں اور یہی معدن تقوی ہیں بہترین ریسمان ہدایت اور مضبوط ترین وسیلہ نجات ہیں۔(۳)

اہلبیت معیار حق و باطل ہیں

حضرت زید بن ارقم فرماتے ہیں کہ: رسول اکرمؐ نے علیؑ و فاطمہؑ و حسنؑ و حسینؑ سے خطاب کر کے فرمایا جس سے تمہاری جنگ ہے اس سے میری جنگ ہے جس سے تمہاری صلح ہے اس سے میری صلح ہے۔(۴)

اہلبیت کا کسی دوسرے سے قیاس نہیں کیا جاسکتا

حضرت علیؑ فرماتے ہیں: ہم اہلبیتؑ (نجیب) افراد ہیں ہماری اولاد انبیاء کی اولاد ہیں اور ہمارا گروہ اللہ کا گروہ ہے ہمارا باغی گروہ شیطانی گروہ ہے اور جو ہمارے اور دشمن کے درمیان مساوات قائم کرے وہ ہم میں سے نہیں۔(۵)

---

(۱) البدایۃ والنہایہ جلد ۹ صفحہ ۱۵۷، تاریخ طبری جلد ۵ صفحہ ۱۳۵۷ از ابوعثمان نہدی۔ (۲) تاویل آیات ظاہرہ صفحہ ۴۵۔
(۳) صواعق محرقہ صفحہ ۱۵۲، ینابیع المودۃ جلد ۲ صفحہ ۳۶۷ (۴) سنن ترمذی شریف جلد ۵ صفحہ ۲۹۹ / ۳۸۷ سنن ابن ماجہ جلد ۱ صفحہ ۵۲ / ۱۴۵۔ (۵) فضائل صحابہ احمد بن حنبل جلد ۲ صفحہ ۲۷۹۔

پیغمبر اسلام کی محبوب ترین ہستیاں

جمیع بن عمر التیمی روایت کرتے ہیں کہ میں اپنی پھوپھی کے ساتھ حضرت عائشہ کے پاس حاضر ہوا۔ اور میری پھوپھی نے سوال کیا کہ رسول اکرمؐ کی سب سے زیادہ محبوب شخصیت کون تھی؟ تو انہوں نے فرمایا فاطمہ، پھوپھی نے پوچھا اور مردوں میں؟ فرمایا ان کے شوہر وہ ہمیشہ دن میں روزہ رکھتے تھے اور رات بھر نمازیں پڑھا کرتے تھے۔(۱)

تمام کائنات سے افضل ترین خلائق

رسول اکرمؐ نے فرمایا۔ تمہارے بزرگوں میں سے سب سے بہتر علیؑ ابن ابی طالب ہیں تمہارے جوانوں میں سب سے افضل حسنؑ و حسینؑ اور تمہاری عورتوں میں سب سے بالاتر فاطمہؑ بنت محمد ہیں۔(۲)

اہلبیت دین کا آغاز و انجام ہیں

حضرت علیؑ فرماتے ہیں۔ کہ ایھا الناس! تم لوگ کدھر جارہے ہو۔ اور تمہیں کدھر لے جایا جارہا ہے اللہ نے ہمارے ذریعہ تمہارے اول کو ہدایت دی ہے اور ہمارے ہی ذریعہ آخر میں (کائنات کا) اختتام کرے گا۔(۳)

اہلبیت علم الٰہی کے خزانہ دار ہیں

حضرت امام حسینؑ نے فرمایا، ہم علم کے شجر اور نبی کے اہلبیتؑ ہیں۔ ہمارے گھر میں جبرائیلؑ کے نزول کی جگہ ہے اور ہم علم الٰہی کے خزانہ دار ہیں ہم وصی خدا کے معدن ہیں اور جو ہمارا اتباع کرے گا وہ نجات پائے گا۔ اور جو ہم سے الگ ہوجائے گا وہ ہلاک ہوجائے گا۔ یہی پروردگار کا عہد ہے(۴)

اہلبیت علم لدنی کے مالک ہیں

حضرت علیؑ فرماتے ہیں آگاہ ہوجاؤ کہ جو علوم آدم لے کر آئے تھے اور جس کے ذریعہ تمام انبیاء کو

---

(۱) سنن ترمذی شریف جلد۵ صفحہ۱۷ حدیث نمبر۳۸۷۴۔ (۲) تاریخ بغداد جلد۴ صفحہ۳۹۲

(۳) ابوبکر الحضرمی ابن شہر آشوب جلد۴ صفحہ۱۸۹ (۴) بصائر الدرجات باب۱۹ صفحہ۱۰۳

فضلیت حاصل ہوئی سب کے سب خاتم النبین ؐ کی عترت میں پائے جاتے ہیں تو آخرتم لوگ کدھر جارہے ہو۔

امام جعفر صادق علیہ السلام فرماتے ہیں :۔ہم سب انبیاء کے وارث ہیں رسول اکرمؐ نے حضرت علیؑ کو زیر کساء لے کر ایک ہزار کلمات کی تعلیم دی اور ان پر ہر کلمہ سے ہزار کلمات (علوم کے چراغ) روشن ہو گئے۔

امام محمد باقر علیہ السلام فرماتے ہیں تمہارے پیغمبر کے اہلبیتؑ کو پروردگار نے اپنی کرامت سے مشرف کیا ہے اور اپنی ہدایت سے معزز بنادیا ہے اپنے دین کیلئے مخصوص کیا ہے اور اپنے (خاص) علم سے فضلیت دی ہے پھر اپنے علم کا محافظ اور امین قرار دیا ہے اہلبیتؑ امام، داعی' قائد، ہادی، حاکم قاضی، ستارہ ہدایت، اسوہ حسنہ، عترت طاہرہ، امت وسطیٰ، صراط واضح، سبیل مستقیم، زینت نجباء، اور ورثہ انبیاء ہیں۔(۱)

اہلبیت کے تمام علوم، علم نبی کا حصہ ہیں

امام حسنؑ فرماتے ہیں ہم وہ اہلبیتؑ ہیں جنہیں علم خدا سے عالم بنایا گیا ہے اور ہم نے اس کی حکمت سے حاصل کیا ہے اور قول صادق کو سنا ہے لہذا ہمارا اتباع کرو۔تاکہ ہدایت پاؤ۔

☆ امام جعفر صادق علیہ السلام فرماتے ہیں۔اللہ نے ہماری ولایت کو فرض قرار دیا ہے اور ہماری محبت کو واجب قرار دیا ہے خدا گواہ ہے کہ ہم اپنی خواہش سے کلام نہیں کرتے ہیں اور نہ اپنی رائے سے کام لیتے ہیں ہم وہی کہتے ہیں جو ہمارے پروردگار نے کہا ہے۔

امام محمد باقر علیہ السلام فرماتے ہیں۔

اگر ہم اپنی رائے سے حدیث بیان کرتے تو اسی طرح گمراہ ہو جاتے جس طرح پہلے والے (امت کے لوگ) گمراہ ہو گئے ہم اس دلیل کے ساتھ بیان کرتے ہیں۔جسے پروردگار نے پیغمبر کو عطا کیا ہے اور انہوں نے ہم سے بیان کیا ہے ہماری ہر حدیث کی سند والدمحترم (امام زین العابدین) (امام حسینؑ) جوان بزرگواران کے والدمحترم (حضرت علی) پیغمبر اسلام اور آخر میں جبریل امین ہیں۔(۲)

---

(۱) بصائر الدرجات ۱۲۱، کتاب ارشاد جلد ۱ صفحہ ۲۳۲، تفسیر فرات کوفی ۳۳۷

(۲) بصائر الدرجات صفحہ ۵۳ اعلام الوری ۲۹۴، حلیۃ الابرار جلد ۲ صفحہ ۹۵

اہلبیت اعلم الناس ہیں

رسول اکرمؐ نے فرمایا۔...... یاد رکھو کہ میری عترت کے نیک کردار میرے خاندان کے پاکیزہ نفس افراد بچوں میں میں سب سے زیادہ ہوشمند اور بزرگوں میں سب سے زیادہ صاحب علم ہوتے ہیں۔خبردار انہیں تعلیم نہ دینا کہ یہ تم سب سے اعلم ہیں یہ نہ تمہیں ہدایت کے دروازہ سے باہر لے جائیں گے اور نہ گمراہی کے دروازے میں داخل کریں گے

امام جعفر صادق فرماتے ہیں۔

انبیاء وائمہ (اہلبیتؑ) وہ ہیں جنہیں پروردگار توفیق دیتا ہے اور اپنے علم وحکمت کے خزانہ سے وہ سب کچھ عنایت کر دیتا ہے جو کسی کو نہیں دیتا ہے انکا علم تمام اہل زمانہ کے علم سے بالاتر ہوتا ہے جیسا کہ ارشاد باری تعالیٰ ہے ''کیا جو شخص حق کی ہدایت دیتا ہے وہ زیادہ پیروی کا حقدار ہے یا وہ شخص جو اس وقت تک ہدایت بھی نہیں پاتا ہے جب تک اسے ہدایت نہیں دی جائے آخر تمہیں کیا ہو گیا ہے اور تم کیا فیصلہ کر رہے ہو'' (۱) دوسرے مقام پر ارشاد ہوتا ہے ''جسے حکمت دے دی جائے اسے خیر کثیر دیدیا گیا'' پھر جناب طالوت کے بارے میں ارشاد ہوا ہے ''اللہ نے انہیں تم سب میں منتخب قرار دیا ہے اور علم وجسم کی طاقت میں وسعت عطا فرمائی ہے اور اللہ جس کو چاہتا ہے ملک عنایت کرتا ہے کہ وہ صاحب وسعت بھی ہے اور صاحب علم بھی ہے''۔(۲)

اہلبیت علم وفہم وحکمت کا مرکز ہیں

جناب بی بی فاطمہؑ صغریٰ نے واقعہ کربلا کے بعد بازار کوفہ میں ہجوم سے خطاب کرتے ہوئے فرمایا۔اے اہل کوفہ! اے مکاری غداری اور فریب کاری کے پتلو، ہم وہ اہلبیتؑ ہیں جن کے ذریعہ پروردگار نے تمہارا امتحان لیا ہے اور بہترین امتحان لیا ہے اُسنے اپنے علم وفہم کا مرکز ہمیں بنایا ہے اور ہم اس کے علم کا ظرف فہم وحکمت کا محل اور زمین پر بندوں پر اس کی حجت ہیں اس نے ہمیں اپنی کرامت سے مکرم بنایا اور اپنے نبی کے ذریعے تمام مخلوقات سے افضل قرار دیا۔(۳)

---

(۱)(سورۃ یونس آیت ۳۵) (۲)بقرہ آیت ۲۴۷

(۳)شرح نہج البلاغہ ابن ابی الحدید معتزلی جلد ۱ صفحہ ۲۷۶ تحف العقول صفحہ ۴۴۱، احتجاج جلد ۲ صفحہ ۱۰۶

اہلبیت معدن رسالت ہیں

حضرت عبداللہ ابن عباس آیت ''فاسئلو ااہل الذکر'' کی تفسیر فرماتے ہیں کہ یہ حضرات محمد وعلیؑ فاطمہؑ وحسنؑ وحسینؑ ہیں کہ یہی اہل ذکر وعلم وعقل وبیان ہیں یہی نبوت کے اہلبیتؑ، رسالت کے معدن اور مرکز نزول ملائکہ ہیں۔

یزید کے والی مدینہ ولید بن عتبہ نے جب امام حسینؑ کو بیعت لینے کے لئے طلب کیا آپ نے فرمایا۔ اے حاکم ہم لوگ نبوت کے اہلبیتؑ ہیں اور رسالت کے معدن ملائکہ کی آمدورفت ہمارے گھر رہتی ہے اور رحمت کا نزول ہمارے گھر ہوتا ہے ہمارے ہی ذریعہ پروردگار نے (کائنات) کوشروع کیا ہے اور ہمیں پر ہر امر کا خاتمہ ہے۔(۱)

اہلبیت ستون حق ہیں

حضرت علیؑ فرماتے ہیں ہم (اہلبیتؑ) حق کے داعی، خلق کے امام اور صداقت کی زبان ہیں جس نے ہماری اطاعت کی سب کچھ حاصل کرلیا اور جس نے ہماری مخالفت کی وہ ہلاک ہوگیا۔(۲)

اہلبیت امراءالکلام ہیں

حضرت علیؑ فرماتے ہیں۔ہم (اہلبیتؑ) کلام کے امراء ہیں ہمارے ہی اندر اس کی جڑیں پیوست ہیں اور ہمارے ہی سر پر اس کی شاخیں سایہ فگن ہیں۔(۳)

اہلبیت ابواب اللہ ہیں

حضرت علیؑ فرماتے ہیں۔ پروردگار اگر چاہتا تو وہ براہ راست بھی بندوں کو اپنی معرفت دے سکتا تھا لیکن اس نے ہمیں اپنی معرفت کا دروازہ اور راستہ بنادیا ہے ہم ہی وہ چہرہ حق ہیں جن کے ذریعہ اسے پہچانا جاتا ہے لہذا جو شخص بھی ہماری ولایت سے انحراف کرے گا یا غیروں کو ہم پر فضیلت دے گا وہ راہ حق سے بہکا ہوا ہوگا اور یاد رکھو تمام وہ لوگ جس سے لوگ وابستہ ہوتے ہیں

---

(۱) مقتل ابوبکر خوارزمی جلد ۱ صفحہ ۱۸۴ ۔(۲) غررالحکم حدیث نمبر ۹۹۶۹ (۳) نہج البلاغہ خطبہ نمبر ۲۳۳۔

سب ایک جیسے نہیں ہوتے۔ بعض گندے چشمے کے مانند ہیں جو دوسروں کو بھی گندہ کر دیتے ہیں اور ہم وہ شفاف (الہیٰ) چشمہ ہیں جو امر خدا سے جاری ہوتے ہیں اور انکے ختم ہونے یا منقطع ہونے کا کوئی امکان نہیں ہے۔(۱)

اہلبیت عرفاء اللہ ہیں

رسول اکرمؐ نے حضرت علیؑ سے فرمایا یہ تین چیزیں ہیں جن کے بارے میں قسم کھاتا ہوں کہ یہ برحق ہیں تم اور تمارے بعد کے اولیاء سب وہ عرفاء ہیں جن کے بغیر خدا کی معرفت ممکن نہیں ہے وہ عرفا ہیں۔ جن کے بغیر جنت میں داخلہ ممکن نہیں ہے جنت میں وہی داخل ہوگا جو انہیں پہچانتا ہوگا۔ اور جسے وہ پہچانتے ہونگے اور یہی وہ عرفاء ہیں کہ جو ان کا انکار کرے گا یا وہ اس کا انکار کر دیں اس کا انجام جہنم ہے۔(۲)

اہلبیت ارکان عالم ہیں

رسول اکرمؐ نے حضرت علیؑ اور ان کی اولاد میں سے آئمہ کی توصیف کرتے ہوئے فرماتے ہیں یہ سب میرے خلفاء میری اولاد اور میری عترت ہیں انہیں کے ذریعہ پروردگار آسمانوں کو زمین پر گرنے سے روکے ہوئے ہے اور انہی کے ذریعے زمین اپنے باشندوں سمیت مرکز سے ہٹنے سے محفوظ ہے۔(۳)

کبھی نہ گمراہ ہونے کا آسان ترین نسخہ

ترمذی نے جابر بن عبداللہ انصاری سے روایت کی ہے اور اس حدیث کو حسن قرار دیا ہے رسول اکرمؐ نے (مجمع عام میں) یہ فرمایا۔ کہ اے لوگو! میں نے تمہارے (بچاؤ) کیلئے تم میں ایسی چیز چھوڑ دی ہے کہ اگر تم نے اسے مضبوط پکڑ لیا تو ہرگز ہرگز کبھی گمراہ نہ ہوگے اور وہ کتاب اللہ اور میری عترت ہے۔(۴)

---

(۱) مختصر بصائر الدرجات صفحہ ۵۵۔

(۲) خصال ۱۵۰/۱۹۳ از نصر العطار۔

(۳) کفایت الاثر صفحہ ۱۴۵۔ (۴) احیاء المیت سیوطی۔

روز قیامت دو چیزوں کے متعلق باز پرس کرونگا

طبرانی نے مطلب بن عبداللہ حطب اور انہوں نے اپنے باپ سے روایت کی ہے۔
رسول اکرمؐ نے فرمایا! کہ میں تم سے قیامت کے دن دو چیزوں کے بارے میں باز پرس کروں گا اور پوچھوں گا۔ کہ تم نے ان کے ساتھ کیا سلوک کیا ایک قرآن مجید ہے اور دوسری میری عترت ہے۔

قیامت کے دن چار چیزوں کے متعلق ضرور سوال ہوگا

طبرانی نے ابن عباس سے نقل کیا ہے کہ رسول اکرم ﷺ نے فرمایا۔ کہ قیامت (کے دن) کوئی شخص اپنی جگہ سے اس وقت تک ہل نہ سکے گا جب تک اُس سے چار چیزوں کے بارے میں سوال نہ کرلیا جائے گا پہلا سوال اس کی عمر کے متعلق ہوگا کہ اس نے اسے کس طرح صرف کیا۔ دوسرا سوال اس کے جسم کے بارے میں ہوگا کہ اسے کس طرح برتایا۔ تیسرا سوال اس کے مال کے حوالے سے ہوگا کہ اسے کس کام میں خرچ کیا۔ اور اسے کہاں سے لایا۔ چوتھا سوال ہم اہلبیتؑ کی محبت کے بارے میں ہوگا (کہ کس درجہ میں ان سے محبت کی)۔(۱)

تم لوگ عنقریب آزمائش میں ڈالے جاؤ گے

تم لوگ (امت) عنقریب میرے بعد میرے اہلبیتؑ کے متعلق آزمائش میں ڈالے جاؤ گے

اہلبیتؑ کی محبت سے چار فوائد حاصل ہوتے ہیں

رسول اکرمؐ نے فرمایا: اہلبیتؑ کی محبت سے انسان پر چار اثرات مرتب ہوتے ہیں۔
۱۔ خلقت (طینت) میں پاکیزگی پیدا ہوتی ہے، ۲۔ نفس میں طہارت حاصل ہوتی ہے، ۳۔ ذات میں تزکیہ پیدا ہوتا ہے، ۴۔ گناہوں کا کفارا ادا ہوتا ہے۔

محبت اہلبیتؑ کے انسانی زندگی پر اثرات

رسول اکرم ﷺ نے فرمایا۔ خدا کی قسم ہماری محبت ہر ایک کو فائدہ پہنچاتی ہے چاہئے وہ دیلم کا قیدی غلام کیوں نہ ہو۔ اور ہماری محبت اولاد آدم کے گناہوں کو اس طرح گرادیتی ہے۔ جس طرح ہوا درخت سے پتے گرادیتی ہے۔(۲)

---

(۱) احیاء المیت سیوطی۔ (۲) جامع الصغیر صفحہ ۸۷۔

اہلبیت کی محبت سے قلب میں پاکیزگی پیدا ہوتی ہے

رسول اکرمؐ نے فرمایا۔ جو شخص بھی ہم سے محبت کرتا ہے اللہ پاک اسکے دل کو پاک کر دیتا ہے اور جس کے دل کو (وہ) پاک کر دیتا ہے۔ وہ ہمارے لئے تسلیم ہو جاتا ہے اور جب ایسا ہو جاتا ہے تو پروردگار اسے سختی حساب اور ہول قیامت سے محفوظ بنا دیتا ہے۔

اہلبیت کی محبت سے ایمان میں تازگی اور حکمت کا جاری ہونا

امام حسینؑ سے روایت ہے کہ جو ہم اہلبیتؑ سے محبت کرے گا اور ہماری محبت کو اپنے دل میں ثابت کرے گا اس کی زبان سے حکمت کے چشمے جاری ہونگے اس کے دل میں ایمان ہمیشہ تازہ رہے گا۔(۱)

ایمان کا دارومدار اہلبیتؑ کی محبت پر ہے

احمد بن حنبل ترمذی نسائی اور حاکم نے مطلب سے روایت نقل کی ہے کہ انہوں نے یہ کہا کہ رسول اللہ نے ارشاد فرمایا ہے کہ اللہ پاک کی قسم کسی مرد مسلم کے دل میں اس وقت تک ایمان داخل ہی نہیں ہو سکتا۔ جب تک کہ وہ۔ اے میرے اہلبیتؑ تم کو خدا کے لئے ہے اور میرے قرابتدار ہونے کی وجہ سے دوست نہ رکھے۔(۲)

ایمان کا دارومدار محبت اہلبیتؑ پر ہے

مسلم، ترمذی اور نسائی نے زید بن ارقم سے روایت نقل کی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا ہے کہ۔ اے میری امت والو! میں اپنے اہلبیتؑ کے بارے میں تمہیں اللہ کو یاد دلاتا ہوں نیکی کے وقت اس کی رحمت اور بدی کے وقت اس کے عذاب کو نہ بھولنا۔(۳)

رسول کی محبت کے واسطے اہلبیتؑ سے محبت کرو

ترمذی اور طبرانی نے ابن عباس سے یہ روایت نقل کی ہے کہ ابن عباس کا بیان ہے کہ حضرت رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ اللہ کو اس لئے دوست رکھو کہ وہ تمہیں نعمتوں سے آسودہ کرتا ہے اور مجھے اس کی محبت کے واسطے سے دوست رکھو اور میرے اہلبیتؑ کو میری محبت کے ذریعہ

(۱) فضیل بن عمر جلد ۱ صفحہ ۱۶۷۔ (۲) احیاء المیت سیوطی۔ (۳) احیاء المیت سیوطی۔

اور واسطے سے دوست رکھو۔(۱)

دشمن اہلبیتؑ جہنم میں جائے گا

طبرانی اور حاکم نے ابن عباس سے یہ روایت نقل کی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا اگر کوئی شخص رکن اور مقام کے درمیان عبادت کے لئے گھٹنے ٹیک دے اور مسلسل نمازیں پڑھے اور روزے رکھے اور اسے اس حالت میں موت آئے۔ کہ وہ میرے اہلبیتؑ کا دشمن ہو تو وہ یقیناً جہنم میں جائے گا۔(۲)

اہلبیتِ رسولؐ سے بغض رکھنے والا منافق ہے

ابن عدی نے کتاب کامل میں حضرت ابو سعید خدری سے روایت نقل کی ہے کہ وہ کہتے ہیں کہ حضرت رسول اکرمؐ نے ارشاد فرمایا کہ جو اہلبیتؑ سے بغض اور دشمنی رکھتا ہے وہ منافق ہے۔(۳)

اہلبیت سے بغض وحسد رکھنے والا حوض کوثر سے ہٹا دیا جائے گا

رسول اکرمؐ نے فرمایا جو شخص ہم اہلبیتؑ سے بغض یا حسد کرے گا اسے قیامت کے دن آتشیں کوڑوں سے مار کر حوض کوثر سے ہٹا دیا جائے گا۔(۴)

نبی اکرم کا آخری ارشاد کہ میرے اہلبیتؑ کے بارے میں میرا لحاظ رکھنا

کتاب اوسط میں عبداللہ ابن عمر سے روایت ہے وہ کہتے ہیں کہ رسول اکرمؐ نے دنیا سے رخصت ہوتے وقت سب سے آخری ارشاد جو فرمایا یہ تھا کہ اہلبیتؑ کے بارے میں ہمیشہ میرا لحاظ رکھنا۔(۵)

اسلام کی بنیاد آل محمد کی محبت ہے

بخاری نے اپنی تاریخ میں حضرت حسنؑ بن علیؑ سے نقل کیا ہے رسول اکرمؐ کا ارشاد ہے کہ جس طرح ہر چیز کی جڑ ہوتی ہے اسی طرح اسلام کی بھی بنیاد ہے اور وہ میری اور میرے اہلبیتؑ کی

---

(۱) احیاء المیت سیوطی۔(۲) احیاء المیت سیوطی۔

(۳) احیاء المیت سیوطی۔(۴) احیاء المیت سیوطی۔(۵) احیاء المیت سیوطی۔

محبت ہے۔(۱)

اہلبیت کی محبت سے دین میں کمال حاصل ہوتا ہے

رسول اکرم ﷺ نے فرمایا میرے قبیلے اہلبیتؑ اور میری ذریت کی فضیلت ویسی ہے جیسے دنیا کے ہر شہ پر پانی کی فضیلت ہے کہ ہر شہ کی زندگی کا دارومدار پانی پر ہے۔اسی طرح میرے اہلبیتؑ عشیرہ ہیں اور میری ذریت کی محبت سے دین میں کمال پیدا ہوتا ہے۔(۲)

اہلبیت کی محبت سے پل صراط پر ثابت قدمی رہے گی

رسول اکرمؐ نے فرمایا،تم میں سب سے زیادہ صراط پر ثابت قدم سب سے زیادہ میرے اہلبیتؑ سے محبت کرنے والا ہوگا۔(۳)

ہم اہلبیت سے محبت رکھنے والا جنت میں ہمارے ساتھ ہوگا

رسول اکرم ﷺ نے فرمایا علیؑ کیا تمہیں معلوم نہیں کہ جو ہم سے محبت کرے گا اور ہماری محبت کو اختیار کرے گا پروردگار اسے ہمارے ساتھ جنت میں ساکن کرے گا جیسا کہ سورہ قمر آیت ۵۵ میں بیان کیا گیا ہے۔(۴)

اہلبیت کی محبت والا قیامت میں ہمارے ساتھ محشور ہوگا

رسول اکرمؐ نے فرمایا!

جو ہم اہلبیتؑ سے محبت کرے گا وہ قیامت میں ہمارے ساتھ محشور ہوگا اور ہمارے ساتھ داخل جنت ہوگا۔

اہلبیت کی محبت اللہ پاک تک رسائی کا ذریعہ ہے

رسول اکرمؐ نے فرمایا! میں اور میرے اہلبیتؑ بہشت کے ایک شجر سے ہیں جس کی شاخیں زمین تک پھیلی ہوئی ہیں جس نے ہمارے ساتھ تمسک کیا (جڑا رہا) اس نے خدا تک پہنچنے کی راہ کو پالیا۔(۵)

---

(۱) احیاء المیت سیوطی۔ (۲) احیاء المیت سیوطی۔

(۳) جامع کنز العمال جلد ۲ صفحہ ۹ صواعق محرقہ صفحہ ۱۸۷۔

(۴) احقاق الحق جلد ۴ صفحہ ۲۸۴۔ (۵) کنوز الحقائق صفحہ ۵۵، ذخائر العقبی عبدالعزیز۔

اہلبیت ہی "راسخون فی العلم" ہیں

حضرت علیؑ فرماتے ہیں وہ لوگ جن کا خیال ہے کہ ہمارے بجائے وہی "راسخون فی العلم" ہیں حالانکہ یہ صریحی جھوٹ ہے اور ہمارے اوپر ظلم ہے کہ خدا نے ہمیں بلند بنایا ہے اور انہیں پست قرار دیا ہے ہمیں علم عنایت کیا ہے اور انہیں اس علم سے الگ رکھا ہے ہمیں اپنی بارگاہ میں داخل کیا ہے اور انہیں دور رکھا ہے ہمارے ہی ذریعہ ہدایت حاصل کی جاتی ہے اور تاریکیوں میں روشنی تلاش کی جاتی ہے۔(۱)

اہلبیت ہی "اہل الذکر" ہیں

حضرت علیؑ سے آیت "فاسئلو اہل الذکر" کے بارے میں دریافت کیا گیا۔ آپ نے فرمایا" خدا کی قسم ہم ہی اہل ذکر ہیں اور ہم ہی اہل علم اور ہم ہی معدن تنزیل وتاویل ہیں میں نے خود رسول اکرمؐ کی زبان سے سنا ہے۔ کہ آپ نے فرمایا میں شہر علم ہوں اور علیؑ اسکا دروازہ ہے جسے بھی علم لینا ہے اسے دروازہ سے آنا ہوگا۔(۲)

اہلبیتؑ ہی آیت" کونومع الصاقین " کا مصداق ہیں

حضرت علیؑ سے روایت ہے کہ جب اللہ تعالیٰ نے یاایھاالذین امنو اتقواللّٰہ و کونومع الصادقین "اے ایمان لانے والو! اللہ سے ڈرو اور ہو جاؤ سچوں کے ساتھ " کا حکم نازل ہوا مسلمانوں نے عرض کیا اے اللہ کے رسول! کیا اس سے مراد عام (افراد) ہیں یا خاص؟ تو رسول اللہ نے فرمایا اس حکم کے مامور اور ذمہ دار تو تمام مومنین ہیں لیکن "صادقین" کا مفہوم خاص ہے میرے بھائی علیؑ کیلئے اور روز قیامت تک اس کے بعد کے اوصیاء کیلئے۔

اہلبیتؑ ہی "ومن عندہ علم الکتاب" کے مصداق ہیں

حضرت ابوسعید خدری نے رسول اکرمؐ سے پوچھا کہ آیت شریفہ "ومن عندہ علم الکتاب"" اوران کے پاس کتاب کا علم ہے " کے بارے میں دریافت کیا تو آپ نے فرمایا کہ اس سے میرا بھائی علیؑ ابن ابی طالب مراد ہے۔ امام حسینؑ فرماتے ہیں ہم

---

(۱) نہج البلاغہ خطبہ نمبر۱۴۴ (۲) شواھد التنزیل جلدا

(اہلبیتؑ) وہ ہیں کہ جنکے پاس کل کتاب کا علم اور اسکا بیان موجود ہے اور ہمارے علاوہ ساری مخلوقات میں کوئی ایسا نہیں ہے اس لئے کہ ہم اسرار الٰہیہ کے اہل ہیں۔(۱)

اہلبیتؑ ہی مفسر قرآن ہیں

حضرت علی علیہ السلام فرماتے ہیں: مجھ سے کتاب الٰہی کے بارے میں جو چاہو دریافت کرلو۔ کہ کوئی آیت ایسی نہیں ہے۔ جس کے بارے میں مجھے یہ معلوم نہ ہو کہ دن میں نازل ہوئی ہے یا رات میں صحرا میں نازل ہوئی یا پہاڑ پر۔(۲)

حضرت علیؑ فرماتے ہیں:۔

رسول اکرمؐ پر کبھی بھی آیت قرآن نازل نہیں ہوئی مگر یہ کہ مجھے سنا بھی دیا اور لکھا بھی دیا اور میں نے اپنے قلم سے لکھ لیا۔ اور پھر مجھے اسکی تاویل وتفسیر سے بھی باخبر کردیا اور ناسخ ومنسوخ، محکم ومتشابہ اور خاص وعام بھی بتادیئے۔(۳)

امام محمد باقر علیہ السلام فرماتے ہیں

اللہ نے اپنے پیغمبر کو تنزیل وتاویل دونوں کا علم دیا ہے اور انہوں نے سب علیؑ ابن ابیطالب کے حوالے کردیا اور پھر یہ علم ہمیں دیا گیا۔(۴)

آیت ''حسنہ'' سے اہلبیتؑ کی محبت مراد ہے

ابن ابی حاتم نے اللہ پاک کے اس قول جو شخص ایک نیکی کرے گا ہم اس کے نامہ اعمال میں بہت سی نیکیاں بڑھادیں گے کہ بارے میں ابن عباس کی ایک روایت نقل کی ہے جس میں انہوں نے کہا ہے کہ ''حسنہ'' نیکی سے مراد آل محمد کی مودت ہے۔(۵)

آیت "اطیعوا اللہ واطیعوا الرسول" سے مراد اہلبیتؑ ہیں

امام جعفر صادقؑ سے آیت اطیعوا اللہ واطیعوا الرسول واولا امر منکم کی تفسیر پوچھی گئی آپ نے فرمایا یہ آیت حضرت علیؑ امام حسنؑ، امام حسینؑ کے بارے میں نازل ہوئی ہے میں نے عرض کی کہ لوگ

---

(۱) شواھد التنزیل صفحہ ۱۴، مناقب ابن شہر آشوب جلد ۴ (۲) طبقات الکبریٰ جلد ۲ صفحہ ۳۳۸، تاریخ خلفاء صفحہ ۲۱۸۔
(۳) خصال صفحہ ۲۱۷، کمال الدین صفحہ ۲۸۴۔(۴) تہذیب جلد ۸۔(۵) احیاء المیت سیوطی

اعتراض کرتے ہیں کہ خدا نے ان کا نام (قرآن) میں کیوں نہیں لیا۔ فرمایا کہ جب خدا نے نماز کا حکم نازل کیا تب بھی تین رکعت چار رکعت کا نام نہیں لیا اور رسول اکرمؐ ہی نے اس کی تفسیر کی ہے اس طرح جب زکواۃ کا حکم نازل کیا تو چالیس میں ایک کا ذکر نہیں کیا اور رسول اکرمؐ نے اس کی تفسیر کی ہے یہی حال حج کا ہے کہ اس میں طواف کے سات چکر کا ذکر نہیں یہ بات رسول اکرمؐ نے بتائی۔ تو جس طرح آپؐ نے تمام آیات کی تفسیر کی ہے اسی طرح اولاد کی بھی تفسیر کردی ہے اور وقت نزول جو افراد موجود تھے ان کی نشاندہی کردی ہے۔(۱)

آیت اطاعت کی تفسیر بعد میں بنی امیہ سمیت ہر زمانے کے جابر حکمران اپنے حق میں کرتے ہوئے عوام کے سامنے اپنے کو نبی کریم کا وارث زمین پر ظل اللہ اور واجب الاطاعت قرار دیتے اور یزید بھی اپنے حق میں اسی آیت سے استدلال کرتا تھا اور اُس زمانے کے فتویٰ فروش علماء اس کی بڑھ چڑھ کر تائید کرتے تھے اور اس کے حق میں احادیث گڑھتے تھے اور اس آیت کی تشریح آج تک ملوکیت کے ظالم و جابر بادشاہ بنی امیہ سے لے کر خلافت عثمانیہ ترکی تک جمعہ کے خطبوں میں اپنے حق میں کراتے رہے۔

محبت اہلبیتؑ سے قلب کی شفاء حاصل ہوتی ہے

رسول اکرمؐ آیت "علیٰ بذکر اللہ تطمئن القلوب" کے نزول کے وقت فرماتے ہیں جو شخص اللہ رسول اور میرے اہلبیتؑ سے سچی محبت کرتا ہے تو اللہ تعالیٰ اسکے دل کو شفاء بخشتا ہے۔(۲)

میرے بعد میرے بارہ خلفاء/امیر ہونگے

جابر بن سمرہ کہتے ہیں کہ میں نے نبی اکرمؐ سے سنا کہ اسلام مسلسل طاقتور باعزت اور محفوظ رہے گا۔ بارہ خلفاء تک جو سب کہ سب قریش میں سے ہوں گے / حسب تعداد بنی اسرائیل اس امت کے بارہ خلیفہ ہوں گے۔/۔ یہ دین بارہ خلفاء تک قائم رہے گا پھر قیامت

---

(۱) شواہد التنزیل جلد۱ صفحہ ۱۹۱۔ (۲) تفسیر درمنثور سیوطی جلد۴ صفحہ ۶۴۲۔

آجائے گی۔ جب وہ ختم ہو جائیں گے تو زمین اہل زمین کو لے کر زلزلہ میں آجائے گی۔ ا۔ یہ دین غالب رہے گا۔ بارہ خلفاء تک سب کے سب قریش میں سے ہوں گے۔(۱)

---

(۱) صحیح بخاری شریف کتاب الاحکام ، صحیح مسلم شریف جلد ۵ صفحہ ۱۸۱، صحیح ترمذی شریف جلد ۹ صفحہ ۲۷، مشکوٰۃ شریف جلد ۴ صفحہ ۳۴۱، سنن ابن داؤد جلد ۴ صفحہ ۱۰۶، مسند احمد بن حنبل جلد ۵ صفحہ ۱۰۶، جامع کنز العمال جلد ۶ صفحہ ۱۹۸، فتح الباری فی شرح صحیح بخاری جلد ۱۳ صفحہ ۱۷۹، فتاویٰ عزیزی عبد العزیز محدث دہلوی، مشہور اہلحدیث محدث و مترجم بخاری شریف مولوی وحید الزمان اپنی کتاب میں لکھتے ہیں کہ ان بارہ امیروں سے آئمہ اثنا عشر یعنی بارہ امام مراد ہیں اور امارت سے دینی پیشوائی اور سرداری مراد ہے نہ کہ حکومت ظاہری۔ لغات الحدیث مؤلف وحید الزمان، حرف الف صفحہ ۶۱۔

سیرت امام حسین علیہ السلام

آپؑ خلق محمدی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور کمال علویؑ کی مثال اور تصویر تھے۔ اپنے نانا اور بابا کے فضائل اور مکارم اخلاق کے صحیح وارث اور آپ نے ان دونوں بزرگوں سے بلند فضائل اور کریم صفات اور خوبیاں اخذ کی تھیں۔

آپؑ کی عبادت

آپؑ کی ساری زندگی ہی عبادت تھی، سب کی سب کامل اطاعت تھی، آپؑ کے اوقات اللہ کے لئے اور اللہ کی راہ میں وقف تھے۔

جب ہم آپکی نماز، آپ کے حج کے بارے میں گفتگو کرتے ہیں تو صرف یہ بات کافی ہے کہ وہ رات میں ہزار رکعت نماز پڑھتے تھے، ہر سال پا پیادہ مراسم حج ادا فرماتے تھے اور اسی قسم کی دیگر عبادات بھی۔ ہم آپؑ کی وہ عبادتیں ذکر کرتے ہیں جنہیں مورخین نے بیان کیا ہے۔

۱۔ آپ نے پچیس حج پیدل اس طرح کئے کہ آپؑ کی سواریوں کو آپؑ کے ساتھ ہنکایا جاتا تھا اور آپؑ پا پیادہ مشغول سفر ہوتے تھے۔

۲۔ آپ شب و روز میں ہزار رکعت نماز پڑھتے تھے۔

۳۔ انس بن مالک سے روایت ہے۔ وہ کہتے ہیں کہ میں حسینؑ کے ساتھ نکلا تو آپ جناب خدیجہ کی قبر پر تشریف لائے۔ کچھ دیر خاموش رہے۔ پھر فرمایا اے انس مجھ سے دور چلے جاؤ۔ وہ کہتا ہے کہ میں آپؑ سے مخفی ہو گیا۔ جب آپ کا نماز میں وقوف (ٹھہرنا) طول پکڑ گیا تو میں نے آپ کو کہتے سنا:۔

''اے رب! اے وہ کہ جس کا تو مولا ہے، پس رحم فرما اس چھوٹے سے بندہ پر جس کا تو ملجاو ماویٰ ہے''

اے بلندیوں والے! تجھ پر ہی میرا اعتماد و بھروسہ ہے طوبیٰ اور خوشخبری اس کے لئے ہے جس کا تو مولا و آقا ہے۔ خوش خبری ہے اس کے لئے جو ایسا خادم ہے کہ جس کی نیند اڑ گئی ہے اور وہ

خدائے ذوالجلال کی بارگاہ میں اپنی تکلیف کی شکایت کرتا ہے۔

اپنے مولا کی محبت سے زیادہ نہ اس میں کوئی علامت ہے نہ بیماری ہے اور جب وہ جلدی میں اٹھ کر شکایت کرتا ہے اور اس کا گلا گھٹنے لگتا ہے، تو خدا اس کی دعوت کو قبول کرتے ہوئے اسے لبیک کہتا ہے۔ جب وہ تاریکی میں گڑگڑاتا ہے تو خدا اس کی عزت و اکرام کرتا اور اسے قریب کرتا ہے اس کو ندا آتی ہے: لبیک اے میرے بندے! تو میری رحمت و شفقت کے پہلو میں ہے اور جو کچھ تو کہتا ہے ہم نے اسے سن لیا ہے۔ تیری آواز کی طرف میرے ملائکہ مشتاق ہیں پس آواز تیرے لئے کافی ہے، ہم نے سن لیا ہے۔ تیری دعا میرے حجابوں میں گردش کرتی ہے۔ پس تیرے لئے وہ راز کافی ہے جسے ہم نے ظاہر کر دیا ہے۔ اگر اس کے جواب میں ہوا چلے تو دھڑام سے وہ گر پڑے، اس چیز کی وجہ سے جس نے اسے ڈھانپ رکھا ہے۔ مجھ سے سوال کر بغیر کسی رغبت، خوف اور حساب و کتاب کے کیونکہ میں اللہ ہوں۔

۴۔ جس وقت نویں محرم کی عصر کو ابن سعد امام حسینؑ علیہ السلام سے جنگ کے ارادہ سے بڑھا تو آپؑ نے اس کی طرف اپنے بھائی عباس کو بھیجا اور ان سے کہا کہ اگر ہو سکے تو جنگ کل تک کے لئے موخر کردو اور آج کی رات کے لئے مہلت لے لو تا کہ آج شب کو ہم اپنے پروردگار سے استغفار کریں، دعا مانگیں اور نمازیں پڑھیں کیونکہ وہ جانتا ہے کہ میں اس کے لئے نماز، اس کی کتاب کی تلاوت، دعا اور استغفار کی کثرت کو دوست رکھتا ہوں۔

۵۔ آپؑ کا ایک بیٹا فوت ہو گیا تو آپؑ پر حزن و ملال کے آثار نہ دیکھے گئے۔ لوگوں نے آپؑ سے اس کا سبب دریافت کیا۔ آپؑ نے فرمایا: ہم اہلبیت ہیں، جو کچھ اللہ سے سوال کرتے ہیں وہ ہمیں وہی عطا کر دیتا ہے اور جب اللہ ہماری ان چیزوں کے بارے میں، جو ہمیں محبوب ہیں، وہ کچھ چاہتا ہے جسے ہم پسند نہیں کرتے تو ہم اس کی چاہت پر ہی راضی رہتے ہیں۔

آپؑ کا احسان و کرم

انس بن مالک کہتے ہیں:

میں حسینؑ کے پاس تھا کہ آپ کی خدمت میں ایک کنیز حاضر ہوئی اور آپؑ کو ایک پھول کا

تحفہ پیش کیا۔ آپؑ نے فرمایا تو اللہ کی رضا میں آزاد ہے۔ میں نے عرض کیا وہ آپ کو ایک پھول تحفہ کے طور پر دیتی ہے جس کی کوئی قدر و قیمت نہیں اور آپؑ اس کو آزاد فرما رہے ہیں۔ آپ نے فرمایا: خدا نے ہمیں یہی ادب سکھایا ہے۔ خدا فرماتا ہے۔ "جب تمہیں تحفہ دیا جائے تو اس سے بہتر تحفہ دو یا اسے ہی لوٹا دو" پس اس کے تحفہ سے آپ کی جُود اور بخشش اس کو آزاد کرنا تھا۔

۱۔ ابو عبدالرحمان سلمی نے امام حسینؑ کے ایک بیٹے کو سورہ الحمد کی تعلیم دی۔ جب اس بچہ نے آپؑ کے سامنے اس سورہ کو پڑھا تو آپ نے پڑھانے والے کو ہزار دینار اور ہزار حلے دیئے اور اس کا منہ موتیوں سے بھر دیا۔ جب آپؑ سے اس بارے میں گفتگو ہوئی تو فرمایا: یہ جو کچھ میں نے دیا ہے اس عطا (اس تعلیم) کا کہاں مقابلہ کر سکتا ہے۔

۲۔ مسعدہ سے روایت ہے، وہ کہتا ہے کہ امام حسینؑ مساکین و فقراء کے قریب سے گزرے جنہوں نے چادر بچھائی تھی اس پر روٹیوں کے ٹکڑے پھیلائے ہوئے کھا رہے تھے۔ انہوں نے عرض کیا: اے فرزند رسولؐ تشریف لائیے۔ آپؑ ان کے قریب دوزانوں ہو کر بیٹھ گئے اور شریک طعام ہوئے۔ پھر آپؑ نے یہ آیت تلاوت فرمائی ''ان اللہ لایحب المستکبرین''۔ پھر فرمایا میں نے تمہاری دعوت قبول کی ہے تم بھی میری دعوت قبول کرو۔ پس انہوں نے آپؑ کی دعوت قبول کی آپؑ کے ساتھ اٹھ کھڑے ہوئے اور آپؑ کے در دولت پر حاضر ہوئے۔ آپؑ نے اپنی کنیز سے فرمایا جو کچھ تمہارے پاس کھانا موجود ہے لے آؤ اور سب کے ساتھ مل کر کھانا کھایا۔

۳۔ کربلا کی جنگ کے روز آپؑ کی پشت مبارک پر کچھ نشانات پائے گئے لوگوں نے ان کے بارے میں امام زین العابدینؑ سے سوال کیا۔ آپؑ نے فرمایا یہ نشان ان تھیلوں کے ہیں جن میں آپؑ بیواؤں، یتیموں اور مسکینوں کی ضروریات کی اشیاء اپنی پشت پر اٹھا کر ان کے گھروں تک پہنچاتے تھے۔

۴۔ آپؑ کے ایک غلام نے کوئی ایسا قصور کیا جو سزا کا موجب تھا۔ چنانچہ آپؑ نے حکم دیا کہ اسے مارا پیٹا جائے۔ اس غلام نے کہا: اے میرے آقا! ''والکاظمین الغیظ'' (اور غصہ کو پینے والے) آپؑ نے فرمایا: اسے چھوڑ دو اس نے کہا: میرے مولا ''والعافین عن الناس'' (اور لوگوں کو

معاف کرنے والے)۔ آپ نے فرمایا: میں نے تجھے معاف کیا: اس نے پھر کہا ''واللہ یحب المحسنین'' (اور خدا نیکی کرنے والوں کو دوست رکھتا ہے) آپؑ نے فرمایا تو خدا کی رضا کے لئے آزاد ہے اور تیرے لئے اس سے دگنا ہے جو میں تجھے دیا کرتا تھا۔

۵۔ ایک اعرابی امام حسین علیہ السلام کی خدمت میں حاضر ہوا اور عرض کیا: اے فرزند رسولؐ! میں ایک پوری دیت کا ضامن ہوا ہوں لیکن میں اس کے ادا کرنے کی پوزیشن میں نہیں ہوں۔ میں نے اپنے نفس سے کہا کہ سب سے زیادہ کریم شخص سے سوال کرو اور میں نے اہلبیتؑ رسولؐ سے زیادہ کریم کسی کو نہیں دیکھا۔ امام حسینؑ نے فرمایا: اے بھائی! میں تجھ سے تین سوال پوچھتا ہوں۔ اگر تو نے ایک کا جواب دیا تو میں تجھے ایک تہائی مال دوں گا۔ اور اگر تو نے دو سوالوں کا جواب دیا تو دو تہائی مال دوں گا اور اگر تینوں سوالوں کا جواب دیا تو دیت کی کل مالیت تجھے دے دوں گا۔ اعرابی نے عرض کیا: فرزند رسولؐ! کیا آپ جیسی بزرگ ہستی مجھ جیسے سے سوال کرے گی جب کہ آپ اہل علم وشرف ہیں؟۔

امام حسینؑ علیہ السلام نے فرمایا: ہاں! میں نے اپنے جدامجد محمد رسولؐ اللہ کو فرماتے ہوئے سنا ہے: "المعروف بقدر المعرفہ" اعرابی نے عرض کیا: اچھا آپ فرمایئے۔ اگر میں جواب دے سکا تو فبہا ورنہ آپ سے سیکھ لوں گا۔

امام حسینؑ نے فرمایا: ''ای الاعمال افضل'' کون سا عمل سب سے افضل و برتر ہے؟

اعرابی نے عرض کیا: ''الایمان باللّٰہ'' اللہ پر ایمان لانا۔

امام حسینؑ نے فرمایا: ''فما النجاہ من الھلکہ'' ہلاکت سے کس طرح نجات مل سکتی ہے؟

اعرابی نے عرض کیا: ''الثقۃ باللّٰہ'' اللہ پر وثوق اور بھروسہ سے۔

امام حسینؑ نے فرمایا: ''فمایزین المرء'' انسان کو کون سی چیز زینت دیتی ہے؟

اعرابی نے عرض کیا: ''علم معہ حلم'' وہ علم جس کے ساتھ بردباری ہو۔

آپؑ نے فرمایا: ''اگر یہ اس سے چوک جائے؟''

اعرابی نے عرض کیا: ''مال مع مروہ'' ایسا مال جس کے ساتھ مروت وانسانیت ہو۔

آپؑ نے فرمایا: اگر یہ بھی اس سے خطا کر جائے؟

عرض کیا: "فقر معه صبر" ایسا فقر جس کے ساتھ صبر ہو۔

امام حسینؑ نے فرمایا: اگر یہ بھی اس سے چوک جائے۔

اعرابی نے عرض کیا: پھر آسمان سے بجلی گرے جو اسے جلا دے، کیونکہ وہ اب اسی کا اہل ہے۔

بس امام حسین علیہ السلام نے تبسم فرمایا اور اس کی طرف ایک تھیلی پھینک دی جس میں ہزار دینار تھے اور اس کو اپنی انگوٹھی دی جس میں دو سو درہم قیمت کا ایک نگینہ تھا۔ اور فرمایا اے اعرابی (دینار) تو آپ قرض خواہ کو دیدے اور انگوٹھی اپنے مخارج میں خرچ کر۔ پس اعرابی نے یہ مال لے لیا اور کہا:

"واللّٰه اعلم حيث يجعل رسالته" (خدا ہی بہتر جانتا ہے کہ اپنی رسالت کو کہاں قرار دے)

۶۔ امام حسین علیہ السلام اسامہ بن زید کی بیماری کے دوران اس کی عیادت کو تشریف لے گئے تو وہ کہہ رہے تھے: واغماہ (ہائے میرا غم و دکھ)۔ آپؑ نے فرمایا: اے بھائی! تجھے کس چیز کا غم ہے؟ اس نے کہا مجھ پر ساٹھ ہزار درہم قرض ہے۔ امام حسینؑ نے فرمایا: وہ مجھ پر ہے۔ اس نے کہا: میں ڈرتا ہوں میں کہیں مر نہ جاؤں۔ آپ نے فرمایا: تم ہرگز نہیں مرو گے۔ یہاں تک کہ میں اس سے ادا کردوں گا۔ پس آپؑ نے اُن کے مرنے سے پہلے قرض ادا کر دیا۔

۷۔ آپؑ کے پاس انصار میں سے ایک حاجت مند آیا۔ آپؑ نے فرمایا: اے انصاری بھائی! اپنے چہرے کو سوال کرنے کی ندامت سے بچا۔ اپنی حاجت ایک رقعہ میں لکھ کر لے آ۔ میں اِنشاء اللہ اس سلسلہ میں وہ کچھ کروں گا جو تیری خوشی کا سبب ہوگا: اس نے لکھا: اے ابا عبدؑ اللہ فلاں شخص کے پانچ سو دینار میرے ذمہ ہیں اور اس نے مجھ سے ادائیگی پر اصرار کیا ہے۔ پس آپؑ اس سے بات کیجئے کہ وہ مجھے خوشحالی تک مہلت دے دے۔

جب آپؑ نے وہ رقعہ پڑھا تو گھر میں تشریف لے گئے۔ ایک تھیلی نکالی جس میں ہزار دینار تھے۔ اس انصاری کو دے کر فرمایا۔ اس سے اپنا قرض ادا کرو اور بقیہ پانچ سو دینار سے اپنے

عاشی حالات بہتر بناؤ۔ اور اپنی حاجت نہ لے جاؤ۔ مگر تین میں سے ایک کی طرف۔ صاحب دین و دیانت یا صاحب مروت و انسانیت یا صاحب حسب و کردار۔ صاحب دین کو تو اس کا دین بچائے گا اور صاحب مروت اپنی مروت کی وجہ سے شرم کرے گا۔ اور باقی رہا صاحب حسب و کردار تو وہ جانتا ہے کہ تو نے اپنے چہرے کو اس سے مکرم و باعزت نہیں سمجھا کہ تو اس کے سامنے اپنی حاجت کے سلسلہ میں پیش کرے۔ بس وہ اپنے چہرے کو اس سے بچائے گا کہ تیری حاجت پوری کئے بغیر تجھے واپس لوٹا دے۔

۸۔ ایک اعرابی مدینہ میں زیارت کے لئے آیا۔ اس نے پوچھا کہ یہاں سب سے زیادہ کریم شخص کون ہے اسے امام حسینؑ کی طرف رہنمائی کی گئی۔ وہ آپؑ کی خدمت میں حاضر ہوا۔ آپؑ کو نماز پڑھتے ہوئے دیکھا تو آپؑ کے سامنے کھڑا ہو گیا۔ اور اشعار پڑھے۔

لم يخب اليوم من رجاک و من　　حرک من دون بابک الحلقه

آج وہ شخص ناامید نہیں جو آپؑ سے امید رکھے اور جو آپؑ کے دروازہ کی کنڈی ہلائے۔

وانت جواد و انت معتمد　　ابوک قد کان قاتل الفسقه

آپؑ جواد و سخی ہیں اور آپؑ قابل اعتماد ہیں۔ آپؑ ہی کے والد گرامی فاسقین کے قاتل تھے۔

لو لا الذی کان من اوائلکم　　کانت علینا الجحیم منطبقه

اگر وہ نہ ہوتا جو آپؑ کے اوائل (پہلے بزرگوں) نے کیا، تو جہنم کی آگ ہم پر تہ بہ تہ ہوتی۔

بس امام حسینؑ نے سلام نماز کے بعد فرمایا۔ اے قنبر کیا مال حجاز میں سے کوئی چیز باقی ہے؟ اس نے عرض کیا: چار ہزار دینار ہیں۔ فرمایا: لے آؤ، کیونکہ ایک ایسا شخص آ گیا ہے جو ہم سے بھی زیادہ حق دار ہے۔ پھر آپؑ نے اپنی چادر اتاری، اس میں دینار لپیٹے اپنا ہاتھ اعرابی سے شرم کرتے ہوئے دروازے کے سوراخ سے باہر نکالا اور یہ اشعار فرمائے۔

"خذھا فانی الیک معتذر　　واعلم بانی علیک ذو شفقه

یہ لے لو۔ میں تم سے معذرت چاہتا ہوں اور جان لو کہ میں تم پر شفیق و مہربان ہوں

لو کان فی سیرنا الغداۃ عصا　　امست سمانا علیک مندفقه

اگر دنیا ہمارے ہاتھ میں ہوتی تو ہماری سخاوت کا آسمان تجھ پر موسلا دھار بارش برساتا

لکن ریب الزمان ذو غیر　　　والکف منی قلیله النفقه

لیکن زمانے کی حالت بدلتی رہتی ہے اور میرے وسائل محدود ہیں۔

پس اعرابی نے وہ دینار لے لئے اور رونے لگا آپؑ نے فرمایا: شاید تو نے ہماری عطا کو کم سمجھا ہے عرض کیا نہیں۔ لیکن آپؑ کے جود وسخا کو مٹی کس طرح کھا جائے گی۔

آپؑ کے بعض جوابات

اہلبیت علیہم السلام اسلام کے وارث اور دین کے محافظ ہیں ان ہی کے پاس علم کتاب ہے، وہی جائے پناہ، حقائق کی وضاحت کرنے والے ہیں، امام حسینؑ علیہ السلام سے پوچھے گئے بعض سوالات کے جوابات یہاں پیش کئے جاتے ہیں۔

۱۔ خوارج کے ایک سردار نافع بن ارزق نے آپؑ سے سوال کیا کہ جس خدا کی آپؑ عبادت کرتے ہیں، مجھ سے اس کی تعریف وتوصیف بیان فرمائیے آپ نے فرمایا:

اے نافع! جو اپنے دین کی بنیاد قیاس پر رکھے وہ ہمیشہ اشتباہ میں رہتا ہے۔ صحیح راستہ سے ہٹ جانے کی وجہ سے ٹیڑھا چلتا ہے اور جو ٹیڑھے راستے پر چلتا رہتا ہے۔ اللہ کے راستے سے گمراہ ہوتا ہے اور بے ڈھنگی وبد وضع باتیں کرتا ہے۔ اے ابن ارزق! میں اپنے معبود کی وہ تعریف کروں گا جو خود اس نے کی ہے۔ اس کو حواس و ادراک سے نہیں شناخت کیا جاسکتا اور نہ ہی لوگوں پر اس کا قیاس ہوسکتا ہے۔ وہ قریب ہے لیکن چمٹا ہوا نہیں ہے۔ دور ہے لیکن دوری میں انتہاء کو پہنچا ہوا نہیں وہ ایسا واحد ہے جس کا تجزیہ نہیں کیا جاسکتا۔ وہ آیات ونشانیوں کے ذریعہ مشہور ہے۔ علامات کے ساتھ اس کی توصیف کی جاتی ہے۔ کوئی عبادت کے لائق نہیں مگر وہ جو بلند وعظیم ہے۔ یہ سن کر ابن ارزق رونے لگا اور کہا آپؑ کی گفتگو کس قدر خوبصورت اور کتنی عمدہ ہے۔

۲۔ آپؑ سے پوچھا گیا کہ آپؑ خدائے عظیم کا کتنا خوف رکھتے ہیں؟ آپ نے فرمایا: قیامت کے دن مامون نہیں ہوگا مگر وہ شخص کہ جو دنیا میں خدا کا خوف رکھتا ہے۔

۳۔ آپؑ سے دریافت کیا گیا کہ فرزند رسولؐ! آپؑ نے کس حالت میں صبح کی آپؑ نے

فرمایا:

میں نے اس حال میں صبح کی کہ میرے اوپر میرا رب ہے۔ آگ میرے سامنے ہے موت میری تلاش میں ہے۔ حساب و کتاب نے مجھے گھیر رکھا ہے میں اپنے عمل کے پاس رہن ہوں وہ کچھ نہیں پا سکتا جو مجھے مرغوب و پسند ہے اور نہ ہی ناپسندیدہ کو اپنے سے دور کر سکتا ہوں۔ معاملات میرے غیر کے ہاتھ میں ہیں۔ اگر وہ چاہے تو مجھے عذاب کرے اور چاہے تو معاف کر دے پس کون سا فقیر و نادار مجھ سے زیادہ فقیر ہے۔

۴۔ آپؑ سے ایک شخص نے قرآن کی اس آیت کے بارے میں پوچھا "واما بنعمہ ربک فحدث" "اور اپنے پروردگار کی نعمت بیان کیا کر"۔ آپؑ نے فرمایا: اس کو حکم دیا ہے کہ وہ بیان کرے تمام ان نعمتوں کو کہ دین کے سلسلہ میں جو اس پر انعام کی ہیں۔

۵۔ امام حسینؑ علیہ السلام سے سوال کیا کہ خدا نے اپنے بندوں پر روزہ کیوں فرض کیا ہے؟ آپ نے فرمایا: تا کہ غنی و تونگر بھوک کا ذائقہ چکھے اور جو اضافی مال ہو اسے مساکین پر احسان و بخشش کرے۔

۶۔ بادشاہ روم نے سات چیزوں کا سوال کیا کہ جنہیں خدا نے پیدا کیا مگر وہ شکم مادر میں خلق نہیں ہوئیں۔ آپ نے فرمایا: ان میں سے پہلے آدمؑ ہیں، پھر حضرت حواؑ ہیں اور وہ کوا جو قابیل کے سامنے ظاہر ہوا۔ ابراہیم کا مینڈھا جو حضرت اسمٰعیلؑ کے بدلے ذبح ہوا۔ ناقہ صالح جو بطور معجزہ پہاڑ سے نکلا، عصاء موسوی (جو اژدھا بنا) اور وہ پرندہ جسے عیسیٰ بن مریم علیہ السلام نے بنایا۔

۷۔ اہل کوفہ میں سے ایک شخص نے آپؑ کو لکھا کہ میرے سید و سردار آقا! مجھے خیر دنیا و آخرت کی خبر دیجئے۔ آپؑ نے اس کے جواب میں تحریر فرمایا:

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔ اما بعد! جو شخص اللہ کی رضا چاہے لوگوں کی ناراضگی سے، تو خدا لوگوں کے امور کی اس کے لئے کفایت کرتا ہے اور جو شخص خدا کو ناراض کر کے لوگوں کی رضا چاہے تو خدا اسے لوگوں ہی کے سپرد کر دیتا ہے۔

آپ کی شخصیت کی چند خصوصیات

امام حسین ابن علی علیہ السلام کے متعلق۔۔۔۔الاستاد حسنؒ احمد لطفی البیرونی لکھتے ہیں۔

یعنی! ''نبوت نے ایسے گھر میں جہاں انسانیت منور و روشن ہے اور جن کا گھر رابطہ وحی خداوندی کے ذریعہ آسمان (عرش الٰہی) سے وابستہ ہے علیؑ بن ابی طالبؑ ایسے والد جو نہ صرف تاریخ عرب میں بلکہ تاریخ انسانیت میں سرنامۂ شجاعت و جواں مردی ہیں اور فاطمہؑ زہرا بنت محمدؐ مصطفیٰ ایسی مادر گرامی جو روح محمدؐ و نور رسالت کا ایک درخشندہ ٹکڑا ہیں۔انہیں دونوں مثالی والدؑ والدہ سے سوم ماہ شعبان ۴ ہجری کو ایک طفل پیدا ہوا۔یہ بچہ معمولی بچوں کی طرح نہ تھا۔بلکہ انسانیت کو شرف بخشنے والا اور معاذی الوہیت کا مظہر تھا یہی وہ بچہ ہے جو حسینؑ کے نام سے مشہور ہے''۔(۱)

ممتاز و مشہور ترک مولف قاضی محمد بہلوال بہجت زنگہ زوری آفندی اپنی کتاب ''بضیہ الفقیہ''میں لکھتے ہیں۔

''ہمیں کافی است کہ چشم روزگار علی بن ابی طالبؑ، پدرے و فاطمہؑ مادرے و مانند حسینؑ بن علیؑ ذات باشرافت پسرے ندیدہ است''(۲)

ذاتی و نسلی امتیازات و خصوصیات

وہ حسینؑ ابن علیؑ جو اپنے ذاتی و اضافی خصوصیات کی بناء پر کائنات میں اپنا جواب نہیں رکھتے۔ذاتی خصوصیات ایسی کہ سید المرسلین و خاتم النبیین حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ''انا من الحسینؑ''فرما کر اپنی ذات اقدس کو حسینؑ کی طرف منسوب کیا۔

نسلی خصوصیات و خاندانی امتیازات کا کیا کہنا۔اشرف اولاد آدمؑ سید العرب والعجم اس اعتبار سے بھی حسنین علیہم السلام کو تمام نبی آدم میں خیر الناس بتلاتے ہیں جیسا کہ ابوالموید الموفق بن احمد المکی اخطب خوارزمی تحریر فرماتے ہیں کہ ایک روز آنحضرتؐ نے خطبہ مبارکہ میں ارشاد فرمایا۔

یعنی! ''اے گروہ مسلمین! کیا میں تمہیں بتلاؤں کہ تمام لوگوں میں سب سے افضل جد و جدہ کے لحاظ سے کون ہے؟

لوگوں نے عرض کیا کہ: یارسولؐ اللہ ضرور ارشاد فرمائیے۔

---

(۱) البیرونی، دارالہلال ۱۸۔(۲) تشریح و محاکمہ، تاریخ آل محمدؐ ۱۹۹، قاضی زنگہ زوری۔

آنحضرتؐ نے ارشاد فرمایا حسنؑ و حسینؑ ہیں کیونکہ ان دونوں کا جد میں محمدؐ ہوں اور جدہ خدیجہ ہیں جو زنان جنت کی سردار ہیں جس نے سب سے پہلے میری تصدیق کی اور جو کچھ اللہ نے اپنے نبی محمدؐ پر نازل فرمایا اور اللہ اور رسولؐ پر ایمان لائیں۔ پھر فرمایا اے مسلمانو! کیا میں تمہیں بتلاؤں کہ باپ اور ماں کے اعتبار سے سب سے برتر کون ہے؟

لوگوں نے عرض کیا: ضرور! ارشاد فرمایا یہی حسنؑ و حسینؑ ہیں۔ کیونکہ ان کے باپ علیؑ بن ابی طالبؑ ہیں جو اللہ ورسول کو دوست رکھتے ہیں اور خود اللہ ورسولؐ بھی ان کو دوست رکھتے ہیں اور ان دونوں کی ماں فاطمہؑ بنتِ رسولؐ اللہ ہیں جن کو خدا نے تمام کائنات (دنیا و آخرت) میں برگزیدہ کیا ہے۔ ''پھر ارشاد فرمایا! اے مسلمانو! کیا میں تمہیں بتلاؤں کہ تمام لوگوں میں ماموں وخالہ کے اعتبار سے کون بہتر ہے؟ لوگوں نے عرض کیا! بے شک ضرور ارشاد فرمائیں۔ آنحضرتؐ نے فرمایا یہی حسنؑ و حسینؑ ہیں جن کے ماموں قاسم فرزند رسولؐ اللہ ہیں اور خالہ زینب بنت محمدؐ ہیں۔

پھر ارشاد فرمایا! کیا میں تمہیں بتلاؤں کہ سب سے بہتر چچا اور پھوپھی کے اعتبار سے کون ہے؟ ارشاد فرمایا! یہی حسنؑ و حسینؑ ہیں جن کے چچا جعفر ذوالجناحین ہیں اور جنت میں فرشتوں کے ساتھ پرواز کرتے ہیں اور پھوپھی ام ہانی بنت ابوطالبؑ ہیں۔ اس کے بعد آنحضرتؐ نے ارشاد فرمایا! خداوند! تو جانتا ہے کہ حسنؑ و حسینؑ اور ان کے جد وجدہ و باپ وماں جنتی ہیں۔ اور خالہ، ماموں چچا پھوپھی یہ سب کے سب جنتی ہیں۔ لیکن وہ جوان دونوں کو دشمن رکھتا ہے وہ جہنم میں ہوگا۔''

خصوصیت شہادت

مشہور مصری مورخ، ادیب اور نقاد الاستاذ عباس محمود العقاد لکھتے ہیں:۔

یعنی! ''تمام عالم میں شہدا کا کوئی خاندان حسینؑ شہید کے گھرانے سے زیادہ شرف ومرتبہ نہیں رکھتا۔ باعتبار اس کے کہ جس کے شہیدوں کی تعداد زیادہ ہو اور جس کی شہادت کا اثر اقتدار تمام عالم پر چھایا ہو اور جس کا تذکرہ شہادت عام طور سے کیا جاتا ہو۔ لہذا یہ کہنا کافی ہوگا کہ دنیا کی تاریخ میں صرف حسینؑ ہی کی ایسی ذات ہے کہ خود شہید (بھائی، باپ، اولاد سب شہداء) شہید کے بیٹے اور صدیوں تک ہونے والے شہداء کے باپ ہیں''

حسین علیہ السلام جامع کمالات

علامہ شہاب الدین احمد بن عبدالقادر الحفظی العجیل الشافعی، تحریر فرماتے ہیں۔

یعنی! ''اہلبیت و آل محمد مجمع فضائل علم و حلم، فصاحت و صباحت، ہدایت و ذکاوت، سخاوت و شجاعت غرض کہ جمیع فضائل و مکارم پر حاوی و فائز ہیں۔ وہ محتاج تفکر و تدبر نہیں اور نہ ان کے علوم تعلیم و تعلم، درس و تدریس، بحث و تکرار پر موقوف ہیں اور نہ ایسا ہے کہ کل وہ نہیں جانتے تھے۔ اور آج جان گئے اور اس طرح ان کے علم میں اضافہ ہوا ہو در حقیقت یہ خدا کے بخشے ہوئے کمالات ہیں جو اہلبیتؑ کو خصوصیت سے عطا ہوئے ہیں جو شخص اس امر کا انکار کرے یا اس کو چھپائے وہ ایسا ہے جو سورج کو (تمام عالم کی نگاہوں) سے پوشیدہ کرنے کی لاحاصل کوشش کرتا ہے۔''

علامہ شبرانی لکھتے ہیں کہ:۔

یعنی! ''اہلبیتِ رسالت امام حسینؑ رضی اللہ عنہ فضائل و مکارم کے اس بلند ترین مقام پر فائز ہیں کہ ثریا بھی باوجود اپنی بلندی کے آپؑ کے اوج فضل و علوم کمال کا ادراک نہیں کرسکتی۔ جب فضائل و مکارم کی دولت کو قسام ازل نے تقسیم کیا تو سب سے زیادہ حصہ آپؑ کو ملا۔

انتشارِ علوم و معارف!

علامہ شیخ عبداللہ العاملی لکھتے ہیں۔

یعنی! ''اس امر خاص میں امام حسینؑ کیلئے بکثرت اخبار و روایات ہیں جن کا شمار نہیں کیا جا سکتا۔ آپؑ کے علمی کارنامے اور فتاویٰ دنیا کو مدہوش کرنے والے ہیں۔ یہاں تک کہ ابن عمر آپؑ کے متعلق کہتے ہیں کہ غذائے علم کو خوب سیر ہو کر آپؑ نے حاصل کیا''

الاستاذ عباس محمود العقاد مصری۔۔۔۔۔ لکھتے ہیں کہ!

''اکثر علماء دین و صوفیہ اپنے قابل اعتماد نصوص علمیہ و معارف حکیمہ کو امام حسینؑ سے روایت کر کے حضرت علیؑ بن ابی طالبؑ کی طرف ان علوم کو پلٹاتے ہیں۔

علوم فقہ و لغت میں آپ کی صداقت کو جانچنے کے سلسلے میں بہت سے غرائب علوم کو آپؑ سے روایت کیا گیا ہے۔ جس طرح سے آپؑ کے پدر بزرگوار کے تسلط علوم کو جانچنے کے سلسلے میں ایسی

چیزیں روایت کی گئی ہیں۔

فصاحت و بلاغت!

دراصل حسینؑ ابن علیؑ کے کلام میں فصاحت، بلاغت بہت گہری ہے جس میں صاحبان بصارت وبصیرت کے لئے معانی کے چشمے جوش مارتے ہوئے دکھلائی دیتے ہیں۔اور غوروفکر کرنے والے ارباب دین ودیانت، حضرت کے کلام میں ڈوب کر دُرہائے معانی سے اپنے دامن کو بھر لیتے ہیں۔علامہ محمد بن طلحہ الشافعی لکھتے ہیں۔''حضرت امام حسین بن علی علیہ السلام اپنے زمانے میں ہر کلام کرنے والے سے زیادہ فصیح تھے۔فصاحت آپ کی فرمانبردار (لونڈی) اور بلاغت آپؑ کی مطیع اور حکم بجالانے والی (کنیز) تھی''حضرتؑ کے اشعار انمول جواہرات ونایاب موتی ہیں اور خوبی میں مثل اس چادر کے ہیں جو نقش ونگار میں اپنا جواب نہ رکھے۔ اسی لئے حضرتؑ اپنے عہد کے شعراء و فصحا کے لئے معیار الکلام تھے۔آپؑ کا کسی شاعر کے کلام کو سماعت فرمالینا اس کے لئے سبب شرف و افتخار سمجھا جاتا تھا اور وہ یہ سمجھتا تھا کہ استادی کی سند حاصل ہوگئی اسی لئے ہر شاعر آپؑ کو اپنا کلام سنانے کے لئے بے چین رہتا تھا۔الاستاذ عباس محمود العقاد مصری لکھتے ہیں۔''چونکہ حضرت حسینؑ ابن علیؑ کلام عرب کے ماہر وخبیر تھے اور آپؑ کے فصاحت کلام کی شہرت عام تھی اس لئے شعراء آپؑ کی عطاو بخشش کو حاصل کرنے سے زیادہ اس کے حریص رہتے تھے کہ آپؑ ان کا کلام سماعت فرمالیں۔

عدیم النظیر خطیب!

حضرت امام حسینؑ ابن علیؑ علیہ السلام صرف افصح العرب و معیار الکلام ہی نہیں تھے بلکہ عدیم النظیر خطیب بھی تھے۔لہذا ممتاز ادیب ونقاد استاذ عباس محمود العقاد مصری لکھتے ہیں۔

قدرت نے حضرت امام حسینؑ ابن علیؑ کو ایسا ملکہ خطابت عطا کیا تھا جس میں طلاقت زبان، حسن بیان، حسن صوت اور حسین اشارے سبھی کچھ موجود تھے''

یعنی ایک باکمال خطیب میں جن جن صفات کی ضرورت ہے وہ تمام صفات امام حسین ابن علی علیہ السلام میں موجود تھیں۔جن کے اجزائے ترکیبی سے خطیب شعلہ بیانی کی تخلیق ہوتی ہے وہ تمام اجزا حضرتؑ کی خطابت میں بحد کمال پائے جاتے ہیں۔

آپ کے سامنے ''بلاغۃ الحسینؑ'' ہے۔ خطبوں کو پڑھیے۔ ایسا معلوم ہوگا کہ الفاظ بول رہے ہیں، حسن بیان جلوہ نما ہے، ترنم الفاظ کا جادو چل رہا ہے اور اشاروں کی بجلیاں رہ رہ کر چمک رہی ہیں۔ ان میں ایک تڑپ اور زندگی ہے، کون سی خوبی ہے جو حضرتؑ کے کلام وخطاب میں آپ کو نہ ملے۔

آپ کے کلام میں معنوی پہلو

ذرا حضرت امام حسین بن علی علیہ السلام کے اس کلام پر نظر کریں!

جس کو آپؑ نے انقلاب دوست، مساوات پسند، برق خرمن سرمایہ داری حضرت ابوذر غفاری رحمہ اللہ سے ایسے موقع پر ارشاد فرمایا تھا جبکہ رسول اللہؐ کا یہ ممتاز ضعیف صحابی، شام سے مدینہ اور مدینہ سے ربذہ بے چارگی و بے بسی کے عالم میں جلاوطن ہو رہا تھا اور حکومت نے یہ حکم دیا کہ کوئی فرد اس مقدس اصحابی کو رخصت کرنے کے لئے نہ جائے۔

لیکن جواں سال حسینؑ اپنے ضعیف و پدر بزرگوار علیؑ بن ابی طالبؑ کے ساتھ حکومت کے حکم کی قانون شکنی کرتے ہوئے حضرت ابوذر غفاری رحمۃ اللہ کو رخصت کرنے کے لئے مدینہ کے باہر تک تشریف لے گئے اور وداع کرتے وقت کمبل پوش حضرت ابوذر غفاری رحمہ اللہ سے ارشاد فرمایا کہ:

''چچا جان! خداوندِ عالم ان حالات کو جنہیں آپ برداشت کر رہے ہیں بدلنے پر قادر ہے۔ ہر دن اس کی نت نئی شان ہے۔ لوگوں نے اپنی دنیا کو آپ کے ہاتھ سے بچایا جسے ان لوگوں سے آپ نے بچایا اس سے آپ کی بے نیازی ظاہر ہے لیکن آپ نے جس چیز سے انہیں محروم کیا وہ اس کے بہت ہی محتاج ہیں، آپ خداوند عالم سے صبر و کامیابی کی دعا کیجئے اور فریاد واویلا کرنے سے پناہ مانگیے۔ کیونکہ صبر دین کا رکن اور بزرگی کی علامت ہے اور لالچ رزق کو آگے نہیں لاسکتا اور نہ فریاد و واویلا مصائب کو ٹال سکتا ہے۔

جو لوگ کہ کسی شخصیت کو اس کے کلام سے معلوم کر لیتے ہیں۔ وہ یقیناً یہ کہنے کے لئے مجبور ہونگے کہ یہ موعظہ نہیں بلکہ حسینؑ ابن علیؑ کی حیات طیبہ کا

شعار (Mottoemblam) ہے۔ جیسا کہ استاد عباس محمود العقاد مصری لکھتے ہیں کہ۔

''گویا ان کلمات میں امام حسینؑ ابن علیؑ نے اپنی پوری زندگی کو اپنی ولادت سے لے کر وقت شہادت تک کے حالات کو سمو دیا ہے اور آپ کے یہ کلمات شعار حیات ہیں۔''

جس طرح حسینؑ ابن علیؑ نے جرات اور بے باکی کے ساتھ حکومت جابر کو ٹوکا ہے۔ اور اس کی بداعمالیوں کو اس کے سامنے پیش کر دیا ہے کوئی دوسرا تاریخ عالم میں نہیں ملتا۔ کسی آمر مطلق یا سلطان جابر کے سامنے کس کی یہ مجال ہے جو اس کے سیاہ اعمال نامہ کو پیش کرنے کی جرات کرے جبکہ اس آزادی فکر کے دور میں موجود جمہوری حکومتوں میں بھی بے خوفی کے ساتھ فرضی جمہوری نظام کی سیاہ کاریوں کے خلاف آج کوئی آواز بلند نہیں کر سکتا لیکن حسینؑ ابن علیؑ کی ہمت اور جرات کو ملاحظ فرمایئے کہ آپؑ نے حضرت امیر معاویہؓ کے خلاف ان کے مظالم پر کس بے باکی کے ساتھ احتجاج فرمایا۔

مختصراً یہ کہا جا سکتا ہے کہ جامعہ اسلامیہ میں دور جاہلیت کے آداب و رسوم نے کلی طور پر جگہ حاصل کر لی تھی اسی لئے زبان حال سے امام حسینؑ ابن علیؑ نے یہ ارشاد فرمایا کہ :۔

یعنی! ''اگر میرے نانا محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے دین کے استحکام اور بقاء کے لئے میرے خون کی ضرورت ہے تو اے خون آشام تلوارو، یہ میرا بدن تمہارے لئے موجود ہے اسے لے لو!''

اور ایک ختم و آخری جنگ کرنے کے لئے میدان جہاد میں آ گئے۔

علامہ شیخ عبداللہ العالیلی البیرونی نے بالکل صحیح لکھا ہے کہ۔

''اس سے پہلے حسینؑ کے جد پیغمبر اسلام نے فکر و ذہنیت بت پرستی کے خلاف جنگ کر کے اس کو مٹایا لیکن حسینؑ سبط رسول اللہ نے سماجی بت پرستی کے خلاف جنگ فرمائی۔''

ارباب سیر و تاریخ کا بیان ہے کہ حضرت امام حسنؑ اور حضرت امام حسینؑ علیہ السلام مسجد نبویؐ میں تشریف فرما تھے کہ ایک تھکا ماندہ اعرابی مسجد میں داخل ہوا اس نے امام حسنؑ ابن علیؑ ابن ابیطالبؑ علیہ السلام کو دریافت کیا۔ لوگوں نے بتایا کہ آپؑ یہاں تشریف فرما ہیں۔

یہ سن کر اعرابی نے کہا کہ۔ ''مجھے تو انہی سے مطلب ہے''

کسی نے سوال کیا ''تم ان سے کیا چاہتے ہو؟''

اعرابی نے جواب دیا

''میں نے سنا ہے کہ یہ لوگ بڑے فصیح و بلیغ اور ماہرین زبان عرب ہیں۔ میں لق و دق صحرا بیابان پہاڑوں اور گھاٹیوں کو طے کر کے دور و دراز سے یہاں صرف اس لئے آیا ہوں کہ ان سے ادبی مباحثہ کروں اور مغلق کلام عرب کو دریافت کر کے ان کا امتحان لوں۔''

یہ سن کر ایک صاحب نے امام حسینؑ ابن علیؑ کی طرف اشارہ کر کے کہا یعنی ''پہلے اس نوجوان سے پوچھو'' پھر ان کے بزرگ سے دریافت کرنے کا حوصلہ کرنا۔

اعرابی نے بڑھ کر امام حسینؑ ابن علیؑ کو سلام کیا۔ آپؑ نے جوابِ سلام کے بعد دریافت کیا: آپ کہاں سے تشریف لائے ہیں؟ اعرابی نے جواب دیا ''**انی جئتک من الھوقل و العجعلل و الاینم و الھمھم**'' اعرابی کے کلام کو سماعت فرما کر مسکرائے اور ارشاد فرمایا: ''اے اعرابی! تم نے ایسا کلام کیا جس کو علماء کے علاوہ کوئی نہیں سمجھ سکتا۔''

☆ اس نے عرض کیا ''جی ہاں! میں ایسا ہی کلام! مغلق الفاظ غریب بولنے کا عادی ہوں، کیا آپؑ میرے انداز کلام کے مطابق اور اسی طرز پر جواب دے سکتے ہیں؟''

☆ حضرت امام حسینؑ ابن علیؑ نے ارشا فرمایا: اچھا! تم کلام تو کرو میں ویسا ہی جواب دوں گا۔

☆ وہ کہنے لگا ''آپؑ جانتے ہیں کہ میں بدوی ہوں اور ہم لوگ اکثر و بیشتر مقال (گفتگو) شعر میں کرتے ہیں۔''

☆ حضرتؑ نے ارشاد فرمایا: نظم کی پابندی ہی سہی، شعر ہی میں کلام کرو، میں بھی اُسی طرز و اسلوب کے اشعار میں تم کو جواب دوں گا۔

☆ یہ سن کر اعرابی نے نو شعر پڑھے،

☆ ابھی وہ اشعار ختم بھی نہیں کرنے پایا تھا کہ حضرتؑ نے فوراً ہی بغیر فکر و تامل فی البدایہ نو

شعر اُسی وزن وقافیہ اور معانی ومطالب کی پابندی کے ساتھ ارشاد فرمائے۔

اس کے بعد حضرتؑ نے اعرابی کے پہلے جملہ کی شرح فرمائی کہ: ہرقل شاہ روم کا نام ہے لیکن اعرابی نے اس سے زمین روم کو مراد لیا ہے۔ "الجعلل" کھجور کے چھوٹے درختوں کو کہتے ہیں "الائیتم" ایک قسم کی گھاس ہے جو سرزمین روم میں بکثرت ہوتی ہے۔ "**الھمھم**" وہ کنواں جس میں بہت زیادہ پانی ہو۔ ایسے کنویں سرزمین روم میں زیادہ پائے جاتے ہیں۔

آپؑ نے بتلایا کہ اعرابی کا مطلب یہ تھا کہ میں سرزمین روم سے آیا ہوں جہاں کی طبعی خصوصیات یہ ہیں کہ وہاں کھجور کے چھوٹے درخت زیادہ ہوتے ہیں "ایتم" گھاس بکثرت اگتی ہے اور گہرے پانی والے کنویں بہت ہوتے ہیں۔

یہ سن کر اعرابی کہنے لگا۔

یعنی "میں نے آج تک مثل اس نوجوان لڑکے کے کسی کو بھی اتنا بڑا فصیح اللسان عربی زبان پر قدرت رکھنے والا نہیں دیکھا۔"

☆ یہ سن کر حضرت امام حسنؑ علیہ السلام نے ارشاد فرمایا "کیوں نہ ہو اے اعرابی! تم جانتے ہو یہ نوجوان کون ہے"؟

☆ حضرت امام حسنؑ علیہ السلام سے فی البدیہ یہ اشعار جو اسی ردیف وقافیہ اور وزن پر اعرابی نے سنے تو وجد کرنے لگا اور بیساختہ بول اٹھا: خدا کی قسم! آپؑ دونوں بھائیوں کے مثل لانے سے دنیا عاجز ہے۔ بخدا! اب میں آپؑ دونوں کا شیدائی ہو کر واپس ہو رہا ہوں۔(۱)

حضرتؑ نے سرزمین روم پر کبھی قیام نہیں فرمایا تھا، اور نہ ہی ان الفاظ غریبہ کا پہلے مشاہدہ کیا تھا۔ اس لئے ان الفاظ غریبہ سے کوئی ماہر لغتِ ارض روم کو نہیں سمجھ سکتا۔ زیادہ سے زیادہ لغوی مفہوم کو سمجھتا لیکن منطوق سے مفہوم حقیقی کی طرف کبھی نہیں متوجہ ہو سکتا۔ جب تک کہ جغرافیہ طبعی، اور نیچرل ہسٹری کا پورا علم اس کو نہ ہو، لیکن آج سے تیرہ سو برس پہلے عرب میں ان علوم سے کون واقف ہو سکتا تھا، سوائے ایسے عالمان ربانی کے جن کو خود خالق کائنات نے تعلیم دے کر ہدایت خلق کے لئے بھیجا تھا، صرف یہی ایک واقعہ نہیں، بلکہ آپؑ کا ہر کلام اس امر کا کھلا ثبوت ہے کہ یہ حضرات افصح العرب واعلم فی الناس تھے۔

---

(۱) "مطالب السول" محمد بن طلحہ الشافعی ۲۳۸، ۲۳۹ طبع لکھنو

حسینؑ ابن علیؑ! نے اپنی شمشیر وتیغ زبان سے آزادی کی راہ دکھلائی!

☆ ممتاز عالم، علامہ علایلی نے یہ بات بالکل درست کہی ہے کہ۔

یعنی: "حسینؑ ابن علیؑ نے سماجی بت پرستی سے لڑنے کا راستہ دکھلا دیا اور جنگ آزادی کے جواز کو عملاً بتلا دیا۔"(۱)

☆ میدان کربلا میں آپ حسینؑ ابن علیؑ کو دیکھیں گے کہ تلوار کے ساتھ ساتھ آپؑ نے اپنی خداداد خطابت سے کتنا کام لیا ہے۔ آپ تاریخ عالم کی ورق گردانی کیجئے تو آپ کو کوئی ایسا دوسرا مجاہد خطیب نہ ملے گا، سوائے حسینؑ ابن علیؑ ابن ابی طالبؑ علیہ السلام کے۔

☆ روز عاشورا جب کہ اشقیا کے لشکر میں حسینؑ ابن علیؑ کی آواز کو دبانے کی کوشش کی جارہی تھی، شور وغل برپا تھا، جنگی باجے بج رہے تھے، سواروں کی نقل وحرکت اور ان کے گھوڑوں کے ہنہنانے کی آوازوں سے کربلا کا صحرا گونج رہا تھا۔ یہ حسینؑ ابن علیؑ ہی کی آواز میں قوت تاثیر تھی جس نے دفعتہً سب کو خاموش کر دیا اور ایسا معلوم ہوتا تھا کہ صحرا میں کوئی نہیں ہے قریب وبعید ہر متنفس نے حسینؑ ابن علیؑ کی تقریر کو سنا اور سمجھا لشکر یزید میں کوئی یہ نہ کہہ سکا کہ ہم نے حسینؑ ابن علیؑ کے خطبے کو نہیں سنا۔(۲)

عالم دین استاذ احمد زکی صفوت لکھتے ہیں کہ۔

"دراصل فصاحت و خطابت اہلبیتؑ کی فطرت وطبیعت میں داخل ہے اور یہ چیز تو آنحضرتؐ سے میراث میں ملی ہے زمانہ جاہلیت اور عہد اسلام میں ہر دور میں یہ خاندان اس میں ممتاز رہا ہے۔ زمانہ جاہلیت ہی سے ہاشمی گھرانا فصاحت وبلاغت کا شیریں وخوشگوار چشمہ رہا ہے۔ آپؑ کے جد اعلیٰ کعب بن لوی جو حضرت علیؑ اور رسول اللہؐ کی ساتویں پیڑھی میں ہیں، عرب کے خطیبوں میں سب سے مقدم ہیں۔ جب ان کا انتقال ہوا تو عربوں نے اس کو ایک عظیم قومی سانحہ سمجھا اور بطور یادگار ان کے ارتحال کے سال سے عام الفیل کے زمانے تک اس سے تاریخ کا شمار کرتے رہے۔ اسی طرح آپؑ کے اجداد میں قصیٰ، ہاشم، عبدالمطلب، ابوطالب (اور امام حسینؑ کے والد بزرگوار حضرت علیؑ جو تمام

---

(۱) ایام حسین ۳۷ طبع بیروت۔ (۲) ابو الشہداء للعقاد صفحہ ۱۸۳ طبع مصر۔

دنیائے عرب میں علی الاطلاق امام الخطباء ہیں) ان سب کا شمار اہم خطباء عرب میں ہوتا ہے۔

حضرتؑ کے جد ذی الاحترام نامدار حضرت محمد مصطفیٰ رسالتمآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم افصح من نطق بالضاد و افصح الخلق علی الاطلاق'' ہیں۔

☆ اور آپکے پدر بزرگوار افصح الناس، افصح الخطبا علی الاطلاق بعد رسول اللہ و امام الخطبا تھے۔

☆ اور آپؑ کی والدہ گرامی جناب فاطمہؑ زہرا سلام اللہ علیھا، ایسی خطیبہ تھیں کہ آپ کے خطبے ''بلیغ الخطیب وخوالد الکلم'' ہیں، معرفت قرآن، بلاغت کلام و فصاحت بیان کے اعتبار سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ خود رسولؐ اللہ بول رہے ہیں۔

☆ امام حسینؑ کے برادر گرامی قدر امام حسنؑ علیہ السلام ایسے شعلہ بیان خطیب تھے کہ دشمن بھی آپؑ کے کمال خطابت کا اعتراف کرنے کے لئے مجبور ہوئے۔(۱)

☆ امام حسینؑ ابن علیؑ کی ہمشیرگان ''عالمہ غیر معلّمہ وفہیمہ غیر مفہمہ، جناب زینبؑ و جناب ام کلثومؑ نے بازار کوفہ و شام اور دربار ابن زیاد اور دربار یزید میں ایسے پرزور و پراثر خطبے ارشاد فرمائے کہ سننے والے یہ کہنے لگے کہ۔

''گویا کہ امیر المومنین حضرت علیؑ ابن ابی طالبؑ کی شمشیر زبان کام کر رہی ہے''

بازار کوفہ میں جہاں ہزاروں انسانوں کی چیخ و پکار، شور و غوغا سے کان پڑی آواز نہیں سنائی دیتی تھی یہ شریکۃ الحسینؑ ہی کا کام تھا کہ جب

آپؑ نے اشارہ کر کے خاموش ہو جانے کا حکم دیا، تو تمام آوازیں رک گئیں کسی نے سانس تک نہ لیا، ایسا معلوم ہوتا تھا کہ یہ شہر و بازار نہیں بلکہ ایک سنسان بیابان ہے۔

اسی خاموشی اور سناٹے کے عالم میں آپؑ نے ایک فصیح و بلیغ خطبہ ارشاد فرمایا' ایسا معلوم ہوتا تھا کہ الفاظ آپؑ کے دہن مبارکہ سے نکل رہے تھے، برق شرر بار جو گر گر کر لوگوں کو بے جان بنا رہی ہے لوگ اپنے ہاتھوں سے اپنے منہ ڈھانپ کر رو رہے تھے، حیران و ششدر تھے، ادھر آپؑ نے کلام کو ختم کیا، ادھر ایک ضعیف انسان نے آگے بڑھ کر یہ کہا کہ۔

---

(۱) بحوالہ۔ بلاغات النساء، ابی الفضل احمد بن طاہر، متوفی ۲۸۰ طبع قاہرہ۔ مصر☆ والبلاغۃ الفاطمیہ، خطب فاطمۃ الزہرا طبع نجف اشرف، عراق) بحوالہ۔ مقتل الحسین لابی المویدہ، الموفق احمد بن مکی'' خطبہ خوارزم جلد ۱ صفحہ ۱۱۹ طبع مصر

''اے آل محمدؐ! میرے باپ اور ماں فدا ہوں، آپ کے بوڑھے بہترین بوڑھے ہیں اور آپ کے جوان بہترین جوان ہیں، اور آپ کی خواتین بہترین زنان ہیں، اور آپ کی نسلیں بہترین نسل ہیں، اور آپ کو کوئی ذلیل ورسوا نہیں کرسکتا۔''

☆ خطابت پر یہ اقتدار وتسلط حسینؑ ابن علیؑ مظلوم کربلا نے روز عاشورا سرزمین کربلا پر دکھلایا تھا۔ یا جب آپؑ کی ہمشیرہ جناب زینبؑ اسی اقتدار کو بازار کوفہ میں دنیا کے سامنے پیش کررہی ہیں۔

☆ استاد عقاد! بالکل صحیح فرماتے ہیں کہ۔

''آفت ومصیبت کے اس دردناک سفر میں جو بڑے بڑے مردوں کی ہمتوں کو پست کردے محمدؐ کی نواسی، علیؑ کی بیٹی اور حسینؑ کی بہن جناب زینب علیہا السلام نے اپنے نسب شریف کی خصوصیت کو اپنی بلندیٔ ہمت وشجاعت سے ظاہر کردیا۔''

آپ کے چند اقوال زریں ۔

☆ وہ قوم کبھی فلاح نہیں پاسکتی جو خدا کو ناراض کرکے مخلوق کی مرضی حاصل کرنا چاہے۔

☆ قیامت کے دن اسی کو امن وامان حاصل ہوگا جو دنیا میں خدا سے ڈرتا رہا ہو۔

☆ لوگ دنیا کے غلام ہیں، اور دین ان کی زبانوں کا چٹخارہ ہے، جب تک (اُن کے دین کے نام پر) معاش کا دارومدار ہے دین کا نام لیتے رہتے ہیں اور جب مصیبت میں مبتلا ہوتے ہیں تو اس وقت دینداروں کی تعداد کم ہوجاتی ہے۔

☆ جو شخص خدا کی نافرمانی کرکے اپنا مقصد حاصل کرنا چاہتا ہے، اس کے حصول مقصد کا راستہ بند ہوجاتا ہے اور بہت جلد خطرات میں گھر سکتا ہے۔

☆ میں موت کو سعادت اور ظالموں کے ساتھ زندگی کو ننگ وعار سمجھتا ہوں۔

☆ جو لوگ خدا کی عبادت (جنت) کی خواہش کے لئے کرتے ہیں ان کی عبادت تاجروں کی عبادت ہے اور جو لوگ خدا کی عبادت (دوزخ) کے خوف سے کرتے ہیں انکی عبادت غلاموں کی عبادت ہے اور جو لوگ خدا کی عبادت شکرادا کرنے کے لئے کرتے ہیں وہ آزاد لوگوں کی عبادت ہے اور یہی سب سے افضل عبادت ہے۔

☆ لوگوں کی حاجتوں کا تم سے متعلق ہونا تمہارے اوپر خدا کی بڑی نعمت ہے لہذا نعمتوں کو (یعنی صاحبان حاجت کو) رنج نہ پہنچاؤ کہیں وہ نعمت عذاب میں نہ بدل جائے۔

☆ جو خدا کو ناراض کر کے لوگوں کی خوشنودی حاصل کرنا چاہے تو خدا اس کو لوگوں پر ہی چھوڑ دیتا ہے۔

☆ جس کا مددگار خدا کے علاوہ کوئی نہ ہو، خبردار! اس پر ظلم نہ کرنا۔

☆ جو تمہارا دوست ہوگا وہ تمہیں (برائیوں سے) روکے گا اور جو تمہارا دشمن ہوگا وہ تمہیں (برائیوں پر) ابھارے گا۔

☆ عقل صرف حق کی پیروی سے کامل ہوتی ہے۔

☆ اہل فسق و فجور کی صحبت بدنامی کی بات ہے۔

☆ خوف خدا میں گریہ وزاری کرنا دوزخ سے نجات کا ذریعہ ہے۔

☆ ایک شخص سید الشہداءؑ کے پاس آیا اور بولا: میں گنہگار شخص ہوں اور خود کو گناہوں سے روک نہیں سکتا۔ لہذا مجھے کچھ نصیحت فرمائیے۔

امام حسین علیہ السلام نے فرمایا۔ پانچ کام کرلو اس کے بعد جو گناہ چاہو کرو۔

۱۔ خدا کا رزق نہ کھاؤ پھر جو جی چاہے کرو۔

۲۔ خدا کی حکومت سے نکل جاؤ پھر جو جی میں آئے کرو۔

۳۔ ایسی جگہ تلاش کرلو جہاں تم کو خدا نہ دیکھ سکے وہاں جیسا گناہ چاہو کرو۔

۴۔ جب ملک الموت روح قبض کرنے آئے تو اس کو اپنے پاس سے دور کردو اس کے بعد جو گناہ چاہو کرلو۔

۵۔ جب (داروغہ جہنم) مالک تم کو جہنم میں ڈالے تو اس میں نہ جاؤ اور جو گناہ چاہو کرو۔

☆ جس فعل پر معذرت کرنا پڑے وہ کام ہی نہ کرو۔ اس لئے کہ مومن نہ برا کام کرتا ہے نہ معذرت کرتا ہے اور منافق روز برائی کرتا ہے اور روز عذر خواہی کرتا ہے۔

☆ جلد بازی (ایک قسم کی) بیوقوفی ہے۔

☆ جو اہل فکر نہ ہو اس کے ساتھ بحث ومباحثہ اسباب جہالت کی علامت ہے۔

☆ اعلیٰ اخلاقی اقدار کے حصول میں ایک دوسرے پر سبقت کی کوشش کرو اور معنوی خزانوں کے لئے جلدی کرو۔

☆ جس نے سخاوت کی اس نے سرداری حاصل کی، جس نے بخل کیا وہ ذلیل ہوا۔

☆ سب سے زیادہ سخی وہ ہے جو اُن کو بھی دے جن سے اسے کوئی امید نہ ہو۔

☆ جو کسی مومن کی کرب و بے چینی کو دور کرے خدا اسکی دنیا و آخرت کی بے چینی کو دور کرتا ہے۔

☆ جب تم سنو کہ کوئی شخص لوگوں کی عزتوں تک پہنچتا ہے تو کوشش کرو کہ وہ تم کو نہ پہچان سکے۔

☆ حضرت امام حسینؑ سے پوچھا گیا: بے نیازی کیا ہے؟ فرمایا: آرزوں کا کم ہونا اور جتنا اس کے لئے کافی ہو اس پر راضی ہونا۔

☆ اپنی حاجت صرف تین قسم کے افراد سے بیان کرو۔

۱۔ دیندار سے ۲۔ جوانمرد سے ۳۔ باشخصیت سے۔

☆ کسی کے سامنے سوال کرنا شائستہ نہیں مگر یہ کہ بہت زیادہ قرض ہو یا انسان ذلت آمیز فقر میں مبتلا ہو یا اس کو بہت زیادہ مالیت کی دیت یا نقصان ادا کرنا ہو۔

☆ جس کا کام کرنا چاہتے ہو، اس کو اس شخص کی طرح انجام دو جو یہ جانتا ہے کہ ہر گناہ کی سزا ہے اور نیکی کی جزا ہے۔

☆ سلام کے ستر ثواب ہیں: ۶۹ ثواب تو سلام کرنے والے کو اور ایک جواب دینے والے کو ملتا ہے۔

☆ جب تک (آنے والا) سلام نہ کرے اس کو اندر آنے کی اجازت نہ دو۔

☆ اپنے برادر (مومن) کے پس پشت وہی بات کہو جو تم کو پسند ہو کہ تمہارے پس پشت تمہارے بارے میں کہی جائے۔

☆ اے خدا! تو جانتا ہے جو کچھ ہم نے کیا وہ مال دنیا اور قدرت حاصل کرنے کے لئے نہیں تھا بلکہ ہمارا ہدف یہ تھا کہ دین کو قائم رکھیں اور معاشرے کی اصلاح کریں تا کہ مظلوم لوگ ظالموں کے شر سے نجات حاصل کر سکیں اور واجبات، سنت اور اسلامی قوانین پر عمل ہو سکے۔

☆ اپنی زندگی کی قسم رہبر وہی ہے جو قرآن پر عمل کرتا ہو، عدالت پر عمل پیرا ہو، حق کا پیرو کار ہو اور خدا

کی خاطر اپنے نفس پر قابو رکھے۔

☆ ہم اہلبیتؑ ظاہری حکومت پر براجمان لوگوں سے زیادہ حکومت کے مستحق ہیں۔

☆ ایسے لوگوں میں سے نہ ہونا جو دوسروں کے گناہوں کے بارے میں فکرمند اور اپنے گناہوں سے غافل رہتے ہیں۔

☆ اللہ تعالیٰ کی جانب سے بندے کو استدراج (مہلت دینے) کے معنی یہ ہیں کہ اسے فراوانی کے ساتھ نعمتیں دے لیکن شکر کو اس سے سلب کر لے۔

☆ وہ بات اپنی زبان پر نہ لاؤ جس سے تمہاری قدر کم ہو جائے۔

☆ دھوکہ دینا ہم اہلبیتؑ کے نزدیک حرام ہے۔

☆ جان لو! دنیا کی آسائش اور سختی خواب کے علاوہ کچھ نہیں اور حقیقی معرفت اور آگاہی آخرت میں ہے۔

☆ روز عاشور اپنے اصحاب سے فرمایا: اے میرے کریم ساتھیو! صبر کرو، کیونکہ موت ایک پل کی مانند ہے جو تمہیں سختیوں اور غم سے نکال کر وسیع بہشت اور دائمی نعمتوں تک پہنچا دے گی۔

☆ اگر دنیا اچھی چیز شمار کی جاتی ہے تو اللہ کے ثواب کا گھر اس سے بہتر اور قیمتی ہے۔

اگر اموال کو چھوڑ جانے کے لئے جمع کرنا ہے تو جو چیز چھوڑ جانی ہے اس میں مرد کیوں بخل کرے۔

اگر رزق تقسیم ہو چکا ہے تو کسب مال میں مرد کا زیادہ حرص نہ کرنا ہی بہتر ہے۔

جب (انسان) موت کے لئے خلق کئے گئے ہیں تو مرد کا خدا کی راہ میں تلوار سے قتل ہو جانا افضل ہے۔

اے آل احمد آپ پر سلام ہو کہ میں دیکھ رہا ہوں کہ مجھے اب آپ سے جدا ہونا ہے۔

حضرت امام حسین علیہ السلام

صحابہ کرام، علماء و مفکرین کی نظر میں

اگر ان تمام تحریروں اور اقوال کو جمع کیا جائے جو شعر و نثر میں امام حسینؑ کے بارے میں کہے گئے ہیں تو وہ ایک بہت ہی عظیم معلومات کا ذخیرہ جمع ہو سکتا ہے اور صرف یہی موضوع ایک بڑی لائبریری ہے ہزاروں کی تعداد میں جلدیں مرتب ہوئی ہیں دنیا کی کوئی ایسی زبان نہیں جس میں شعراء نے حسینؑ اور حسینیت پر کچھ نہ کہا ہو۔

حضرت ابوبکرؓ نے صحابہ کرام اور امت مسلمہ کو اہلبیتؑ کے حوالے سے نصیحت کرتے ہوئے فرمایا۔

"ارقبوا لمحمد صلی اللہ علیہ وسلم فی اھل بیته"

''حضرت ابن عمرؓ حضرت ابوبکرؓ سے روایت کرتے ہیں کہ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خوشنودی آپ کے اہلبیتؑ کی خدمت اور محبت سمجھو''(۱)

یعنی حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے ان کے اہلبیتؑ کے معاملے میں ڈرتے رہو۔ آپ روز قیامت اپنے گھرانے سے سلوک روا رکھنے اور ان کے حقوق ان سے محبت اور مودت رکھنے کے بارے میں سوال کریں گے۔ کہ تم نے میرے بعد میرے گھر والوں سے کیسا سلوک کیا (رقبو کا مطلب ہے کہ ان کا ساتھ دو ان کا احترام کرو ان کا اکرام کرو۔)(۲)

ایک اور مقام پر حضرت ابوبکرؓ فرماتے ہیں۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے قریبیوں سے صلہ رحمی مجھے اپنے قریبیوں کی صلہ رحمی سے زیادہ محبوب ہے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی تکریم کی وجہ سے آپ کے اہلبیت کی عزت و تکریم کرو۔(۳)

موذن رسول حضرت بلال حبشیؓ۔ آنحضرت کے انتقال کے بعد شام چلے گئے تھے ایک

---

(۱) صحیح بخاری شریف حدیث نمبر ۹۰۸ صفحہ نمبر ۴۰۷۔

(۲) صحیح بخاری شریف حدیث نمبر ۳۷۱۳ فتح الباری۔ (۲) صحیح بخاری شریف۔

مرتبہ روضہ اقدس کی زیارت کوتشریف لائے حضرات حسنینؑ کو دیکھا تو بڑے مضطربانہ جوشِ محبت میں ان سے چمٹ کر پیار کرنے اور مچھلی بے آب کی طرح تڑپنے لگے حضرات حسنین علیہم السلام نے اذان کی فرمائش کی حضرت بلالؓ نے اذان دینا شروع کی مگر جب ''اشھد ان محمد رسول اللہ پر پہنچے تو بے ہوش ہو گئے۔

صحابی رسول احنش الکنانیؓ کہتے ہیں کہ ابوذر غفاری کو میں نے خانہ کعبہ کی چوکھٹ پکڑے دیکھا وہ کہہ رہے تھے۔

جس نے مجھے پہچانا اس نے پہنچانا جو نہیں پہچانتا پہچان لے میں ابوذر غفاری ہوں میں نے آنحضرت کو فرماتے سنا ہے کہ تمہارے درمیان میرے اہلبیتؑ کی مثال سفینہ نوح کی سی ہے جو اس پر سوار ہو گیا اس نے نجات پائی اور جو مخالف ہوا وہ ہلاک ہو گیا۔(۱)

حضرت امام ابن ماجہ نے حضرت یعلیٰ بن مروہ سے روایت کی ہے کہ ہم لوگ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے ساتھ ایک دعوت میں گئے۔ اچانک حسینؑ ایک گلی میں کھیلتے ہوئے مل گئے۔ رسول صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے اپنے بازو پھیلائے لوگوں سے آگے بڑھ گئے صاحبزادے ادھر ادھر بھاگنے لگے حضورؐ مسکرائے یہاں تک آپ نے حسینؑ کو پکڑ لیا ایک ہاتھ ان کی ٹھوڑی کے پیچھے رکھ کر حسینؑ کا بوسہ لیا اور فرمایا حسینؑ مجھ سے ہے اور میں حسینؑ سے ہوں اے اللہ اس سے محبت کر جس نے حسین سے محبت کی حسینؑ اسباط میں سے ایک سبط ہے۔(۲)

کبھی کبھار ایسا ہوتا کہ آنحضرت جماعت کرا رہے ہوتے تو امام حسینؑ دوران جماعت آپ کی پشت پر سوار ہو جاتے آپ ان کے اترنے تک انتظار کرتے اور سجدے کو طویل کرتے صحابہ کرام نے اتنے طولانی سجدے کا سوال کیا تو آپ نے فرمایا میرا بیٹا میری پشت پر آ گیا تھا میں نے اُسے جلدی اتارنا مناسب نہیں سمجھا ایک شاعر نے اس موقع پر کیا خوب کہا حسینؑ کی طرح دنیا میں کون

---

(۱) مسند احمد ابن حنبل تاریخ امام حاکم، فرائد السمطین جلد ۲ صفحہ ۱۲۴۶، ینابیع المودۃ شیخ قندوزی جلد ا صفحہ ۹۴، مستدرک امام حاکم جلد ۳ صفحہ ۱۵۰، ۱۵۱، کتاب معرفت صحابہ، تاریخ طبری، طبرانی ابونعیم کنز العمال)

(۲) ابن ماجہ حدیث نمبر ۱۴۴، ترمذی شریف حدیث نمبر ۳۷۷۶ باب فضائل صحابہ۔

ہے جو محمد ﷺ کی پشت مبارک پر سوار ہو سکے۔(۱)

ایک دفعہ عید کے موقع پر بچے سواریوں پر عیدگاہ کی طرف جا رہے تھے رسول اکرمؐ نے اپنے نواسوں کو اپنے کاندھوں پر سوار کرایا صحابہ کرام نے فرمایا کہ کتنی اچھی سواری ہے آپ ﷺ نے فرمایا کہ یہ بھی تو کہو کہ کتنے اچھے سوار ہیں۔(۲)

حضرت عمر بن خطابؓ نے جناب امام حسین علیہ السلام سے کہا تھا کہ جو کچھ آپ ہمارے سروں پر دیکھتے ہیں (یعنی عزت و شرف ہمیں نصیب ہے) اُسے اللہ نے اور پھر آپؑ (خاندان رسالت) نے اُگایا (کی برکت سے) ہے۔(۳)

حضرت ابو ہریرہؓ کہتے ہیں کہ حسینؑ عمامہ پہنے ہوئے داخل ہوئے تو میں نے گمان کیا کہ نبی کریمؐ اپنے مرقد سے باہر آ گئے۔ایک اور مقام پر فرماتے ہیں آپ ایک جنازے کے ساتھ مشایعت کے دوران تھک کر بیٹھ گئے تو ابو ہریرہ آپ کے قدموں کی دھول اپنے لباس سے جھاڑنے لگا۔آپ نے فرمایا۔اے ابو ہریرہ تم یہ کیا کر رہے ہو تو انہوں نے کہا کہ چھوڑیئے خدا کی قسم اگر لوگ آپ کے بارے میں وہ کچھ جان لیں جو میں جانتا ہوں تو وہ آپ کو اپنی گردنوں پر سوار کر لیں۔(۴)

حضرت ابو ہریرہؓ کا بیان ہے کہ ”میں نے رسول اللہؐ کو دیکھا کہ حسنؑ و حسینؑ کو اپنے شانوں پر بٹھائے ہوئے ہماری طرف تشریف لا رہے ہیں۔جب ہمارے پاس پہنچے تو ارشاد فرمایا ”جو شخص میرے ان دونوں فرزندوں کو دوست رکھے اس نے مجھے دوست رکھا،اور جو انہیں دشمن رکھے اس نے مجھ سے دشمنی کی“۔(۵)

جناب سلیمان محمدیؓ (فارسی) فرماتے ہیں کہ میں نے دیکھا کہ رسول اکرم ﷺ حسینؑ کو اپنے زانوں پر بٹھائے ہوئے اور یہ فرما رہے ہیں۔

”تم کریم ہو، کریم کے فرزند ہو اور کریموں کے پدر ہو۔تم خود امام ہو، امام کے فرزند ہو اور

---

(۱) سنن امام نسائی جلد ۲ حدیث ۹۲۲۹، مسند امام احمد بن حنبل جلد ۳ صفحہ ۴۹۴ مستدرک امام حاکم جلد ۳ صفحہ ۱۶۶۔
(۲) فضائل صحابہ جلد ۲ صفحہ ۲۷، تاریخ الخلفا سیوطی۔ (۳) اسے ابن حجر نے الاصابہ میں جلد ۱ صفحہ ۳۳۳ میں صحیح سند کے ساتھ ذکر کیا ہے۔(۴) تاریخ ابن عساکر ۴/۳۲۲۔ (۵) الاصابہ جلد ۱ صفحہ ۳۳۳۔

اماموں کے پدر ہوں، جن کا نواں قائم (مہدی) ہوگا"۔(۱)

حضرت انس بن مالکؓ فرماتے ہیں کہ جس وقت پیغمبر اکرمؐ سے یہ سوال کیا گیا کہ آپؐ اپنے اہلبیتؑ میں سب سے زیادہ کسے دوست رکھتے ہیں۔فرمایا حسنؑ وحسینؑ کو۔(۲)

انس بن مالکؓ نے حسینؑ کو دیکھ کر کہا کہ آنجناب سب لوگوں سے زیادہ رسول اللہ سے مشابہت رکھتے ہیں۔(۳)

حضرت عبداللہ بن عباسؓ نے امام حسنؑ کے گھوڑے کی رکاب تھامی تو انہیں سرزنش کی گئی اور کہا آپ ان سے زیادہ سن رسیدہ ہیں۔تو انہوں نے کہا کہ تحقیق یہ دونوں رسول اللہؐ کے فرزند ہیں تو کیا میرے لئے یہ موجب سعادت نہیں کہ میں ان کی رکاب تھاموں۔(۴)

حضرت عبداللہ ابن عباسؓ سے امام حسنؑ کی وفات کے بعد امیر معاویہؓ نے کہا۔اے ابن عباس اب تم اپنی قوم کے سید وسردار ہو گئے۔تو انہوں نے کہا نہیں! خدا ابوعبداللہ حسینؑ کو زندہ و سلامت رکھے۔(۵)

حضرت زید بن ارقمؓ نے ابن زیاد سے کہا جب کہ وہ لعین امام حسینؑ کے لبوں پر چھڑی مار رہا تھا یہ چھڑی اٹھا لے قسم ہے اس ذات کی جس کے علاوہ کوئی معبود نہیں میں نے رسول اللہؐ کے دونوں لب انہیں لبوں پر دیکھے کہ وہ ان کے بوسے لے رہے تھے پھر زید روئے تو ابن زیاد لعین نے کہا کہ خدا تمہاری آنکھوں کو رلائے خدا کی قسم اگر بڑھاپے میں تمہاری عقل خراب نہ ہوگئی ہوتی تو میں تمہاری گردن اڑا دیتا۔اس کے بعد زید یہ کہتے ہوئے دربار سے باہر نکلے کہ اے گروہ عرب تم آج کے بعد غلام ہو گئے ہو تم نے حسینؑ فاطمہؑ (کے لال) کو شہید کر دیا ہے اور مرجانہ کے بیٹے کو امیر بنا لیا ہے وہ تمہارے اچھے لوگوں کو قتل کرتا ہے اور تمہارے بروں کو باقی رکھتا ہے۔(۶)

---

(۱) مقتل ابوبکر خوارزمی جلد ۱ صفحہ ۱۴۶۔کمال الدین صدوق ص ۱۵۲۔

(۲) سنن ترمذی جلد ۱ صفحہ ۱۴۶۔کمال الدین صدوق صفحہ ۱۵۲۔(۳) اسد الغابہ جلد ۲ صفحہ ۲۱۔

(۴) اسد الغابہ جلد ۲ صفحہ ۲۱۔(۵) سبط رسول اللہ الحسنؑ والحسینؑ صفحہ ۱۹۸۔(۶) تاریخ عساکر جلد ۴ صفحہ ۳۲۲۔

حضرت ابو برزہ اسلمیؓ نے یزید (لعین) سے اس وقت کہا کہ جب وہ حسینؑ کے دانتوں پر چھڑی مارتا اور انہیں توڑتا تھا کہ حسینؑ کے دانتوں پر اس جگہ چھڑی مارتا ہے کہ جسے میں نے رسول اللہؐ کو چوستے اور چومتے دیکھا ہے یاد رکھ تو قیامت کے دن اس حالت میں آئے گا کہ ابن زیاد (لعین) تیرا شفیع وسفارشی ہوگا۔ اور یہ اس حالت میں آئیں گے کہ شفیع ومددگار محمد رسول اللہؐ ہونگے۔ (۱)

حضرت عبداللہ ابن جعفرؓ سے امیر معاویہؓ نے کہا کہ اب تم نبی ہاشم کے سردار ہوتو انہوں نے کہا کہ بنی ہاشم کے سردار حسنؑ اور حسینؑ ہیں۔ (۲)

عبداللہ ابن جعفرؓ نے امام حسینؑ کو ایک خط میں لکھا تھا کہ اگر آپ کی شہادت ہوگئی تو نور الاسلام خاموش ہو جائے گا۔ آپؑ ہدایت حاصل کرنے والوں کے لئے مینار ہدایت اور مومنین کی آرزو ہیں۔ (۳)

ایک شخص نے عبداللہ بن عمرؓ سے مچھر کے خون کے بارے میں سوال کیا جو کپڑے پر لگا ہوا کہ کیا اس کپڑے میں نماز ہو جاتی ہے۔ عبداللہ نے پوچھا تو کہاں کا رہنے والا ہے اس نے کہا میں اہل عراق سے ہوں۔ عبداللہ نے کہا ذرا اسے دیکھو یہ مچھر کے خون کے بارے میں سوال کرتا ہے۔ حالانکہ انہوں نے فرزند رسولؐ کو شہید کر دیا۔ جب کہ میں نے رسول اللہ کو یہ فرماتے سنا کہ دنیا میں یہ دونوں میرے پھول ہیں۔ (۴)

حضرت محمد بن حنفیہؓ نے کہا کہ اس میں شک نہیں ہے کہ حسینؑ ہم سب سے زیادہ صاحب علم وحلم اور بردبار اور رشتہ کے لحاظ سے رسول اللہ کے سب سے زیادہ قریبی ہیں اور آپ فقیہ وامام برحق ہیں۔ (۵)

عمرو بن عاص کعبہ کے سائے میں بیٹھا ہوا تھا۔ حسینؑ اس کے قریب سے گزرے تو اس نے کہا کہ یہ اس وقت اہل زمین اور اہل آسمان کے نزدیک تمام لوگوں سے زیادہ محبوب ہے۔ (۶)

---

۱) حیات الامام الحسین للقرشی جلد ۳ صفحہ ۵۰۰۔ (۲) الحسن بن علی الکامل سلیمان صفحہ ۱۷۳۔
۳) البدایہ والنہایہ جلد ۸ صفحہ ۱۶۷۔ (۴) تاریخ ابن عساکر جلد ۴ صفحہ ۳۱۴۔
۵) البحار جلد ۱۰ صفحہ ۱۴۰۔ (۶) تاریخ ابن عساکر جلد ۴ صفحہ ۳۱۴۔

حضرت عبداللہ بن عمرو بن عاص کے قریب سے امام حسینؑ گزرے تو اس نے کہا کہ جو شخص ایسی ہستی کو دیکھنا چاہے جو آسمان والوں کو اہل زمین میں سے زیادہ محبوب ہے وہ اس گزرنے والے کی طرف دیکھے۔(۱)

حضرت امیر معاویہؑ ابن ابی سفیان نے اپنے بیٹے یزید (لعین) سے اس وقت کہا جب امام حسینؑ کے ایک خط کے جواب میں اس نے آپ کو نیچا کر کے دکھانے کے لئے خط لکھنے کا اپنے باپ کو مشورہ دیا تھا کہ میں تو حسینؑ پر کوئی عیب نہیں لگا سکتا۔ خدا کی قسم مجھے تو ان میں کوئی عیب کی جگہ نظر نہیں آتی۔(۲)

ولید بن عتبہ بن ابی سفیان مدینہ کے گورنر نے مروان بن حکم سے کہا جب اس نے حسینؑ کے قتل کا مشورہ دیا۔ خدا کی قسم اے مروان میں اس بات کو پسند نہیں کرتا کہ دنیا اور جو کچھ دنیا میں ہے مجھے مل جائے اور میں حسینؑ کو قتل کر دوں۔ سبحان اللہ میں حسینؑ کو اس بات پر قتل کر دوں کہ وہ بیعت نہیں کرتے اور خدا کی قسم مجھے یقین ہے کہ جو حسینؑ کو قتل کرے روز قیامت اس کا میزان عمل خفیف اور ہلکا ہوگا۔(۳)

قیس بن مسہر سیداوی (کوفہ والوں کی طرف) امام حسینؑ کے قاصد کو جب گرفتار کر لیا تو ابن زیاد نے حکم دیا کہ منبر پر جا کر حسینؑ اور ان کے والد بزرگوار کو برا بھلا کہو۔ یہ سن کر قیس منبر پر گئے اور کہا کہ اس میں شک نہیں کہ یہ حسینؑ ابن علیؑ اللہ کی مخلوق سے بہتر ہیں اور فاطمہؑ بنت رسولؐ کے فرزند ہیں میں تمہاری طرف ان کا قاصد ہوں میں آپؑ سے بطن ذی الرمہ کے حاجر مقام پر جدا ہوا ہوں۔ ان کی دعوت کو قبول کرو اور ان کی ہر بات کو سنو اور اطاعت کرو۔ پھر انہوں نے عبیداللہ بن زیاد اور اس کے باپ پر لعنت کی اور حضرت علیؑ و حسینؑ کے لئے دعا کی۔ اس کے بعد ابن زیاد کے حکم سے انہیں قصر کے اوپر سے پھینکا گیا جس سے ان کا بدن ٹکڑے ٹکڑے ہو گیا۔(۴)

یزید بن مسعود نہشلیؒ کا خطبہ ہے یہ حسینؑ بن علیؑ، رسول اللہ کے فرزند ہیں صاحب شرف

---

(۱) البحار جلد ۱۰ صفحہ ۸۳۔ (۲) اعیان الشیعہ جلد ۴ صفحہ ۱۱۴۶۔

(۳) البدایہ والنہایہ جلد ۸ صفحہ ۱۴۷۔ (۴) البدایہ والنہایہ جلد ۸ صفحہ ۱۶۸۔

اور راحیل اور واضح رائے رکھتے ہیں ان کے فضل و کرم کی تعریف نہیں ہوسکتی اور ان کے علم کی انتہاء نہیں اور اس امر خلافت کے اپنے سابق کردار، سن و سال، اقدامات خیر اور قرابت رسول کی وجہ سے زیادہ حق دار ہیں وہ چھوٹوں پر مہربان اور بڑوں کے شفیق ہیں رعیت کے کریم و باوقار نگراں اور قوم کے امام و رہبر ہیں پند و نصائح انتہاء کو پہنچی ہوئی ہے اور اللہ کی طرف سے ان کے لئے حجت ثابت ہے(۱)

ربیع بن خثیم نے بعض ان لوگوں سے کہا جو شہادت حسینؑ کے دوران کربلا میں حاضر و موجود تھے۔ خدا کی قسم! تم نے ایسے منتخب اور نادر روزگار افراد کو شہید کر دیا کہ اگر رسول اللہؐ انہیں پاتے تو گود میں بٹھاتے اور ان کی پیشانی چومتے۔(۲)

ابراہیم غنی نے کہا کہ اگر میں اس فوج میں ہوتا جس نے امام حسینؑ سے جنگ کی اور پھر مجھے جنت میں داخل کیا جاتا تو مجھے رسول اللہ کی زیارت کرنے اور ان کے سامنے آنے میں شرم آتی۔(۳)

حضرت امام ابوحنیفہؒ بھی اہلبیت علیہم السلام سے شدید محبت کرتے تھے اس جرم میں آپ کو حکومت جور سے تکالیف بھی پہنچیں آپ کے چند اشعار یہ ہیں۔

ا۔ قوم یہود کی دوستی موسیٰ کی اولاد سے ظاہر ہے اور ان کے بھائی ہارون کے ساتھ بھی ان کی دوستی معلوم ہے۔

ب۔ اسی طرح نصاریٰ حضرت عیسیٰ کی محبت کو بہت عظیم اور بزرگ سمجھتے ہیں تو پھر مسلمان آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی اولاد کو کیسے دوست نہ رکھیں اس محبت میں خواہ کوئی قتل ہو یا بے دین بتایا جائے۔

ج۔ لوگوں نے آنحضرتؐ کے حق کو ان کے اہلبیتؑ میں خیال نہ کیا۔ اللہ اس کا بدلہ لے گا۔

حضرت امام مالکؒ کا یہ واقعہ بڑا مشہور ہے کہ آپ ایک مرتبہ درس حدیث دے رہے تھے کہ آپ کا چہرہ بار بار متغیر ہو رہا تھا لیکن احترام حدیث کی خاطر آپ اپنی جگہ سے نہ ہلے اور

---

(۱) اعیان الشیعہ جلد ۴ صفحہ ۱۹۵۔

(۲) البحار جلد ۱۰ صفحہ ۷۹۔ (۳) الاصابہ جلد ۱ صفحہ ۳۳۵۔

درس جاری رکھا اختتام درس پر آپ اٹھے تو ایک بچھو آپ کی آستین سے نکلا جس نے آپ کو ستر ڈنگ مارے۔ امام نے بچھو کے ستر ڈنگ تو برداشت کر لئے لیکن احترام حدیث کے پیش نظر درس ادھورا نہیں چھوڑا وہی امام مالک ایک دفعہ درس حدیث کے دوران بار بار اٹھتے اور بیٹھتے تھے شاگرد پریشان ہیں کہ یہ وہی امام مالک ہیں جو بچھو کے 70 ڈنگ کے باوجود اپنی جگہ سے نہیں ہلے آج معاملہ عجیب و غریب ہے درس کے اختتام پر شاگردوں کے پوچھنے پر بتایا کہ گلی میں ایک سید بچہ کھیل رہا ہے۔ جب وہ کھیلتے کھیلتے میرے سامنے آتا تو مجھے ان کے احترام میں کھڑا ہو جانا پڑتا تھا جب تک وہ موجود رہتا میں کھڑا رہتا جیسے ہی وہ نظروں سے دور ہوتے تو میں بیٹھ جاتا تھا۔ (۱)

حضرت امام احمد ابن حنبلؒ کا یہ حال تھا کہ جب کبھی سادات بنو فاطمہؑ میں سے کوئی ان کے پاس آتا تھا تو وہ اسکی تعظیم کرتے تھے اسے آگے بٹھاتے تھے خود اسکے پیچھے بیٹھتے تھے۔ (۲)

حضرت امام شافعیؒ بھی محبت اہلبیتؑ میں بڑی شہرت رکھتے تھے اس زمانے کی حکومت نے آپ کو کئی دفعہ اہلبیتؑ رسول سے شدید محبت کرنے کے اظہار اور ان کی محبت کی طرف دعوت دینے کے خلاف قید کیا اور بے انتہاء تشدد کا نشانہ بنایا گیا جسے آل رسول سے محبت کی خاطر مصائب کی تاریخ میں مشاہدہ کیا جا سکتا ہے تاہم اہلبیتؑ کی محبت ان کے ہاں اس حد تک پہنچ گئی تھی کہ لوگ انہیں رافضی کہنے لگے تھے امام سبکی کے بیٹے اپنی کتاب طبقات میں سلیمان مرادی سے روایت کرتے ہیں کہ ہم لوگ امام شافعی کے ہمراہ مکہ شریف سے منیٰ کی طرف گئے امام شافعی جس گھاٹی میں اترتے یا جس وادی میں داخل ہوتے یہ اشعار پڑھتے۔

اے سوار! منیٰ کے مقام محصب میں ٹھہر جا اور مقام خیف پر کھڑے ہونے والوں اور بیٹھنے والوں کو آواز دے اور جب صبح کے وقت حجاج فرات کی تلاطم خیز موجوں کی طرح منیٰ کی طرف جائیں تو انہیں بتا دے۔

---

(۱) کتاب توقیر سادات طفیل احمد ہجویری قادری صفحہ ۸۲۔

(۲) حافظ ابن الکثیر صواعق محرقہ ابن حجر مکی مفتاح النجاء۔

اگر محمد مصطفیٰ ﷺ کی آل پاک کی محبت رفض ہے تو جن وانس گواہ رہنا کہ میں رافضی ہوں۔اے اللہ کے رسول ﷺ کے اہلبیتؑ قرآن پاک میں اللہ تعالیٰ کی طرف سے آپ کی محبت فرض کی گئی ہے آپ لوگوں کے لئے یہی فخر کی بات کیا کم ہے کہ جو شخص آپ حضرات پر درود نہ بھیجے اس کی نماز قبول نہیں ہوئی۔(۱)

ہشام بن عبدالملک بنی امیہ کا جابر شہزادہ ایک دفعہ شام سے اپنے لاؤ لشکر کے ساتھ حج کیلئے مکہ آیا اس سال ایام حج میں رش بہت زیادہ تھا ہشام نے کئی دفعہ حجر اسود کو بوسہ دینے کی کوشش کی لیکن کامیابی نہ ملی بالآخر دیگر سرداروں اور حاجیوں کے ساتھ ایک اونچی جگہ پر بیٹھ کر رش کم ہونے کا انتظار کرنے لگے اس نے دیکھا کہ ایک شخص جس کے چہرے پر تقویٰ و پرہیز گاری کے زبردست آثار نظر آرہے تھے حرم شریف میں داخل ہوا اور انتہائی سکون سے طواف انجام دیا جونہی اس نے چومنے کے لئے حجر اسود کی طرف قدم بڑھایا مجمع کائی کی طرح دو حصوں میں تقسیم ہو گیا آپ آرام سے آگے بڑھے اور حجر اسود کا بوسہ دیا۔ ہر طرف سے لوگوں کی آوازیں بلند ہوتی رہی۔

السلام علیک یا ابن رسول اللہ اس پر شامی سرداروں نے حیرت واستعجاب سے ہشام سے پوچھا کہ یہ کون بزرگوار ہے کہ جن کا عوام پر اتنا گہرا اثر ہے ہشام یہ منظر دیکھ کر جل بھن سا گیا تجاہل عارفانہ سے کام لیتے ہوئے کہا کہ میں نہیں جانتا یہ کون ہیں! اس پر عرب کا مشہور شاعر فرزدق جو نزدیک سے سارے منظر کو دیکھ رہا تھا ہشام کے سامنے آ گیا اور فی البدیہہ فصیح و بلیغ عربی میں قصیدہ پڑھا جس کا خلاصہ یہ ہے۔

کیا عجب ہے ترا کہنا کہ یہ ہے کون بشر
تو نہ پہچانے مگر جانتی ہے دنیا بھر
بوسہ دینے کو وہ آیا ہے جو ہو جائے خبر
چوم لے نقش قدم پاؤں پہ اسود گر کر
کچھ نہیں دور کہ وہ اسکے جو پاس آئے گا
دیکھ کر دست مبارک یہ لپٹ جائے گا

---

(۱) کتاب طبقات امام سبکی، شرف سادات صفحہ ۲۴۳، کتاب توقیر سادات طفیل احمد ہجویری قادری صفحہ ۸۰۔81 علموا اولادکم محبت آل بیت النبی عبدہ یمانی مطبوعہ سعودی عرب۔

ترجمہ اشعار فرزدق

☆ اے ہشام تو نے کتنی لاپرواہی سے کہہ دیا کہ میں انہیں نہیں جانتا کہ یہ کون ہیں حالانکہ تیرے کہنے سے کیا ہوتا ہے انہیں تو پوری کائنات کا ذرہ ذرہ جانتا ہے یہ تو وہ مقدس ہستی ہے کہ خود حجر اسود ان کو بوسہ دے۔

☆ یہ وہ ہستیاں ہیں کہ بطحا کا بچہ بچہ انہیں جانتا ہے اور حرم وکعبہ اس کا سب سے بڑے شناسا ہیں یہ انکا بیٹا ہے جو کائنات میں سب سے نمایاں اہل تقویٰ نمائندہ اور خاتم المرسلین کی نشانی ہے

☆ یہ وہ ہیں کہ جن کے جداعلیٰ خود رسول اکرمؐ ہیں جن کی انوار ہدایت سے دنیا فیض اٹھا رہی ہے حمزہ اور جعفر طیار ہی تو اس کے چچا ہیں یہ وہ ہے جس کی ماں نبی کی بیٹی فاطمہؑ الزہرا ہے اور باپ علیؑ مرتضیٰ ہیں کہ جن کی تلوار سے سارا عرب کانپتا تھا۔

☆ اس کائنات میں گمراہی کی تاریکی سے ہدایت نور کی طرف لانے والا ان ہی کا گھرانہ ہے یہ شجرہ نبوت کی شاخ ہیں جو پاک صاف اور نیک سیرتی میں مشہور ہیں تو انہیں نہیں پہنچانتا کہ جن کے نانا رسولان سلف کے سید و سردار اور خاتم النبین ہیں۔

☆ یہ عرب کی شان یہ قریش کی آبرو، منتہائے علم وکمال، مصیبت زدہ لوگوں کے ملجاو ماویٰ ہیں ان کی عجیب عادات واطوار ہیں جو انہیں دیکھتا ہے دیکھتا ہی چلا جاتا ہے انکے ہر کلام سے پھول جھڑتے ہیں۔

☆ ان کو یہ شرف مرتبہ کسی نے نہیں دیا بلکہ اللہ تبارک وتعالیٰ نے روز ازل سے انہیں ان خصوصیات سے نوازا ہے جن کی مہک سے ہر ذی ہوش جھوما جارہا ہے ایسا کیوں نہ ہو بن کا نانا رسولان سلف کا مولا ہے اور جن کی امت بھی دیگر امتوں سے اشرف ہے۔

☆ یہ لوگ ابر کرم ہیں جود وسخا کے حامل پاک وپاکیزہ ہستی کے مالک علم حلم گفتار وکردار میں یکتا غصے کو پی جانے والے میدان جنگ کے شیر ہیں میدان جنگ میں موت بھی ان سے گھبراتی ہے۔

☆ یہ اور ان کے اسلاف عجیب خصوصیات کے حامل ہیں نیت کے پاک وعدے کے

سچے قول کے صادق عرب وعجم نے دین وہدایت بھی اسی گھرانے سے حاصل کی ہے۔

☆ یہ گھرانہ اللہ پاک کے بعد سب سے بزرگ گھرانہ ہے یہی گھرانہ کائنات اور وجود ہستی کی بنیاد بنا اللہ نے یہ ساری کائنات انہی کے صدقہ میں پیدا کی۔(۱)

عہد وسطیٰ کے مفکرین

☆ ۔ابن سیرین نے کہا ہے کہ آسمان نے یحییٰ بن زکریا کے بعد حسینؑ کے سوا کسی پر گریہ نہیں کیا۔ جب آپ شہید ہو گئے تو آسمان پر سیاہی چھا گئی دن کے وقت ستارے نظر آنے لگے۔ یہاں تک کہ وقت عصر جوزا ستارہ دیکھا گیا۔ سرخ مٹی گرنے لگی۔ اور آسمان سات دن تک ایسا رہا کہ گویا خون کا لوتھڑا ہے۔(۲)

☆ ۔امام زہری فرماتے ہیں کہ جو لوگ قتل حسینؑ میں شریک تھے ان میں سے ایک بھی نہیں بچا جس کو آخرت سے پہلے دنیا میں سزا نہ ملی ہو۔

کوئی قتل کیا گیا کسی کا چہرہ سخت سیاہ ہو گیا۔ یا مسخ ہو گیا۔ یا چند ہی روز میں ملک سلطنت چھن گئی، اور ظاہر ہے کہ ان کے اعمال کی اصلی سزا نہیں، بلکہ اس کا ایک نمونہ ہے جو لوگوں کی عبرت کے لئے دنیا میں دکھا دیا گیا ہے قاتلان حسینؑ کا عبرتناک انجام ہوا۔

☆ ۔سبط ابن جوزی نے روایت کی ہے کہ ایک بوڑھا آدمی حضرت حسینؑ کے قتل میں شریک تھا وہ دفعتاً نابینا ہو گیا ابن جوزی نے ایک طویل فہرست مرتب کی ہے جس میں سے کسی کا ''منہ کالا ہو گیا'' کوئی آگ میں جل گیا۔ تیر مارنے والا پیاس سے تڑپ تڑپ کر مر گیا۔

☆ ۔علامہ برزنجی نے کتاب الاشاء میں اور ابن حجر نے صواعق میں نقل کیا ہے کہ امام احمد بن حنبل کے فرزند عبداللہ نے اپنے باپ سے یزید پر لعنت کرنے کے بارے میں دریافت کیا تو انہوں نے جواب دیا کہ جس پر خدا نے لعنت کی ہے اس پر کس طرح لعنت نہ کی جائے اور اسکے بعد قرآن مجید کی اس آیت کا حوالہ دیا جہاں فساد فی الارض کرنے والوں کو ملعون قرار دیا گیا ہے۔

☆ ۔ابن خلدون کا کہنا ہے کہ قاضی ابوبکر بن العربی المالکی نے اپنی کتاب ''العواصم والقواصم''

---

(۱) ینابیع المودۃ سلیمان قندوزی۔(۲) تاریخ ابن عساکر جلد ۴ صفحہ ۳۳۹۔

میں یہ کہہ کر کہ حسینؑ اپنے جد کی تلوار سے قتل ہوئے ہیں سخت غلطی کی ہے یزید ہرگز حاکم اسلامی نہ تھا۔ اسلامی حکومت کے لئے عدالت ضروری ہے۔ اور حسینؑ سے بالاتر کوئی عادل نہ تھا۔ اس کے بعد مقدمہ تاریخ کے صفحہ ۲۵۴ پر اس حقیقت کا بھی تذکرہ کیا ہے کہ علمائے اسلام یزید کے فسق پر متفق ہیں اور فاسق اسلامی حاکم نہیں ہوسکتا کہ اسکے خلاف اقدام جائز نہ ہو۔ صحابہ کرام اور تابعین کا سکوت یزید کے کردار سے رضامندی کی بناء پر نہ تھا بلکہ وہ خون ریزی کو پسند نہ کرتے تھے اس لئے یزید کی نصرت کو بھی جائز نہیں قرار دیتے تھے۔

☆۔ ابن مفلح حنبلی کا بیان ہے کہ ابن عقیل اور ابن الجوزی کی نگاہ میں غیر عادل حاکم کے خلاف قیام جائز ہے جس طرح امام حسینؑ نے یزید کے خلاف قیام کیا۔ یزید کو اگر ابتدا میں حاکم تسلیم بھی کر لیا جائے تو قتل حسینؑ ہتک حرمت کعبہ اور تاراجی مدینہ کے بعد تو حکومت خود بخود ختم ہو جاتی ہے

☆۔ علامہ تفتازانی نے شرح عقائد نسفیہ میں تحریر کیا ہے کہ یزید کا قتل حسینؑ سے راضی ہونا اور اس پر خوشی منانا مسلمات میں سے ہے اور ایسا انسان صاحب ایمان نہیں ہوسکتا ہے بلکہ قابل لعنت ہے اور اس پر اور اس کے انصار و اعوان پر خدا کی لعنت ہے۔

☆۔ ابن حزم نے اپنی کتاب میں تحریر کیا ہے کہ یزید بن معاویہؓ کا قیام صرف دنیا کے لئے تھا اس کے اعمال کی کوئی تاویل نہیں ہوسکتی ہے وہ ظالم محض تھا بعض علماء کی طرف سے اس کے اعمال کی تاویل سراسر زیادتی ہے۔ (۱)

☆۔ جاحظ کا بیان ہے کہ یزید کے بدترین جرائم قتل حسینؑ، اسیری بنات رسولؐ، توہین سر امام حسینؑ، غارت گری مدینہ، ہتک حرمت کعبہ وہ اعمال ہیں جو قساوت قلب، دشمنی آل رسولؐ بغض و عداوت و کینہ پروری اور نفاق و بے ایمانی کی علامت ہیں اور فاسق ملعون ہوتا ہے بلکہ جو ملعون پر لعنت کرنے سے منع کرے وہ خود بھی ملعون ہے۔ (۲)

☆۔ برہان حلبی نے استاذ الشیخ محمد بکری کے بارے میں نقل کیا ہے کہ وہ اور ان کے والد دونوں یزید پر لعنت کیا کرتے تھے اور کہتے تھے کہ خدا اسے جہنم کے پست ترین درجات میں جگہ دے۔

---

(۱) المحلی جلد ۱۱ صفحہ ۹۸ (۲) رسائل جاحظ ص ۲۹۸۔

☆۔ذہبی نے سیر اعلام النبلاء میں بیان کیا ہے کہ یزید بن معاویہ ناصبی، بدسرشت ،بدکردار، شرابی اور بدکار تھا۔اس نے اپنی حکومت کا آغاز قتل حسینؑ سے کیا ہے اور خاتمہ واقعہ حرہ پر کیا ہے۔

☆۔سبط بن الجوزی سے نقل کیا گیا ہے کہ ابن الجوزی سے یزید پر لعنت کے بارے میں سوال کیا گیا تو انہوں نے فرمایا کہ امام احمد نے اس پر لعنت کو جائز قرار دیا ہے اور ہم بھی یزید کو پسند نہیں کرتے ہیں کہ اسکے اعمال بدترین اعمال تھے۔اب اگر لوگ اس ناپسندیدگی پر راضی ہیں تو ٹھیک ورنہ ہم تو صریحاً لعنت کرتے ہیں۔(۱)

عہد جدید کے مفکرین

☆۔استاد علی جلال حسینی کہتے ہیں کہ سید ذکی امام ابوعبداللہ حسینؑ جو رسول اللہؐ کی صاحبزادی کے فرزند اور آپ کے پھول تھے۔امیر المومنین علی کرم اللہ وجہہ کے بیٹے تھے اور بیت نبوت کی شان تھے۔آپ کا نسب زیادہ شریف اور نفس زیادہ کامل تھا۔جس میں فائل مکارم اخلاق اور محاسن اعمال علو ہمت،انتہائے شجاعت اور جود وسخا کا آخری درجہ،اسرار علم ،فصاحت زبان نصرت حق، نہی عن المنکر ظلم کے خلاف جہاد عزت وقار کے باوجود تواضع و انکساری ،عدل صبر و حلم،عفت و پاکدامنی،مروت، ورع، پرہیز گاری اور دوسرے اسی قسم کے اوصاف کے حامل تھے اور سلامت فطرت ،جمال خلقت،عقل کامل،قوت جسم اور قابل تعریف محامد و محاسن کے ساتھ متصف و مختص تھے۔کثرت عبادت، نیک افعال مثلاً نماز، حج، جہاد، فی سبیل اللہ اور احسان و کرم کا انہوں نے اضافہ کیا۔آپ مدینہ میں رہے ہوں یا کسی دوسرے شہر میں لوگوں کو اپنے علم سے مستفید کرتے عمل کے ذریعہ ہدایت،اخلاق سے تہذیب نفس، حسن بیان سے تبلیغ ،حال سے سخاوت ،فقر سے تواضع، یتامیٰ و مساکین کو صدقات کی ادائیگی اور مظلوموں کی حمایت کرنے والے تھے آپ بیشتر اوقات عبادت میں مشغول رہتے تھے۔آپ نے 55 حج پا پیادہ کئے۔نیز کہتے ہیں کہ حسینؑ ہدایت حاصل کرنے والوں کے لئے مینار ہدایت اور اس زمین پر روشنی نور تھے۔آپ کی زندگی کے اخبار میں

---

(۱)مراۃ الزمان ج ۸ص۴۹۶

آپ کے محاسن انوار سے ہدایت ملتی ہے۔آپ اقتداء کرنے والوں کے لئے سبب رشد وہدایت ہیں۔(۱)

☆۔استاد محمد رضا مصری کا قول ہے کہ وہ نواسہ رسولؐ ہدایت حاصل کرنے والوں کے لئے منارہ ہدایت اور مومنین کی امید تھے۔(۲)

☆۔استاد عمر رضا کحالتہ کا کہنا ہے کہ حسینؑ ابن علیؑ با عتبار فقیہ،دین فہمی ،نمونہ عمل، جود وسخا اور بذل وعطا اہل عراق کے سید وسردار ہیں۔(۳)

☆۔استاد کبیر عبداللہ علائلی کہتا ہے حسینؑ کے حالات سے واضح ہے کہ وہ اپنے عظیم نانا کے صوری نقوش سے بنائی ہوئی ایک تصویر تھے۔رسول پاکؐ نے ان پر اپنی محبت کی گہری شعاع اور اپنے نفس کی چاہتوں کا فیضان کیا تھا تا کہ ان میں حسن و جمال کے ساتھ ساتھ حسن سیرت ومعنی بھی پیدا ہو جائے آپ کے بعد بھی حسن معنوی سے آراستہ رہے جیسے کہ آپ کی زندگی میں تھے نبوت انسانیت کی طرف جھک آئے۔(حسینؑ منی)اور انسانیت ترقی کرے نبوت تک پہنچ جائے۔لہذا آپ پر سلام ہو اس دن سے جب آپ پیدا ہوئے۔(۴)

☆۔استاد عباس محمود عقاد لکھتے ہیں کہ نور کے حلہ میں لوگوں کے سامنے ایک تصویر کھینچی گئی ہے جس کے سامنے آنکھیں عقیدت سے جھک جاتی ہیں اور انہیں ایسا فخر نصیب ہوا ہے کہ اولاد آدم کی تواریخ میں بغیر کسی استثناء کے کسی عربی کو نہ عجمی کو،قدیم کو نہ جدید کو ایسا فخر ملا۔تمام عالم میں کوئی قبیلہ نہیں جو کہ شہدا سے نجیب ومنتخب ہو۔جن میں سے زیادہ نجیب ومنتخب حسینؑ کا قبیلہ ہے باعتبار تعداد،قدرت اور تذکرے کے صرف حسینؑ کے لئے یہی کافی ہے کہ وہ دنیا کی طویل ترین تاریخ میں اکیلا شہید ہے۔شہید کا بیٹا ہے اور شہدا کا باپ ہے۔(۵)

☆۔استاد عمر ابوالنصر لکھتے ہیں کہ یہ قریش کے قبیلہ کا واقعہ ہے اور قصہ ہے جس نے اس زمین میں شرق سے غرب تک قربانی،شہادت،بطالت،شجاعت کا علم بلند کیا۔اس واقعہ کی ہزار فصلیں

---

(۱)الحسین لعل جلال ۱/۴۔

(۲) کتاب الحسنؑ والحسینؑ سبطار رسولؐ اللہ ۷۵۔ (۳) اعلام النساء ۱/۲۸۔

(۴) تاریخ الحسینؑ ۲۲۶۔ (۵) ابوالشہد الحسینؑ بن علیؑ ۔۲۳۔

ہیں وہ ایسے لوگ ہیں جو زندہ رہے ہیں مگر دوسروں کی طرح زندہ رہے نہ ہی دوسروں کی طرح مرے ہیں خدا نے اپنی مخلوق میں سے اس جماعت کو یہ شرف دیا کہ نبوت، وحی اور الہام ان ہی کے گھروں میں قرار دیا اور ان پر مزید سخاوت و بخشش یہ کی ہے کہ ان کے لئے عام شخص جیسی عبادت کا حصہ نہیں چاہا بلکہ ان کے لئے جلاوطنی اور شہادت چاہی اور انہیں امر بالمعروف و نہی عن المنکر و مثل علیا (بلند ترین مثال) کے لئے پسند فرمایا۔ اور ان کے لئے لکھ دیا ہے اور ان پر فرض کیا ہے کہ ان کی اولاد کا آخری فرد تقویٰ و صلاح و نیکی کا علم اٹھائے رہے گا۔ (۱)

☆۔استاد عبدالحفیظ ابوالعدد کہتے ہیں کہ آزادانہ جنگ کا عنوان اور مرنے کے لئے جہاد کرنا۔ مبداو عقیدہ کی راہ میں شہید ہونا۔ ظالم حکومت اور باغی حکام کے سامنے نہ جھکنا۔ (۲)

☆۔استاد محمد باقر لکھتے ہیں کہ اس میں شک نہیں کہ شہید امام حسینؑ ابن علیؑ کی سیرت اس لائق ہے کہ جسے ساری عرب دنیا مختلف میلانات و اختلاف مذہب کے باوجود اپنے دلوں کی گہرائیوں میں نقش کرلیں۔ اس لئے کہ یہ سیرت، قربانی، عقیدے اور عزت و کرامت کی سیرت ہے۔ (۳)

☆۔استاد احمد حسن لطفی اپنی کتاب میں لکھتے ہیں بتحقیق وہ موت جسے حسین علیہ السلام دنیا میں تلاش کرتے تھے۔ وہ تھی کہ جس کی تصویر آپ کی نگاہ میں ہر تصویر سے زیادہ حسین و خوبصورت تھی۔ کیونکہ موت اس اللہ کی طرف جانے کی راہ ہے جو مبدا ہے اور اس کی طرف منتہیٰ اور چونکہ وہ نصرت حاصل کرنے اور ہمیشہ رہنے کی سبیل ہے۔ لہذا حسینؑ سب سے عظیم بہادر ہیں جنہوں نے موت کے خلاف موت سے مدد و نصرت حاصل کی۔ حاکم نے یعلی عامری سے بیان کیا ہے کہ رسول اللہ نے فرمایا "حسین منی وانا من الحسین" حسینؑ مجھ سے ہے اور میں حسینؑ سے ہوں خداوند عالم جو حسینؑ کو دوست رکھے اس کو تو بھی دوست رکھ۔

☆۔شام کے دانشور جناب عمر ابوالنصر اپنی کتاب "سید الشہداء" میں لکھتے ہیں۔

---

(۱) آل محمد کربلا میں صفحہ ۲۰۔

(۲) سبط رسولؐ اللہ الحسنؑ والحسینؑ ۱۸۸۔ (۳) الشہید الخالد الحسینؑ بن علیؑ صفحہ ۴۔

''اموی خاندان اور یزید کی بساط حکومت کا الٹا جانا اور وہ بھی چند سال کی مدت کہ انکی تعداد ایک ہاتھ کی انگلیوں سے بھی کم تر ہے اس بات کی بہترین شاہد ہے کہ خدا کو یہ مطلوب نہ تھا۔ تاریخ نے تمام حوادث کو روشن کردیا۔ اور ہمیں باخبر کردیا کہ وہ اقتدار جو معاویہؓ بن ابوسفیان کے ہاتھوں بنی امیہ کو نصیب ہوا تھا وہ بہت جلد تہہ و بالا ہوگیا۔ پھر مملکت رہی نہ حکومت تا آنکہ ان کی زندگیوں کا شیرازہ بھی منتشر ہوگیا۔ اور اس کے افراد اتنے شکست خوردہ۔ اتنے قابل نفرت اور ذلیل وخوار ہوئے کہ وہ اپنا نسب بھی چھپاتے پھرتے تھے''

بنوامیہ کے متعلق مستشرقین کی رائے

مسٹر فلپ ہٹی لکھتے ہیں

''بنوامیہ برائے نام مسلمان تھے انہوں نے شریعت اسلامیہ کو اپنی حکومت میں منسوخ کردیا تھا۔ ان دنیادار بنوامیہ کی حکومت شروع ہوتے ہی پرانے جاہلیت کے طریقے جوا، شراب و سرور اور شاعری پھر عود کر آئے۔

Philip k. Hitti's History of Arabs . F-P 247-250

مسٹر براؤن لکھتے ہیں۔

جیسا کہ ڈوزی نے کہا ہے بنوامیہ کی فتح دراصل اس فریق کی فتح تھی جو دل سے اسلام کا مخالف تھا۔ پیغمبر اسلامؐ کے بدترین دشمن کی اولاد جن کے دل اب تک اسی طرح سے کفر سے لبریز تھے اور تبدیل نہیں ہوئے تھے اب اُسی پیغمبرؐ کے جانشین ہونے کے مدعی تھے۔ یزید کی سلطنت تقریباً تین سال رہی پہلے سال میں اُس نے حسینؑ بن علیؑ کو قتل کیا۔ دوسرے سال مدینہ کو غارت و برباد کیا اور تیسرے سال کعبہ پر حملہ کیا۔ بنوامیہ کا سارا زمانہ سلطنت دراصل کفر کی واپسی اور اس کے اصولوں کی فتح کا زمانہ تھا۔

E.G Browne`s Literay of Persia vol1 .p 224-231

مسٹر نکلسن کہتے ہیں

بنوامیہ شریعت اسلامیہ کے مخالف تھے اور اس کے اصولوں کے منکر تھے بنوامیہ کے زمانہ

میں عہد جاہلیت کا کفر پھر غالب ہو گیا تھا۔

Nighlson`s Literary History of The Arab p.197-235

ٹوائن بی کی رائے:

مشہور مورخ ٹوائن بی رقمطراز ہے کہ ''اسلامی دنیا مسلسل چھ سو سال تک اپنے اقتدار کو مشرق و مغرب میں صرف اس لئے قائم رکھ سکی کہ وہ تاریخ کی چھ صدیوں تک برابر ثقافت کی نقیب اور تہذیب و علوم کی علمبردار رہی'' یہاں اقتدار سے مطلب مسلم حکومتوں کا سیاسی اقتدار نہیں ہے کیونکہ خلافت بنی امیہ کے انتہائی عروج کے زمانے میں بھی دنیائے معلومہ کے بہت سے حصے ان کی سیاسی گرفت سے آزاد تھے لیکن بایں ہمہ وہ ذہنی اور فکری طور پر مسلمانوں سے مغلوب تھے۔ تاریخ کا یہ واقعہ عجیب ہے کہ جن ممالک میں اسلام نے کبھی فاتح کی حیثیت سے قدم نہیں رکھا وہاں بھی اسلامی عقائد اپنی روحانی برتری، اور توحید کی سادہ، دل نشین اور موثر تعلیم کے سبب پھیل گئے۔ آج جنوبی مشرقی ایشیاء (سیام ہند چینی، ملایا، انڈونیشیا، بورنیو اور فلپائن اور شمال مشرقی ایشیاء (چین، منچوریا اور منگولیا) وغیرہ میں مسلمانوں کی تعداد پندرہ کروڑ کے قریب ہے لیکن سب کو معلوم ہے کہ دنیائے اسلام کی یہ ایک چوتھائی آبادی محض مبلغوں اور علماء کے ذریعہ اسلام کے دائرے میں داخل ہوئی ہے اور اگر ہم ترکوں کے مسلمانوں کا شمار بھی اسی زمرے میں کرلیں اور کرنا ہی پڑے گا تو آسانی کے ساتھ کہا جاسکتا ہے کہ اسلام کی تبلیغ و اشاعت کا ذریعہ مسلمانوں کی تلوار نہ تھی ان کی کتاب اور ان کے علوم تھے جو اپنے عہد کے تمام افکار پر غالب آ گئے۔

فلپ حتی کی رائے:

بین الاقوامی شہرت رکھنے والا مورخ فلپ حتی (مصنف تاریخ عرب) رقمطراز ہے کہ ''اسلام نے اپنے علوم یعنی فقہ، تفسیر، حدیث، اسماء الرجال، کلام، فلسفہ، تصوف، تاریخ اور طب کی شکل میں انسانیت کے لئے جو بیش بہا علمی اور تخلیقی ورثے چھوڑے ہیں۔ ان کی قدر و قیمت کا جب بھی اندازہ لگایا جاتا ہے تو انسان دنگ رہ جاتا ہے'' یورپی تاریخ نگاروں نے مسلمانوں کو اب تک صرف اس روپ میں پیش کیا ہے کہ ننگی تلوار ہاتھ میں لئے کبھی ویانا اور بلغراد پر حملہ آور ہیں اور کبھی

جنوبی فرانس اور مغربی اٹلی کو دھمکا رہے ہیں یہی وجہ ہے کہ آج تک بالعموم مغربی قومیں اسلام کے خلاف ایک لاشعوری اور شعوری استکراہ رکھتی ہیں کاش کہ دنیائے مغرب کے سامنے اسلامی کشور کشاؤں کے بجائے آئمہ اسلام کو پیش کیا جاتا جنہوں نے انسانیت کے دامن کو وعظ وحکمت اور علم و دانش کے بیش بہا جواہر سے مالا مال کر دیا ہے۔

چیمبر ان سائیکلو پیڈیا کا اعتراف حق:

''چیمبر ان سائیکلو پیڈیا'' نے ان احسانات کا اعتراف اس طرح کیا ہے کہ اسلام کا وہ حصہ جو تغیر وتبدل سے محفوظ رہا ہے۔ وہ اس کی عظیم الشان روحانیت کا پیام ہے۔قرآن کی تعلیمات ان تحریفوں سے پاک رہی ہے جو دنیا کے دوسرے الہامی صحیفوں کو پیش آئیں اور اس کا سبب یہ ہے کہ محمدؐ کے روحانی جانشینوں (آئمہ اہلبیت علیہم السلام) نے اسلام کے اس حصے کو گرد آلود ہونے سے بچالیا۔

کارلائل کی رائے:

کارلائل اپنے لکچر ''ہیروز اینڈ ہیرو شپ'' میں کہتا ہے کہ ان کے (پیغمبر اسلامؐ کی طرف اشارہ ہے) عقل وشعور کا نور طویل زمانوں تک دنیا کے بہت بڑے حصے سے چمکتا رہا۔ایمان ویقین کی دولت بہت بڑی دولت ہے اور قوموں کے اندر نئی روح اور نئی زندگی ایمان ویقین ہی سے پیدا ہوتی ہے۔یہی محمدؐ تھے اور یہی عرب اور یہی ایک صدی کا زمانہ مگر جب اس خاک (عرب) سے ایک شرارہ اٹھا تو دیکھو وہ آناً فاناً کس طرح آسمان تک پہنچنے والے شعلوں میں تبدیل ہو گیا۔یہ بات بغیر کسی تردید کے کہی جاسکتی ہے کہ مسلمان نویں صدی (مسیحی) سے تیرھویں صدی (مسیحی) تک جاہل اور گمراہ یورپ کے روشن ضمیر معلم رہے ہیں۔

امام حسین علیہ السلام غیر مسلم مفکرین کی نگاہ میں

امام حسینؑ کی شخصیت صرف مسلمانوں کیلئے محترم نہیں بلکہ آپ کو غیر مسلم مفکرین دانشور اور مستشرقین نے بھی خراج تحسینؑ پیش کیا ہے خصوصاً حضرت امام حسین علیہ السلام کی لازوال قربانی تمام انسانی اقدار کا مشترکہ ورثہ ہے۔یہی وجہ ہے کہ ہر ملت و مذہب نے اسے اپنے لئے رول ماڈل

قرار دیا ہے چند یورپی مستشرقین، بدھ مت، ہندو اور سکھ افراد کے امام حسینؑ کے متعلق پیش کردہ آراء سے اقتباس پیش کئے جاتے ہیں:۔(۱)

۱۔ مستشرقین

۲۔ ہندو

۳۔ سکھ

۴۔ بدھ مت

پروفیسر براؤن (مصنف تاریخ ادبیات ایران):

حسینؑ کا قتل، مدینہ کی تاراجی اور مکہ کا محاصرہ۔ان تین تاریخی چیرہ دستیوں مین سے پہلی چیرہ دستی ایسی تھی۔جس نے تمام دنیا کو لرزہ براندام کر دیا اور کوئی بھی شخص جس کے سینے میں جذبات ہیں اس دردناک کہانی کو سن کر بے چین ہوئے بغیر نہ رہ سکا۔

نطشے (مشہور جرمن فلسفی):

تخلیق کی معراج زہد و تقوی کی بزرگی میں ہے پر شجاعت تخلیق کا تاج ہے زہد و تقوی اور شجاعت کا سنگم خاکی انسان کے عروج کی انتہاء ہے جس کو زوال کبھی نہیں آئے گا۔اس کسوٹی پر پرکھا جائے تو امام عالی مقام نے بامقصد اور عظیم الشان قربانی دے کر ایسی مثال پیش کی جو دنیا کی قوموں کے لئے ہمیشہ رہنما رہے گی۔

مسٹر واشنگٹن اورنگ:

10 محرم الحرام ۶۱ھ مطابق ۱۳ اکتوبر ۶۸۵ء اس لاجواب لڑائی کی تاریخ ہے۔کئی ہزار فوج کے ساتھ لڑنے میں بہتر آدمیوں کا زندہ رہنا محال تھا۔زندگی تلف ہو جانے کا یقین کامل تھا نہایت آسانی سے ممکن تھا کہ حضرت امام حسینؑ یزید سے اس کی تمنا کے مواقف بیعت کر کے اپنی جان بچا لیتے مگر اس ذمہ داری کے خیال نے جو ایک مذہبی مصلح کی طبیعت میں ہوتی ہے اس بات کا اثر نہ ہونے دیا اور آپ کو نہایت سخت مصیبت اور تکلیف پر بھی ایک بے مثل صبر و استقلال کے ساتھ

(۱) حوالہ جات دیکھیں کتاب ''امام حسینؑ غیر مسلم مفکرین کی نظر میں''، مطبوعہ دارالثقافہ کراچی۔

قائم رکھا۔ چھوٹے چھوٹے بچوں کا قتل، زخمیوں کی تکلیف، عرب کی دھوپ، اس دھوپ میں زخم اور پیاس یہ ایسی تکلیفیں نہ تھیں جو سلطنت کے شوق میں کسی آدمی کو صبر کے ساتھ اپنے ارادے پر قائم رہنے دیتیں۔

مسٹر کارلائل (مصنف ہیروز اینڈ ہیروشپ):

آؤ ہم دیکھیں کہ واقعہ کربلا سے ہمیں کیا سبق ملتا ہے۔ سب سے بڑا سبق یہ ہے کہ شہدائے کربلا کو خدا کا کامل یقین تھا اس کے علاوہ ان سے قومی غیرت اور حمیت کا بہترین سبق ملتا ہے جو کسی اور تاریخ میں نہیں ملتا۔

وہ اپنی آنکھوں سے اس دنیا سے اچھی دنیا دیکھ رہے تھے۔ ایک نتیجہ یہ بھی حاصل ہوتا ہے کہ جب دنیا میں معصیت اور غضب وغیرہ بہت ہوتا ہے تو خدا کا قانون قربانی مانگتا ہے اس کے بعد تمام راہیں صاف ہو جاتی ہیں۔

پروفیسر گبن:

امام حسینؑ نے اپنے اصحاب پر زور دیا کہ وہ (میدان کربلا سے) فوراً ہٹ کر اپنی (جانوں کی) حفاظت کریں۔ لیکن تمام (اعزاء اور اصحاب) نے اپنے پیارے اور جان سے زیادہ عزیز امام کو تنہا چھوڑنے سے انکار کر دیا۔ امام حسینؑ نے دعا کر کے اور جنت کا یقین دلا کر ان کی ہمت افزائی کی۔ روز عاشور کی ہولناک صبح کو امام حسینؑ گھوڑے پر سوار ہوئے۔ آپ کے ایک ہاتھ میں تلوار اور ایک ہاتھ میں قرآن مجید تھا۔ آپ کے ساتھ شہداء کا بہادر اور سخی گروہ صرف بتیس سوار اور چالیس پیادوں پر مشتمل تھا۔(۱)

یہی مصنف ایک دوسرے مقام پر لکھتا ہے۔

حضرت امام حسینؑ کا پر درد واقعہ ایک دور دراز ملک میں رونما ہوا، یہ واقعہ بے رحم اور سنگدل افراد کو بھی متاثر کر دیتا ہے اگر چہ کوئی کتنا ہی بے رحم ہو مگر امام حسینؑ کا نام سنتے ہی اس کے دل میں ایک جوش اور ہمدردی پیدا ہو جائے گی۔

---

(۱) ڈکلائن اینڈ فال آف رومن امپائر۔ ص ۲۸۷۔

مسٹر آرتھر۔ این ون سٹن۔ (سی آئی اے)

حسینؑ میں صبر و استقامت اور اخلاق کے وہ اعلیٰ جواہر اور کمالات موجود تھے جو عام انسانوں میں نہیں پائے جاتے۔ اس لئے حسینؑ کی ذات خود ایک معجزہ ہے۔ حسینؑ کی بہادری اور شجاعت کی مثال شاید ہی دنیا کبھی پیش کر سکے۔ اقوامِ عالم کی تاریخ کبھی کوئی ایسا سورما پیش نہ کر سکی جو ہزاروں سے یک وتنہا لڑا ہو اور بہ رضا و رغبت مرنے پر تیار ہو گیا ہو۔

سر فریڈرک۔ جے۔ گولڈ (مشہور یورپی مصنف)

لوگ نئے نظام کا ذکر کرتے ہیں لیکن صرف وہی نظام باقی رہنے کے قابل ہے جس کی بنیاد روحانیت پر ہو۔ ان اصولوں پر جس کی تعلیم خود حسینؑ نے دی تھی۔ یعنی انفرادی، جماعتی، قومی اور بین الاقوامی زندگی میں رواداری، آزادی، تحفظ، انصاف کی تعلیم۔ اس قسم کے نئے نظام میں سلطنت کے غلبہ اور جبر وظلم کا امکان نہیں رہے گا بلکہ ایک مشترک زندگی ہو گی جو ایک انسانی وقومی اخوت قائم کرے گا۔ درحقیقت امام حسینؑ اس انسانی فہم وذکاوت کا اعلیٰ نمونہ ہیں جو تنفر، جنگ اور ظلم کی تاریک دیواروں میں سے ہوتی ہوئی ریگستانوں اور سمندروں کو عبور کرتی ہوئی امن وامان کا پیغام دیتی ہے۔ امام حسینؑ کی زندگی ہمارے لئے ایک مفید اور نصیحت آموز سبق ہے۔ پیغمبر اسلام کا نواسہ اور حضرت علیؑ کا فرزند جنھوں نے قسطنطنیہ میں بحیثیت ایک بہادر سپاہی کے کام سرانجام دیا تھا اور بحیثیت ایک عادل حاکم کے حکومت کی تھی۔ امام حسینؑ نے اپنے عمل سے دکھا دیا کہ کس طرح نوجوانوں کو اپنے آباؤ اجداد کے کارناموں کا احترام اور ان کے اوصافِ حمیدہ اور جذبۂ خدمتِ خلق کو جاری رکھنا چاہیے

سر جارج ٹامس

کون ہے جو امام حسینؑ کی حق وصداقت کو بلند کرنے والی اس لڑائی کی تعریف کئے بغیر رہ سکے گا۔ دوسروں کے لئے جینے کا اصول، کمزور اور دکھیاروں کی امداد کو اپنا مقصدِ حیات بنانے کی بے نظیر مثال امام حسینؑ کی بے لوث شخصیت سے زیادہ روشن اور کہیں نہیں مل سکتی۔ جنھوں نے اپنی اور اپنے محبوب ترین عزیزوں اور ساتھیوں کی جان کی بازی لگا دی لیکن ایک ظالم اور طاقتور بادشاہ کے

سامنے سر جھکانے سے انکار کردیا۔

گو حق اور صداقت کی بے بہا خوبیوں کی حفاظت اور دوسروں کی بھلائی کے لئے امام حسین نے آج سے تیرہ سوسال پہلے اپنی جان دی تھی، لیکن ان کی لافانی روح آج بھی دنیا میں لاتعداد انسانوں میں موجود ہے اوران کی شہادت کی پاکیزہ یاد ہر سال محرم میں تازہ کی جاتی ہے

لارڈ ہیلڈ لے (لندن)

حضرت امام حسین نے میدان کربلا میں انتھک جدوجہد کے ساتھ لوگوں کو احکام رسول کی طرف متوجہ کیا اور یہ بتایا کہ حق پر ثابت قدم رہنے کی سعی انسان کا فرض اولین ہے۔ اگر حسین میں سچا جذبہ کارفرما نہ ہوتا تو اپنی زندگی کے آخری لمحات میں ان سے رحم وکرم، صبر واستقامت اور ہمت و جوان مردی ہرگز عمل میں آہی نہیں سکتی تھی جو آج صفحہ ہستی پر ثبت ہے۔ اگر وہ دنیادار انسان ہوتے تو بلاشبہہ دشمن کے سامنے سرِ خم تسلیم کردیتے مگر جذبہ الٰہی وتعلیماتِ محمدی کا یہ اثر تھا کہ وہ مع تمام رفقاء کے موت کے گھاٹ اتر گئے لیکن فسق وفجور اور غیر اسلامی اصولوں کی حمایت نہ کرنا تھی نہ کی۔ جب انسان ان کے کارناموں اور شہادت کا حال تاریخ میں پڑھتا ہے تو اسے حسین کی عظمت اور ان کی سیرت کا اندازہ ہوتا ہے۔

مسٹر جے۔ آر۔ رابنسن

میری زندگی کا بیشتر حصہ تاریخ کے مطالعہ میں گزرا ہے مگر جو کشش اور مظلومیت مجھے تاریخ اسلام کے اس باب میں نظر آئی جو حسین اور کربلا سے متعلق ہے وہ کہیں نہیں دیکھی۔ مسلمانوں کے پاک نبی کے وصال کے بعد ان کے نواسے نے جو عظیم الشان کارنامہ سرانجام دیا وہ اسلامی تعلیم کی صداقت اور حسین کی عظمت کی بہت بڑی دلیل ہے۔ حسین نے سینکڑوں مشکلات کے باوجود اپنے اصولوں اور اسلامی نظام حکومت کی حفاظت کی ایک جابر طاقت کے سامنے صف آراء ہونے میں ذرہ بھر جھجک محسوس نہیں کی۔ بڑی بہادری، اولوالعزمی اور خندہ پیشانی کے ساتھ مصائب کا مقابلہ کیا اور اپنے جانثاروں کے ساتھ شہید ہو گئے۔

بلاشبہ تاریخ عالم میں ایسی مثالیں کم یاب ہیں بلکہ نایاب ہیں اور جب ہم اس واقعہ کو اس نقطہء نگاہ سے دیکھتے ہیں تو حسین کی عظمت اور بھی بڑھ جاتی ہے کہ انہوں نے جتنی تکلیفیں اٹھائیں اور جس شدید مصیبت کے عالم میں شہید ہوئے اس میں ان کا ذاتی مفاد نہ تھا، انہوں نے جو کچھ کیا خدا کے لئے کیا۔ تسلیم کرنا پڑتا ہے کہ ان سے پہلے اور ان کے بعد تک شہیدوں میں کوئی ان کے ہم پلہ نہیں گزرا۔

ڈاکٹر ایڈورڈ سیل (مصنف خلافتِ بنی امیہ و بنی عباس)

اس مختصر جماعت کا ہر فرد یکے بعد دیگرے میدان کارزار میں شہید کر دیا گیا، یہاں تک کہ صرف حسین اور آپ کا خوردسال فرزند جو بہت ہی کم سن تھا بقیدِ حیات تھے۔ یہ بچہ کون تھا؟ وہی مظلوم کربلا کا ششماہہ بچہ علی اصغر تھا جس کی ماں کا دودھ خشک ہو چکا تھا۔ سخت گرمی میں اس پر پانی بند تھا کربلا کا ریگستان لو اگل رہا تھا بے زبان معصوم کی زبان مارے تشنگی کے خشک تھی اور ننھا سا کلیجہ کباب ہو رہا تھا ادھر نرغہء اعداء میں گھرے ہوئے باپ نے اس عالم بے کسی میں

"ھل من ناصر ینصرنا"

کی آواز بلند کی، ادھر ششماہہ ننھے نے اپنے آپ کو جھولے سے گرا دیا۔ ہاں! ذرا دیکھنا بھیڑیوں کی ٹڈی دل فوج میں بے چینی ہوگئی، پتھروں کے دل پسیج گئے، ظالم جلاّدوں کے جسموں میں رحم و کرم کی لہریں پیدا ہوگئیں اور سب نے یک زبان ہو کر کہا: ہاں ٹھیک تو ہے حسین ٹھیک فرما تے ہیں، اس بچے نے کیا قصور کیا ہے، اسے کیوں نہ پانی دیا جائے۔

ادھر مظلوم نے کہا کہ اگر تم کو یہ خیال پیدا ہوتا ہے کہ اس بہانے سے میں خود پانی مانگ رہا ہوں تو دیکھ لو میں اسے یہاں چھوڑ کر ہٹ جاتا ہوں تم خود آ کر اسے پانی پلا دو۔

شمر ملعون کو فوج کی تبدیلیء مزاج کا علم ہو گیا۔ اس نے حرملہ کو حکم دیا کہ کلامِ حسین کو قطع کر دے، حکم سننے کی دیر تھی حرملہ نے تین بھال کا تیر ایسا سر کیا کہ معصوم کے حلق نازک کو چیر کر بازوئے حسین میں در آیا اور بچہ باپ کے ہاتھوں پر منقلب ہو گیا۔

شیلڈ (ایک مشہور مغربی مفکر)

امام حسین اپنی چھوٹی سی جماعت کے ساتھ روانا ہوئے، آپ کا مقصد شان وشوکت اور دولت حاصل کرنا نہ تھا۔ آپ ایک بلند اور عدیم المثال قربانی پیش کرنا چاہتے تھے۔ آپ کے بہادر گروہ کا ہر فرد، مرد ہو یا عورت جانتا تھا کہ دشمنوں سے مقابلہ کرنا (دشمن کی تعداد کی کثرت کی وجہ سے) بہت دشوار ہے اور یہ کہ وہ صرف ان سے لڑنے ہی کے لئے نہیں بلکہ ان کو شہید کرنے کے لئے جمع ہوئے ہیں۔ باوجود یکہ (حسین اور اصحاب حسین کے) بچوں پر پانی تک بند کر دیا گیا لیکن وہ دہکتے ہوئے آفتاب کے نیچے، تپتے ہوئے ریگستان پر عزم واستقلال کا پہاڑ بنے ہوئے قائم رہے، ان میں سے کوئی ایک لمحے کے لئے بھی نہ گھبرایا بلکہ نہایت بہادری سے سخت اور شدید مصیبتوں کا بغیر کسی ہچکچاہٹ کے مقابلہ کرتا رہا۔

پرسی سائیکس (مصنف: تاریخ پرشیا)

ماہِ محرم ۶۱ ہجری کی دسویں کو حسین کی مختصر جماعت مرتے دم تک جنگ کرنے پر آمادہ رہی ان کی بہادری کے مقابلے پر کوئی بہادر نظر میں نہیں سماتا۔

والٹر فرنج

کربلا والے حسین کے سوا تاریخ میں ایسی کوئی بھی ہستی نظر نہیں آتی جس نے بنی نوع انسان پر ایسے مافوق الفطرات اثرات چھوڑے ہوں۔ جنگوں میں فتح حاصل کرنے کا طریقہ جو امامِ عالی مقام نے کائنات کے مظلوموں کو سکھایا ہے کہ خدا پر کامل یقین رکھو، حق کی خاطر باطل سے ٹکرانے کے لئے سیسہ پلائی ہوئی دیوار بن جاؤ تو فتح تمہارے ساتھ ہے۔ آنے والے دن تمہارے اس عمل کو زمین سے نکلنے والے کبھی نہ ختم ہونے والے خزانے کی مانند دیکھتے رہیں گے۔

ڈاکٹر ع۔ مرقس

مسلمانوں کو حسین اور ان کی تعلیمات کی پوری پیروی کرنا چاہیے اور ان کے مشن کو زندہ رکھنا چاہیے۔ حسین کی یادگار جس قدر اہتمام اور شان وشوکت سے منائی جائے کم ہے۔ یہ وہ حسین ہے جس نے دینِ خدا کو ابدی زندگی بخشی، یہ وہ حسین ہے جس نے ہر مذہب وملت پر عظیم احسان کیا

وہ حسین ہے جس نے انسانیت کو حیوانیت میں تبدیل ہونے سے بچالیا۔اس لئے اہل اسلام کا فرض ہے کہ بلا امتیاز گروہ وفرقہ حسین کے نام کو ابد تک زندہ رکھیں اور یہ بات کبھی نہ بھولیں کہ جو قوم اپنے پیشوا اور راہنما کے نام اور کام کو زندہ نہیں رکھتی وہ ایک دن دنیا سے مٹ جاتی ہے۔

آر۔جے۔ولسن (مشہور یورپی دانشور)

میں اسلام کی عظیم ترین شخصیت حسین بن علی کا اسی طرح احترام کرتا ہوں جس طرح مسیح بن مریم کا حسین نے کربلا کے تپتے ہوئے ریگزار میں جس شجاعت و بسالت کا اظہار کیا۔ اس کی نظیر مشاہیر شجاعان عالم میں تو درکنار، انبیاء ومرسلین کی پاکیزہ زندگیوں میں بھی نہیں ملتی۔

آپ کے کردار سے صاف واضح ہوتا ہے کہ آپ کی تخلیق اسی نور خداوندی سے ہوئی تھی جس نور سے محمد اور علی کو خلق فرمایا گیا تھا اور اسی لئے محمد رسول اللہ نے آپ کے شان میں فرمایا کہ ''حسین مجھ سے ہے اور میں حسین سے ہوں''

مہاتما گاندھی:

میں نے کربلا کی المناک داستان اس وقت پڑھی جب کہ میں نوجوان ہی تھا۔اس نے مجھے دم بخود اور مسحور کردیا۔

بحیثیت شہید کے امام حسینؑ کی مقدس قربانی میرے دل میں ثناء وصفت کا لازوال جذبہ پیدا کرتی ہے کیونکہ انہوں نے تشنگی کی اذیت اور موت کو اپنے لئے اپنے بچوں اور تمام خاندان کے لئے گوارا کرلیا لیکن ظالمانہ قوتوں کے سامنے سر نہیں جھکایا۔میرا عقیدہ یہ ہے کہ اسلام کی ترقی اس کے ماننے والوں کی تلواروں کی رہین منت نہیں ہے۔بلکہ اس کے اپنے اولیائے کرام کی قربانیوں کا نتیجہ ہے۔

میں اہل ہند کے سامنے کوئی نئی بات پیش نہیں کرتا۔میں نے کربلا کے ہیرو کی زندگی کا بخوبی مطالعہ کیا ہے اور اس سے مجھے یقین ہوگیا ہے کہ ہندوستان کی اگر نجات ہوسکتی ہے تو ہم کو حسینی اصول پر عمل کرنا چاہئے۔

پنڈت جواہر لال نہرو:

تاریخ کا ایک سبق آموز واقعہ وہ عظیم اور جاودانی اثر ہے جو کربلا کے غم انگیز سانحے سے دنیائے اسلام پر مرتب ہوا تعجب خیز امر یہ ہے کہ ان طویل صدیوں میں کروڑوں نفوس پر یہ عظیم الشان اثر جاری رہا اور لاتعداد افراد کی ہمدردیاں حاصل کرتا رہا۔ لیکن پھر بھی یہ امر تعجب خیز نہیں ہے، اسلئے کہ کسی خاص مقصد کے لئے قربانی نوع انسان پر ہمیشہ اثر انداز ہوتی رہی ہے۔

قربانی جس قدر پرخلوص اور اس کا مقصد جتنا اعلیٰ ہوگا اتنی ہی اس کی صدائے بازگشت زمانے کے گنبد میں گونجتی چلی جائے گی اور مردوں، عورتوں کی زندگیوں پر اس کا اثر ہوتا رہے گا۔

یہ لازمی امر ہے کہ ایک غم انگیز واقعہ ہمارے جذبات غم کو ابھارے تاہم اس جذبہ غم میں ایک جذبہ کامرانی بھی نمودار ہے یعنی انتہائی مخالف ماحول میں انسانی قوت ارادی کی فتح اور یوں شکست وغم سے فتح مندی اور مسرت پیدا ہوتی ہے اس لئے یہ بہت اچھا ہے کہ ہم اسے یاد رکھیں اور اس سے ہدایت وسبق حاصل کرتے رہیں۔

ڈاکٹر راجندر پرشاد

کربلا کا واقعہ شہادت، انسانی تاریخ کا وہ واقعہ ہے جسے کبھی فراموش نہیں کیا جا سکتا اور جو دنیا کے کروڑوں مردوں اور عورتوں کی زندگی پر اثر ڈالتا ہے اور ڈالتا رہے گا۔ ہندوستان میں اس واقعہ کی یاد بڑی سنجیدگی سے منائی جاتی ہے جس میں نہ صرف مسلمان حصہ لیتے ہیں بلکہ غیر مسلم افراد بھی مساویانہ دلچسپی کا اظہار کرتے ہیں ان شہداء کی زندگیاں ایسے زمانے میں جب کہ ہم اس ملک میں جنگِ آزادی میں مصروف ہیں اور قوم و وطن کی خاطر قربانیاں پیش کرتے ہیں ہمارے لئے منارہ روشنی کی حیثیت رکھتے ہیں۔

سر رادھا کرشنن

امام حسین نے اپنی قربانیوں اور ایثار سے دنیا پر ثابت کر دیا کہ دنیا میں حق وصداقت کو زندہ اور پائندہ رکھنے کے لئے ہتھیاروں اور فوجوں کی بجائے جانوں کی قربانی پیش کر کے کامیابی حاصل ہو سکتی ہے۔ انہوں نے دینا کے سامنے ایک بے مثال نظیر پیش کی ہے۔

آج ہم اس بہادر فدائی اور انسانیت کو زندہ رکھنے والے عظیم الشان انسان کی یاد مناتے ہوئے اپنے

دلوں میں فخر ومباحات کا جذبہ محسوس کرتے ہیں۔

امام حسین نے ہمیں بتادیا کہ حق وصداقت کے لئے اپنا سب کچھ قربان کیا جاسکتا ہے (پیام اسلام)

مسٹر گوکھلے (سابق صدر انڈین نیشنل کانگریس)

اگر حسین اپنی شہادت سے اسلام کے اصول کو از سر نو زندہ نہ کرتے تو اسلام مٹ جاتا اور اگر اسلام کا وجود ہوتا بھی تو بے اصول مذہب کی حیثیت سے جس کے اندر بڑی آزادی سے وہ تمام برائیاں پھیل جاتیں جن کا رواج یزید اور اس زمانے کے مسلمانوں کی روزمرہ زندگی میں ہوگیا تھا

ڈاکٹر رابندر ناتھ ٹیگور

حسین نے کیا سکھایا؟

یہ مادی دنیا جس میں ہم رہتے ہیں، اس وقت اپنا توازن کھو دیتی ہیں جب اس کا رشتہ محبت دنیا سے ختم ہو جاتا ہے۔ ایسی حالت میں ہمیں نہایت ارزان اور فرومایہ چیزوں کی قیمت اپنی روح سے ادا کرنا پڑتی ہے یہ صرف اس وقت ہوسکتا ہے جب مادیت کے مقید کرنے والی دیواریں حیات کی آخری منزل ہونے کی دھمکی دیتی ہیں۔

جب یہ ہوتا ہے تو بڑے بڑے تنازعہ، حاسدانہ فتنہ اور مظالم اپنے لئے جگہ اور موقع تلاش کرنے کے لئے اٹھ کھڑے ہوتے ہیں۔ ہمیں اس خرابی کی دلگداز خبر ملتی ہے اور ہم صداقت کے محدود دائرے کے اندرہ توازن قائم رکھنے کی ہر ممکن کوشش کرتے ہیں۔

اس میں ہمیں ناکامیاں ہوتی ہیں، اس موقع پر صرف وہی ہماری مدد کرتا ہے جو اپنی حیاتِ نفسانی سے یہ ثابت کر دکھلاتا ہے کہ ہم روح بھی رکھتے ہیں۔ وہ روح جس کا مسکن محبت کی بادشاہت میں ہے اور پھر جب ہم روحانی آزادی حاصل کرتے ہیں تو مادی اشیاء کی مصنوعی قوتوں کا زور ہماری نگاہوں میں ختم ہو جاتا ہے۔

پروفیسر رگھوپتی سہائے (فراق گورکھپوری)

سیدنا امام حسین کی بلند اور پاکیزہ سیرت محسوس کئے جانے کی چیز ہے، ایسے الفاظ کا پانا آسان نہیں جو ان کے کردار کی عظمت کے مکمل مظہر ہوں۔

یوں تو ان کی سیرت، روحانیت اور آنسوؤں کی سب سے زیادہ تابناک روشنی کربلا (کرب و بلا) کے اندر چمکتی دکھائی دیتی ہے لیکن جو لوگ حسینؑ کی واقعہ کربلا سے پہلے کی زندگی سے واقف ہیں ان کے لئے اس زندگی کی بے داغ اور استوار پاکیزگی اس کی تشنگی، اس کا خلوص اور وقار، صداقت کی چٹان اور سخت امتحان کے مقابلے کی طاقت، یہ باتیں اتنی نمایاں ہیں کہ بلا لحاظ مذہب و ملت ہر فرد خراج عقیدت پیش کرتا ہے۔

کیا صرف مسلمان کے پیارے ہیں حسینؑ
چرخ نوع بشر کے تارے ہیں حسینؑ
انسان کو بیدار تو ہو لینے دو
ہر قوم پکارے گی ہمارے ہیں حسینؑ

مجھ ایسے گناہ گار انسان کے لئے حسینؑ کے اخلاقی کمالات کی صحیح قدر و قیمت کا اندازہ لگانا غالباً اپنی قابلیت سے بڑھ کر جرأت آزمائی کے مترادف ہوگا۔ حسینؑ دنیا کے بڑے سے بڑے خدارسیدہ رشیوں اور شہیدوں کے ہم پلہ ہیں۔ حسینؑ کا نام اور ان کا کام، ان کی زندگی اور موت کے واقعات ان نسلوں کے روحوں کو بیدار کریں گے جو ابھی پیدا نہیں ہوئیں۔ (سرفراز لکھنؤ)

پنڈت امرناتھ جی (سابق وائس چانسلر الہ آباد یونیورسٹی)

تاریخ انسانی کے غم ناک واقعات میں کوئی بھی واقعہ اتنا دلخراش نہ ہوگا جتنا کربلا کے میدان میں جنگِ حسینؑ کا خاتمہ ہے۔ وہ عین سجدہ میں قتل کئے گئے اور شہادت کا درجہ حاصل کر گئے ہمارے نزدیک قدیم سورماؤں کے کارنامے کو نظر میں رکھنا بہت بہتر ہے کہ وہ لوگ کیا تھے

اور کیا کر گئے۔

ان کی کامیابیاں روح کی پر استقلال فتح کا باعث ہیں جن کے لئے انہیں سخت امتحانات کا سامنا کرنا پڑا۔

مسٹر رائن گرٹو (وائس چانسلر بنارس یونیورسٹی)

آج کی پریشان دنیا میں ضرورت ہے کہ حضرت حسین کی بے مثال قربانی اور ایثار کی یاد دھوم دھام سے منائی جایا کرے۔

حسین نے ایک بلند مقصد کے لئے موت قبول کی اور خود کو اسلام کے ایک خدمتگذار رکھوالے کی حیثیت سے تاریخ کے صفحات میں زندہ جاوید کرلیا۔

کنج بہاری لال ایڈووکیٹ (الہ آباد)

بلند مقصد کے لئے جنگ کرنے والے بلند مرتبت حسین کے جذبہء ایثار وقربانی کی جتنی بھی تعریف کی جائے کم ہے۔ وہ پاک انسان ان چند نفوس میں سے تھا جو ہر روز دنیا کو نصیب نہیں ہوتے اور جب اس سرزمین پر اترتے ہیں تو اسے آسمان کی طرح بلندی اور عظمت عطا کر دیتے ہیں۔ اپنے جائز حق کے لئے لڑنا اور جان دے دینا یہ امر بھی کچھ کم داد وتحسین کا مستحق نہیں وہ انسان کتنا عظیم مرتبہ اور قابل تحسین ہے جس نے اپنے لئے نہیں بلکہ دوسروں کے لئے، اسلام کے لئے اور اسلام کے مستحکم اور بلند اصولوں کی لئے جنگ کی اور اپنی ہی نہیں بلکہ اپنے اہل خاندان تک کی قربانی دے دی، وہ دشمن کے مقابلے میں کمزور تھا اس کی فوج صرف بہتر نفوس پر مشتمل تھی وہ بھی بھوکے اور پیاسے، مگر حسین اور اس کے ساتھیوں نے جس استقلال اور شجاعت سے جنگ لڑی اس نے ثابت کر دیا کہ ان کا مقصد کتنا پاکیزہ جذبہ، کتنا نیک اور ارادہ کتنا بلند تھا۔

اے خاکِ کربلا تجھ پر خدا کی ہزار ہزار رحمتیں ہوں کہ تیرے سینے میں خدا کی مقدس امانت دفن ہے، تیرے ذرّوں پر معصوم خون کے فوارے گرے ہیں

ڈاکٹر ایس۔وی پشیم بیکر۔ بنارس (صدر شعبہء تاریخ ہندو یونیورسٹی)

حسین تاریخ عالم میں شریف ترین سیرت کے حامل ہیں، کربلا میں ان کی شہادت ایک

ایسا تاریخی واقعہ ہے جس کی اہمیت اور عظمت روز بروز بڑھتی چلی جاتی ہے۔انسان جن بڑی اور عظیم المرتبت شخصیتوں کی تعریف کرتے اور ان سے محبت کرتے ہیں حسین ان پاکیزہ ہستیوں میں سے ایک ہیں ،ان میں شریف خیالی، پاکیزگی، سادگی اور خلوص کی صفات مجتمع تھیں ۔ جو لوگ دنیا میں انسانی محبت وعزت اور امن وسکون کے خواہشمند ہیں ان کے لئے یہ صفات ایک مستقل ذریعہ الہام اور حصول انسانیت و رواداری ہیں اور رہیں گے۔یہ تمام اصول امام حسین کی زندگی میں پائے جاتے ہیں اور انہی کے لئے انہوں نے شہادت کی موت اختیار کی۔

مہاراجہ جگجیت سنگھ بہادر (والی کپورتھلہ)

انسانی تاریخ میں شہیدوں کا مرتبہ بہت بلند ہے اور شہدا چاہے وہ کسی ملک وقوم کے ہوں ہر مذہب وقوم کے لئے قابل عزت ہیں۔کوئی پابند اصول ہرگز یہ نہیں کہہ سکتا کہ شہید کسی خاص قوم یا زمانے کے لئے رہنما ہیں۔ بلکہ شہیدوں کی روشن مثالیں ہر فرد بشر کے لئے سبق آموز ہیں۔اور اسی نقطہ نظر سے حضرت امام حسینؑ کی شہادت کے واقعات ساری دنیا کے لئے قابل مطالعہ ہیں۔

مجھے یقین ہے کہ حضرت امام حسینؑ کی شجاعت کی یاد تازہ رکھنے کے لئے سکھ، ہندو، عیسائی دل سے شامل ہوں گے۔میرا یہ پیغام معمولی یا رسمی پیغام نہیں بلکہ میرے خیالات کا صحیح عکس ہے۔

سردار گیانی گورمکھ سنگھ

حضرت امام حسینؑ شہیدوں کے سرتاج تھے۔۔۔حضرت امام حسینؑ جیسے مہاپرش میدان جنگ میں مجبوراً لڑائی کرنے آئے ہیں۔آپ نے حیرت انگیز طریقہ سے دل ہلا دیئے اور ہم کو انسانیت کے گر سکھائے۔آج بھی امام کے نقش قدم پر چلنے اور ان کے اصولوں کو ماننے کی بے انتہاء ضرورت ہے کیونکہ بدی اور برائی نے انسان کو پھر سے پریشان کر رکھا ہے۔جو سچائی امام نے دنیا کے سامنے رکھی تھی۔سینکڑوں سال گزرنے کے باوجود آج بھی اس کی اتنی ہی ضرورت ہے جتنی کہ پہلے تھی۔اگر امام عمل کرنے کا سبق نہ دیتے تو سینکڑوں سال گزرنے کے بعد بھی زندگی کی تصویر نمایاں نہ ہوتی۔

مہندر سنگھ

حضرت امام حسین نے کربلا کے میدان میں شہید ہو کر یہ ثابت کر دیا کہ حق ہمیشہ زندہ رہے گا اور باطل فنا ہونے والا ہے۔

سوتیجا سنگھ

حضرت امام حسین نے آخری دم تک نماز نہیں چھوڑی، ان کی صحیح یاد منانے کا طریقہ یہی ہے کہ ان کے اصولوں پر عمل کیا جائے۔

سردار جسونت سنگھ۔ایم۔اے،بی۔ایس۔سی،این۔ڈی (لندن)

حسین نے اپنے لئے نہیں بلکہ دوسروں کے لئے جان دی۔ان کی قربانی شہیدوں میں سب سے زیادہ بلند ہے۔انہوں نے اپنی قربانی کسی خود غرضانہ مقصد کے لئے نہیں پیش کی تھی بلکہ صرف حق اور انصاف کو بلند کرنے کے لئے دی تھی۔

دنیا کی تاریخ میں بے شمار لڑائیاں لڑی گئیں لیکن کربلا کی لڑائی اپنی اہمیت کے لحاظ سے بے حد نمایاں جنگ تھی کیونکہ یہاں ہم کو یہ دکھائی دیتا ہے کہ نیکی اور بدی کی قوتیں اپنے انتہائی کمال تک پہنچ کر ایک دوسرے کے خلاف صف آراء تھیں۔حسین صداقت اور فرض شناسی کا مجسمہ تھے۔۔۔

یان۔بے چی۔ہان (جاپانی محقق)

دنیا کے بے شمار مشہور پہلوانوں، طاقتوروں اور بہادروں کی شجاعت و جوانمردی کے قصے اہلِ عالم کی نوکِ زبان پر ہیں۔لیکن ساتویں صدی عیسوی میں اہل عرب میں ایک ایسا بہادر ہیرو بھی گزرا ہے جس کے شجاعانہ کارناموں نے جری سے جری اور دلاور سے دلاور انسانوں کو بھی حیرت سے انگلیاں چبانے پر مجبور کر دیا۔اس جرأت مند دلاور بہادر کا نام نامی حسین بن علی ہے حقیقت یہ ہے کہ عرب کے اس ہیرو نے گھر بار لٹا دیا، اپنے بچے اور عزیز و اقارب ذبح کروا ڈالے اور اپنا سر بھی کٹوا دیا لیکن نہ تو شیطان کی اطاعت قبول کی اور نہ اپنے دین پر آنچ آنے دی۔

وان کروہا (جاپانی محقق)

درحقیقت حسین کے قوت بازو میں خدا کی طاقت کام کر رہی تھی اس لئے کہ وہ خدا کا تھا اور خدا اس کا تھا۔ اس نے کربلا میں جان دے کر اپنے دین ہی کی حفاظت نہیں کی بلکہ انسانیت کی بھی حفاظت کی، خدا کی بے انتہا رحمتیں نازل ہوں اس شجاع انسان پر جس نے انسانیت کے مرتبے کو فرش سے اٹھا کر عرش تک پہنچا دیا اور ظلم وستم کو ہمیشہ کے لئے ختم کر دیا۔

کوشان فوہو (جاپانی محقق)

حسین عظیم ترین انسان ہے، اس کا کردار محیر عقول ہے، اس کی سیرت لاثانی ہے، وہ نینوا کا شہید ہے، وہ کربلا کا مظلوم ہے، اس کی داستان مظلومیت سُنی نہیں جاسکتی۔ وہ بھوکا پیاسا مارا گیا، اس نے دنیا والوں کو دکھایا کہ تسلیم ورضا اس کا نام ہے، ایثار وقربانی اسے کہتے ہیں، تمام عالم کون ومکان کا یہ امام اپنے اندر بے پناہ خدائی قوت رکھتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ آج حسین ابن علی کا نام ساری دنیا کے لوگ ادب واحترام سے لیتے ہیں اور اس کا اسم گرامی سن کر تعظیم سے سر جھکا دیتے ہیں۔

امام حسین علیہ السلام کے عہد کے سیاسی حالات

رسول اکرمؐ سے پہلے تمام دنیا میں موروثی شاہی نظام رائج تھا جس میں فرد واحد کو خود مختار انداز میں امتوں کے سیاہ سفید کا مالک اور مطلق العنان سمجھا جاتا تھا۔ جس کے بعد اس کی اولاد میں نسل در نسل بادشاہت چلتی تھی ۔لوگ بلاہ چوں و چراں ان کی اطلاعت کیا کرتے تھے ۔ یہ نظام بلا تفریق مذہب وملت ساری دنیا میں رائج تھا اس وقت کی بڑی سلطنتیں قیصر روم کی عیسائی اور ایران کی کسریٰ تھیں اسلام کے سیاسی نظام میں موروثی بادشاہت کا کوئی تصور نہیں تھا۔ جو خالص سیاسی نہیں بلکہ نبوت کی نیابت کی اساس پر تھا اسلام نے قرآن وسنت کی صورت میں آئینی حکومت کا تصور پیش کیا جس میں قانون کی بالادستی اور احترام کا تصور تھا جہاں جمہوری روح اور عدالت وانصاف کو فوقیت حاصل تھی جہاں رنگ ونسل، زبان، عقیدہ کی عصبیت نہیں بلکہ انسان کی عظمت وشرافت کا سب سے بڑا معیار اسلامی قانون کی پاسداری اور اس پر عمل تھا خلافت راشدہ کے عہد تک ان اسلامی اصولوں پر ایک حد تک عمل ہوتا رہا۔ لیکن حضرت علیؑ کی شہادت اور امام حسنؑ کی صلح کے بعد بنوامیہ کی حکومت کا آغاز ہوتا ہے جس نے اسلامی اصولوں سے انحراف کرتے ہوئے موروثی بادشاہت کی بنیاد رکھی۔

پروفیسر محمد عبداللہ ملک سابق چیئر مین شعبہ تاریخ اسلامیہ کالج لاہور اپنی تاریخ اسلام میں لکھتے ہیں۔

"سیاسی لحاظ سے ہم امیر معاویہؓ کی حکومت کو ایک حد تک ملوکیت (شخصی حکومت) کہہ سکتے ہیں۔ آپ نے خلافت راشدہ کی جمہوری اقدار کی روایات کے برعکس ملوکیت کی بنیاد رکھی آپ کی یہ ملوکیت اگر چہ کلیتاً مطلق العنان نہ تھی۔ مگر آپ خلفائے راشدین کی طرح شوریٰ کے پابند نہ تھے۔

حضرت عمر فاروقؓ کا قول ہے کہ جو شخص قوم کے خزانے سے ایک دانہ بھی خرچ کرے وہ خلیفہ نہیں، بادشاہ ہے۔

اس قول کی روشنی میں امیر معاویہؓ کی خلافت بادشاہت سے کچھ ایسی مختلف نہ تھی کیونکہ آپ بیت المال کو اپنی مرضی سے صرف کرتے تھے اور شاہانہ ٹھاٹ باٹ سے زندگی بسر کرتے تھے۔ آپ خلیفہ کی حیثیت سے حکومت کے جملہ شعبوں کے سربراہ تھے۔ اور کسی کے سامنے جوابدہ نہ تھے۔ آپ پہلے خلیفہ ہیں۔ جنہوں نے خلفائے راشدین کی روایات کے برعکس ذاتی حفاظت کے لئے پہرے دار اور دربان مقرر کئے حتی کہ مسجد میں اپنے لئے ایک مقصودہ تعمیر کرایا۔ تا کہ کوئی دشمن حملہ آور نہ ہو سکے۔ (آپ کی سیاست کے تین محور تھے)

عمل ، زرپاشی، رازداری

آپ بڑے سے بڑے دشمن کے ساتھ بھی ابتدا میں نہایت فراخدلی سے پیش آتے تھے ہر ممکن طریقہ سے اس کا دل جیتنے کی کوشش کرتے تھے۔ حتی کہ سیم وزر کے نوالے سے بھی اسکا منہ بند کرنے کی کوشش کرتے تھے۔

اگر دشمن پر آپ کا حسن سلوک اثر نہ کرتا اور نہ دولت کا فسوں چلتا تو آپ اس کے خلاف زہریلا پروپیگنڈہ پھیلاتے تھے۔ یا زہر سے اس کا صفایا کر دیا کرتے تھے۔ ورنہ محاذ جنگ کی اگلی صفوں میں اسے بھیجتے تھے کہ ٹھکانے لگ جائے تلوار آپ کا آخری حربہ تھا"۔(۱)

مولانا ابوالکلام آزاد اپنے رسالہ الہلال میں اسلام میں استبدادی حکومت کے حوالے سے لکھتے ہیں۔

"ہمارا عقیدہ ہے کہ اگر قیامت کے دن دنیا کے ظالموں کی صفوف عام فساق وفجار سے الگ قرار دی جائیں تو ان میں سے پہلی صف یقیناً (بنی اُمیہ) کی ہوگی۔ انہی ظالموں نے اسلام کی روح حریت کو غارت ظلم واستبداد کیا اور اس کے عین عروج اور نشو ونما کے وقت اس کی قوتوں کو اپنے اغراض شخصیہ کیلئے کچل ڈالا۔ ان کا اقتدار تسلط فی الحقیقت امر بالمعروف کے سدباب کا پہلا دن تھا۔ نہ صرف یہ کہ انہوں نے اسلام کی جمہوریت کو غارت کر کے اس کی جگہ شخصی حکومت کی بنیاد ڈالی۔ جو یقیناً اعتقاد قرآنی کی رو سے کفر جلی ہے بلکہ سب سے بڑا ظلم یہ کیا کہ اظہار حق اور امر بالمعروف کی

---

(۱) تاریخ اسلام محمد عبداللہ ملک صفحہ ۵۵۴،۵۵۵ طبع اول قریشی برادرز اردو بازار لاہور۔

قوت کوتلوار کے زور سے دبا دینا چاہا۔ اور مسلمانوں کی حق گوئی کے ترقی کناں ولولے کو مضمحل کر دیا تاہم چونکہ عہد نبوت کا فیضان روحانی اور تعلیم کا اثر ابھی بالکل تازہ تھا اس لئے اگرچہ طرح طرح کی بدعات اور محدثات و معاصی کا بازار گرم ہو گیا تھا لیکن پھر بھی امر بالمعروف کی آواز کی گرج کوفہ و دمشق کے ایوان محل کو لرزا دیتی تھی ساٹھ (۶۰) برس کی ایک بڑھیا عورت بر سر دربار بلائی جاتی تھی اور معاویہؓ کے سامنے بے دھڑک وہ اپنے اشعار جوش وخروش کے ساتھ پڑھتی تھی۔ جن میں صرف حضرت علی کرم اللہ وجہہ کے مناقب ہوتے تھے بلکہ کھلے کھلے لفظوں میں نبی امیہ کے فظائع اور مالب بیان کئے گئے تھے۔ (۱)

اسی طرح امیر جماعت اسلامی مولانا ابوالاعلیٰ مودودی نے اپنی کتاب خلافت وملوکیت میں امیر معاویہؓ کے عہد میں اسلامی خلافت کی مرحلہ وار ملوکیت میں تبدیل ہونے اور اس زمانے میں پیدا ہونے والے انحرافات کا جائزہ لیا ہے۔ جس کی تلخیص پیش کی جارہی ہے۔

شریعت اسلام میں تبدیلی

امام زہری کی روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ اور چاروں خلفائے راشدین کے عہد میں یہ سنت تھی کہ نہ کافر مسلمان کا وارث ہوسکتا ہے اور نہ مسلمان کافر کا۔ حضرت معاویہؓ نے اپنے عہد حکومت میں مسلمان کو کافر کا وارث قرار دیا۔ اور کافر کو مسلمان کا وارث قرار نہ دیا۔ حضرت عمر بن عبدالعزیزؒ نے آکر اس بدعت کو موقوف کیا۔ مگر ہشام بن عبدالملک نے اپنے خاندان کی روایت کو پھر بحال کر دیا۔

حافظ ابن کثیر کہتے ہیں کہ دیت کے معاملے میں بھی حضرت معاویہؓ نے سنت کو بدل دیا سنت یہ تھی کہ معاہد کی دیت مسلمان کے برابر ہوگی مگر حضرت معاویہؓ نے اس کو نصف کر دیا اور باقی نصف خود لینی شروع کر دی۔ (۲)

اصحاب رسول پر جمعہ کے خطبہ میں سب وشتم (گالیاں)

ایک اور نہایت مکروہ بدعت معاویہؓ کے عہد میں یہ شروع ہوئی۔ کہ وہ خود اور ان کے حکم

---

(۱) الہلال صفحہ ۸ مطبوعہ ۴ جنوری ۱۹۱۲۔ (۲) مودودی خلافت وملوکیت

سے ان کے تمام گورنر خطبوں میں برسر منبر حضرت علیؑ پر سب وشتم کی بوچھاڑ کرتے تھے۔ حتیٰ کہ مسجد نبوی میں منبر رسول پر عین روضہ نبوی کے سامنے حضورؐ کے محبوب ترین عزیز کو گالیاں دی جاتی تھیں۔ اور حضرت علیؑ کی اولاد اور ان کے قریب ترین رشتہ دار اپنے کانوں سے یہ گالیاں سنتے تھے۔ کسی کے مرنے کے بعد اس کو گالیاں دینا شریعت تو درکنار انسانی اخلاق کے بھی خلاف تھا۔ اور خاص طور پر جمعہ کے خطبے کو اس گندگی سے آلودہ کرنا تو دین واخلاق کے لحاظ سے سخت گھناؤنا فعل تھا۔ حضرت عمر بن عبدالعزیز نے آکر اپنے خاندان کی دوسری غلط روایات کی طرح اس روایت کو بھی بدلا اور خطبہ جمعہ میں سب حضرت علیؑ کی جگہ یہ آیت پڑھنی شروع کردی۔ "**ان اللّٰہ یامر بالعدل و الاحسان و ایتا ی ذی القربی وینھیٰ عن الفحشاء و المنکر و البغی یعظکم لعلکم تذکرون**" (نحل ۹۰)(۱)

مالی بدعنوانیاں

مال غنیمت کی تقسیم کے معاملے میں بھی معاویہؓ نے کتاب اللہ وسنت رسول اللہ کے صریح احکام کی خلاف ورزی کی۔ کتاب وسنت کی رو سے پورے مال غنیمت کا پانچواں حصہ بیت المال میں داخل ہونا چاہئے اور باقی چار حصے اس فوج میں تقسیم کئے جانے چاہئیں جو لڑائی میں شریک ہوئی ہو لیکن حضرت معاویہؓ نے حکم دیا کہ مال غنیمت میں سے چاندی سونا ان کے لئے الگ نکال لیا جائے۔ پھر باقی مال شرعی قاعدے کے مطابق تقسیم کیا جائے۔ (۲)

استلحاق زیاد بن سمیہ

زیاد بن سمیہ کا استلحاق بھی حضرت معاویہؓ کے ان افعال میں سے ہے جن میں انہوں نے سیاسی اغراض کیلئے شریعت کے ایک مسلم قاعدے کی خلاف ورزی کی تھی۔ زیاد طائف کی ایک لونڈی سمیہ نامی کے پیٹ سے پیدا ہوا تھا۔ لوگوں کا یہ بیان تھا کہ زمانہ جاہلیت میں حضرت معاویہؓ کے والد جناب ابوسفیانؓ نے اس لونڈی سے زنا کا ارتکاب کیا تھا۔ اور اسی سے وہ حاملہ ہوئی۔ حضرت ابوسفیان نے خود بھی ایک مرتبہ اس بات کی طرف اشارہ کیا تھا کہ زیاد انہی کے نطفہ سے ہے۔ جوان

---

(۲) مودودی خلافت وملوکیت۔ (۲) مودودی خلافت وملوکیت۔

ہو کر یہ شخص اعلےٰ درجے کا مدبر منتظم فوجی لیڈر اور غیر معمولی قابلیتوں کا مالک ثابت ہوا۔ حضرت علیؑ کے زمانہ خلافت میں وہ آپ کا زبردست حامی تھا اس نے بڑی اہم خدمات انجام دی تھیں اس کے بعد حضرت معاویہؓ نے اس کو اپنا حامی و مددگار بنانے کے لئے اپنے والد ماجد کی زنا کاری پر شہادتیں لیں اور اسکا ثبوت بہم پہنچایا کہ زیاد انہی کا ولد الحرام ہے پھر اسی بنیاد پر اسے اپنا بھائی اور اپنے خاندان کا فرد قرار دے دیا۔(۱)

قانون کی بالاتری کا خاتمہ

حضرت معاویہؓ نے اپنے گورنروں کو قانون سے بالاتر قرار دیا۔ اور ان کی زیادتیوں پر شرعی احکام کے مطابق کارروائی کرنے سے صاف انکار کر دیا۔ ان کا گورنر عبداللہ بن عمر غیلان ایک مرتبہ بصرے میں منبر پر خطبہ دے رہا تھا ایک شخص نے دوران خطبہ میں اس کو کنکر مار دیا۔ اس پر عبداللہ نے اس شخص کو گرفتار کرایا۔ اور اسکا ہاتھ کٹوا دیا۔ حالانکہ شرعی قانون کی رو سے یہ ایسا جرم نہ تھا۔ جس پر کسی کا ہاتھ کاٹ دیا جائے۔ حضرت معاویہؓ کے پاس اس کا استغاثہ کیا گیا۔ تو انہوں نے فرمایا۔ کہ میں ہاتھ کی دیت تو بیت المال سے ادا کر دونگا۔ مگر میرے عمال سے قصاص لینے کی کوئی سبیل نہیں۔ زیاد کو جب حضرت معاویہؓ نے بصرے کے ساتھ کوفہ کا بھی گورنر مقرر کیا تو وہ پہلی مرتبہ خطبہ دینے کے لئے کوفہ کی جامع مسجد پر کھڑا ہوا۔ تو کچھ لوگوں نے اس پر کنکر پھینکے۔ اس نے فوراً مسجد کے دروازے بند کرا دیئے۔ اور کنکر پھینکنے والے تمام لوگوں کو جن کی تعداد ۳۰ (تیس) سے ۸۰ (اسی) تک بیان کی جاتی ہے گرفتار کرا کے اسی وقت ان کے ہاتھ کٹوا دیئے کوئی مقدمہ ان پر نہیں چلایا گیا کسی عدالت میں وہ نہ پیش کئے گئے۔ کوئی باقاعدہ قانون شہادت ان کے خلاف پیش نہیں ہوا گورنر نے محض اپنے انتقامی حکم سے اتنے لوگوں کو قطع ید کی سزا دے ڈالی۔ جس کے لئے قطعاً کوئی شرعی جواز نہ تھا۔ مگر دربار خلافت سے اس کا کوئی بھی نوٹس نہ لیا گیا۔ اس سے بڑھ کر ظالمانہ افعال بسر بن ارطاۃ نے کئے جسے حضرت معاویہؓ نے پہلے حجاز و یمن کو حضرت علیؑ کے قبضے سے نکالنے کے لئے بھیجا تھا اور پھر ہمدان پر قبضہ کرنے کے لئے مامور کیا تھا۔ اس شخص نے یمن میں حضرت علیؑ کے

---

(۱) مودودی خلافت و ملوکیت۔

گورنر عبید اللہ بن عباسؓ کے دو چھوٹے بچوں کو پکڑ کر قتل کر دیا ان بچوں کی ماں اس صدمے سے دیوانی ہوگئی۔ بنی کنانہ کی ایک عورت جو یہ ظلم دیکھ رہی تھی۔ چیخ اٹھی۔ کہ مردوں کو تو تم نے قتل کر دیا اب ان بچوں کو کس لئے قتل کر رہے ہو بچے تو جاہلیت میں بھی نہیں مارے جاتے تھے اے ابن ارطاۃ جو حکومت بچوں اور بوڑھوں کے قتل اور بے رحمی و برادر کشی کے بغیر قائم نہ ہو سکتی ہو اس سے بُری کوئی حکومت نہیں اسکے بعد اس ظالم شخص کو امیر معاویہؓ نے ہمدان بھیجا جو اس وقت حضرت علیؑ کے قبضے میں تھا۔ وہاں اس نے دوسری زیادتیوں کے ساتھ ایک ظلم عظیم یہ کیا کہ جنگ میں جو مسلمان عورتیں پکڑی گئیں تھیں انہیں لونڈیاں بنالیا۔ حالانکہ شریعت میں اس کا قطعاً کوئی جواز نہیں۔ یہ ساری کاروائیاں گویا اس بات کا عملاً اعلان تھیں کہ اب گورنروں اور سپہ سالاروں کو ظلم کی کھلی چھوٹ ہے اور سیاسی معاملات میں شریعت کی کسی حدود کے وہ پابند نہیں ہیں۔(۱)

سر کاٹنے اور لاشوں کی بے حرمتی کا رواج

سر کاٹ کر ایک جگہ سے دوسری جگہ بھیجنے اور انتقام کے جوش میں لاشوں کی بے حرمتی کرنے کا وحشیانہ طریقہ بھی جو جاہلیت میں رائج تھا اور جسے اسلام نے مٹا دیا تھا اسی دور میں مسلمانوں کے اندر شروع ہوا۔

سب سے پہلا سر جو زمانہ اسلام میں کاٹ کر لے جایا گیا وہ حضرت عمار یاسر کا تھا امام احمد بن حنبل نے اپنی مسند میں صحیح سند کے ساتھ یہ روایت نقل کی ہے اور ابن سعد نے طبقات میں اسے نقل کیا ہے کہ جنگ صفین میں حضرت عمار کا سر کاٹ کر حضرت معاویہؓ کے پاس لایا گیا اور دو آدمی اس پر جھگڑ رہے تھے ہر ایک کہتا تھا کہ حضرت عمار کو اس نے قتل کیا ہے ایسا ہی وحشیانہ سلوک مصر میں محمد بن ابی بکر جو حضرت ابو بکرؓ کے بیٹے تھے کے ساتھ کیا گیا جو وہاں حضرت علیؑ کے گورنر تھے حضرت معاویہؓ کا جب مصر میں قبضہ ہوا تو انہیں گرفتار کر کے قتل کر دیا گیا اور پھر ان کی لاش ایک گدھے کی کھال میں رکھ کر جلائی گئی۔(۲)

---

(۱) مودودی خلافت وملوکیت۔(۲) مودودی خلافت وملوکیت۔

آزادی اظہار رائے کا خاتمہ

اس دور کی تبدیلیوں میں سے ایک اور اہم تبدیلی یہ تھی کہ مسلمانوں سے امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کی آزادی سلب کر لی گئی حالانکہ اسلام نے اسے مسلمانوں کا صرف حق ہی نہیں بلکہ فرض قرار دیا تھا اور اسلامی معاشرہ وریاست کا صحیح راستے پر چلنا اس پر منحصر تھا کہ قوم کا ضمیر زندہ اور اُس کے افراد کی زبانیں آزاد ہوں ہر غلط کام پر وہ بڑے سے بڑے آدمی کو ٹوک سکیں اور حق بات پر برملا کہہ سکیں لیکن دور ملوکیت میں ضمیروں پر قفل چڑھا دیئے گئے اور زبانیں بند کر دی گئیں اب قاعدہ یہ ہو گیا کہ منہ کھولو تو تعریف کیلئے کھولو ورنہ چپ رہو۔ اگر تمہارا ضمیر ایسا ہی زوردار ہے کہ تم حق گوئی سے باز نہیں رہ سکتے تو قتل اور کوڑوں کی مار کیلئے تیار ہو جاؤ چنانچہ جو لوگ بھی اس دور میں حق بولنے اور غلط کاریوں پر ٹوکنے سے باز نہ آئے ان کو بدترین سزائیں دی گئیں تاکہ پوری قوم دہشت زدہ ہو جائے۔

اس نئی پالیسی کی ابتداء حضرت معاویہؓ کے زمانے میں حضرت حجر بن عدی کے قتل ۵۱ھ سے ہوئی جو ایک زاہد، عابد صحابی رسول اور صلحائے امت میں ایک اونچے مرتبے کے شخص تھے حضرت معاویہؓ کے زمانہ میں جب مساجد کے منبروں پر خطبوں میں علانیہ حضرت علیؑ پر لعنت اور سب وشتم کا سلسلہ شروع ہوا تو عام مسلمانوں کے دِل ہر جگہ ہی اس سے زخمی ہو رہے تھے مگر لوگ خون کا گھونٹ پی کر خاموش ہو جاتے تھے کوفہ میں حجر بن عدیؓ سے صبر نہ ہو سکا اور انہوں نے جواب میں حضرت علیؑ کی تعریف اور حضرت معاویہؓ کی مذمت شروع کر دی حضرت مغیرہؓ جب تک کوفے کے گورنر رہے وہ ان کے ساتھ رعایت برتتے رہے ان کے بعد جب زیاد کی گورنری میں بصرہ کے ساتھ کوفہ بھی شامل ہو گیا تو اس کے بعد ان کے درمیان کشمکش برپا ہو گئی وہ خطبے میں حضرت علیؑ کو گالیاں دیتا تھا اور یہ اٹھ کر اس کا جواب دینے لگتے تھے اسی دوران میں ایک مرتبہ انہوں نے نماز جمعہ میں تاخیر پر بھی اس کو ٹوکا آخر کار اس نے انہیں اور ان کے بارہ ساتھیوں کو گرفتار کر لیا اس طرح یہ ملزم حضرت معاویہؓ کے پاس بھیجے گئے اور انہوں نے ان کے قتل کا حکم دیدیا۔ قتل سے پہلے جلادوں نے ان کے سامنے جو بات پیش کی وہ یہ تھی کہ ہمیں حکم دیا گیا ہے کہ اگر تم علیؑ سے بیزاری کا اظہار کرو۔ اور ان پر لعنت بھیجو تو تمہیں

چھوڑ دیا جائے گا۔ ورنہ قتل کر دیا جائے گا۔ ان لوگوں نے یہ بات ماننے سے انکار کر دیا اور حجر نے کہا میں زبان سے وہ بات نہیں نکال سکتا جو رب کو ناراض کرے۔ آخر کار وہ اور ان کے سات ساتھی قتل کر دیئے گئے ان میں سے ایک صاحب عبدالرحمان بن حسانؓ کو حضرت معاویہؓ نے زیاد کے پاس واپس بھیج دیا اور اس کو لکھا کہ انہیں بدترین طریقہ سے قتل کرو۔ چنانچہ اس نے انہیں زندہ دفن کر دیا۔

یہ پالیسی رفتہ رفتہ مسلمانوں کو پست ہمت اور مصلحت پرست بناتی چلی گئی اور خطرہ مول لے کر سچی بات کہنے والے ان کے اندر کم ہوتے چلے گئے خوشامد اور ضمیر فروشی کی قیمت مارکیٹ میں چڑھتی چلی گئی اعلیٰ قابلیت رکھنے والے ایماندار اور باضمیر لوگ حکومت سے بے تعلق ہو گئے۔(۱)

نسلی اور قومی عصبیتوں کا ظہور

ایک اور عظیم تغیر جو اس دور ملوکیت میں رونما ہوا۔ وہ یہ تھا کہ اس میں قوم نسل وطن اور قبیلہ کی وہ تمام جاہلی عصبیتیں پھر سے ابھر آئیں جنہیں اسلام نے ختم کر کے خدا کا دین قبول کرنے والے تمام انسانوں کو یکساں حقوق کے ساتھ ایک امت بنایا تھا بنی امیہ کی حکومت ابتداء سے ہی عرب حکومت کا رنگ لئے ہوئے تھی جس میں عرب مسلمانوں کے ساتھ غیر عرب نومسلموں کے مساوی حقوق کا تصور قریب قریب مفقود تھا اس میں اسلامی احکام کی صریح خلاف ورزی کرتے ہوئے نومسلموں پر جزیہ لگایا گیا۔

حضرت سعید بن جبیرؒ جیسے بلند مرتبہ عالم کو جن کے پائے کے آدمی اس وقت دنیائے اسلام میں دو چار سے زیادہ نہ تھے جب کوفے کا قاضی مقرر کیا گیا تو شہر میں شور مچ گیا کہ عرب کے سوا کوئی شخص قضا کا اہل نہیں ہو سکتا آخر کار حضرت ابوموسیٰ اشعری کے صاحبزادے ابوبردہ کو قاضی بنایا گیا اور ان کو حکم دیا گیا کہ ابن جبیر سے مشورہ لئے بغیر کوئی فیصلہ نہ کریں حد یہ ہے کہ جنازوں پر بھی کسی عجمی کو نماز پڑھانے کیلئے آگے نہ کیا جاتا جب تک کہ کوئی عرب لڑکا تک جنازہ پڑھانے کیلئے موجود نہ ہو۔(۲)

ابوالفرج اصفہانی کی روایت ہے کہ بنی سلیم کے ایک شخص نے ایک عجمی نومسلم سے اپنی

---

(۱) مودودی خلافت وملوکیت۔(۲) مودودی خلافت وملوکیت

بیٹی بیاہ دی تو محمد بن بشیر نے مدینہ جا کر گورنر سے اس کی شکایت کی اور گورنر نے فوراً زوجین میں تفریق کرادی اس نومسلم کو کوڑے لگوائے اور اس کا سر داڑھی اور ابروئیں منڈا کرا سے ذلیل کیا۔

بنی امیہ کی یہ پالیسی عرب وعجم کے معاملے ہی تک محدود نہ تھی بلکہ خود عربوں میں بھی اس نے سخت قبائلی تفریق برپا کردی عدنانی ،قحطانی ،ہمدانی ،مضری ،ارداور تمیم اور قیس کے تمام پرانے جھگڑے اس دور میں پھر تازہ ہو گئے اور حکومت خود قبیلوں کوایک دوسرے کے خلاف استعمال کرتی تھی اسکے گورنر اپنی ولایتوں میں پورے تعصب کے ساتھ اپنے قبیلے کونوازتے اور دوسرے قبیلوں کے ساتھ بے انصافیاں کرتے تھے۔(۱)

حضرت امیر معاویہؓ کی سیاست کے تین بنیادی محور تھے:

۱۔لوگوں کوتشدداور فقر وفاقہ میں مبتلا رکھنا۔۲۔قبائلی تعصّبات کوہوا دینااور لوگوں کواس میں مصروف رکھنا۔۳۔دین کی من مانی توجیہ کر کے لوگوں میں حریت پسندی اور انقلابی روح ختم کرنا۔

امام حسنؑ سے صلح طے پا جانے کے بعد معاویہؓ نے مدینہ منورہ میں تقریر کرتے ہوئے فرمایا۔بخدا میں تمہاری حکومت کی زمام کار اپنے ہاتھ میں لیتے ہوئے اس بات سے ناواقف نہ تھا کہ تم میرے برسر اقتدار آنے سے خوش نہیں ہو۔اور اسے پسند نہیں کرتے اس معاملہ میں جو کچھ تمہارے دلوں میں ہے۔اسے میں خوب جانتا ہوں۔مگر میں نے اپنی اس تلوار کے زور سے تم کو مغلوب کر کے اسے لے لیا ہے.........اب اگر تم یہ دیکھو کہ میں تمہارا حق پورا پورا ادا نہیں کر رہا ہوں تو تھوڑے پر مجھ سے راضی رہو۔(۲)

اس سلسلے میں سب سے پہلے انہوں نے امام حسنؑ سے صلح کے معاہدے کی خلاف ورزی کرتے ہوئے اہلبیتؑ کے طرفداروں پر ظلم وستم کرنے شروع کر دیئے۔ ایک فرمان جاری کیا۔

تم ہر اس شخص کو قتل کرو جو تمہارے نظریات کا مخالف ہو اور جس دیہات کی طرف سے گزر ہو اس کو لوٹ لو۔ان کا مال چھین لو کیونکہ مال کا چھیننا قتل کے مشابہ ہے اس سے دلوں کو تکلیف ہوتی ہے۔(۳)

---

(۱) مودودی خلافت وملوکیت۔

(۲) مودودی خلافت وملوکیت بحوالہ البدایہ والنہایہ ابن کثیر (۳) شرح نہج البلاغہ ابن ابی الحدید معتزلی

اس فرمان کے بعد تمام عالم اسلام میں اہلبیتؑ کے طرفدار افراد پر ریاستی دہشت گردی کا آغاز ہو گیا ان کے وظائف بند کر دیئے گئے۔ کوفہ و بصرہ سے لیکر دجلہ و فرات کے کنارے آباد بیشتر قبائل کے وہ افراد جو حضرت علیؑ کے طرفدار تھے ان کا قتل عام کیا گیا۔

زاہد چوہدری مسلمانوں کی سیاسی تاریخ میں لکھتے ہیں۔

معاویہؓ نے ان کی سرکوبی کے لئے مغیرہ بن شعبہ، زیاد بن ابوسفیان اور سمرہ بن جندب جیسے موقع پرستوں سے خوب کام لیا مغیرہ بن شعبہ اور زیاد نے بڑی بے دردی سے شیعیان علیؑ اور خوارج کا قلع قمع کیا ایک مرتبہ زیاد، سمرہ بن جندب کو اپنا جانشین مقرر کر کے کچھ عرصہ کیلئے کوفہ چلا آیا جب واپس گیا تو سمرہ آٹھ ہزار آدمیوں کو قتل کر چکا تھا زیاد نے پوچھا کہ تمہیں اس کا اندیشہ تو نہیں کہ کسی کو بے گناہ قتل کیا ہو۔ جواب دیا اگر اتنے ہی اور میں قتل کرتا جب بھی مجھے یہ اندیشہ نہ ہوتا ابو سوار عدوی کا بیان ہے کہ سمرہ نے میری قوم کے لوگوں میں سے فقط ایک صبح کے وقت پینتالیس (۴۵) آدمیوں کو قتل کیا کہ وہ سب کے سب جامع قرآن تھے۔(۱)

حضرت علیؑ کے ماننے والوں پر یہ مظالم حضرت معاویہؓ کے بیس برس کے عرصہ میں تسلسل سے جاری رہے خصوصاً کوفہ، بصرہ، یمن، دجلہ و فرات کے کنارے آباد قبائل پر بہت زیادہ تشدد اور مظالم توڑے گئے تفصیلات تاریخ اقوام ملل طبری اور کامل ابن اثیر میں دیکھی جا سکتی ہے جنوبی عراق سے پچاس ہزار قبائل کو زبردستی جلاوطن کر دیا گیا جن میں بڑے بڑے قبیلے ربیع مضر، سلیم، ثقیف، ہمدان، ثغلب، بنو اسد کندہ، محارب، مذحج اور ہوزان شامل تھے جو حلب کرمان اور خراسان میں جا کر آباد ہو گئے۔ جہاں پہلے سے آباد بلوچ اکراد قبائل نے انہیں خوش آمدید کہا۔ ان قبائل نے بعد میں بنی اُمیہ کی آمریت کے خلاف اٹھنے والی ہر انقلابی تحریک میں بنیادی کردار ادا کیا بعد میں وقت گزرنے کے ساتھ یہ عرب قبائل بلوچ اکراد میں ضم ہو گئے رند بلوچ خصوصاً ان عراقی قبائل کا حصہ ہیں ان قبائل کی دوسری ہجرت واقعہ کربلا میں سید شہدا امام حسینؑ علیہ کی شہادت کے بعد ہوئی۔ جب اہلبیتؑ کے حامی ان قبائل نے یزیدی آمریت کے خلاف مسلسل احتجاج، مزاحمت اور جدوجہد

(۱) زاہد چودہدری مسلمانوں کی سیاسی تاریخ جلد دوئم

کا راستہ اختیار کیا۔ یہ مزاحمت اور ہجرت حجاج بن یوسف کے زمانے تک جاری رہی۔ جس نے اپنے دور حکومت میں لاکھوں انقلابیوں کو شہید کیا۔

بنوامیہ کا کارخانہ حدیث سازی

امیر معاویہؓ نے با قاعدہ فرمان جاری کیا کہ جو کوئی حضرت علیؑ اور اہلبیتؑ کے حق میں بات کرے وہ واجب القتل ہے مسلمانوں کے منبروں سے مسلسل ۹۰ برس تک ماسوائے ڈھائی سالہ عمر بن عبدالعزیز کے دور کے آلِ فاطمہؑ کی کردار کشی کی گئی۔

مورخ اسلام علامہ شبلی نعمانی اپنی مشہور زمانہ تصنیف سیرت النبی میں لکھتے ہیں " حدیثوں کی تدوین بنوامیہ کے زمانے میں ہوئی۔ جنہوں نے پورے نوے برس تک مساجد جامع میں آل فاطمہؑ کی توہین کی اور جمعہ میں بر سر منبر حضرت علیؑ پر لعن کہلوایا۔ سینکڑوں ہزاروں حدیثیں امیر معاویہؓ وغیرہ کے فضائل میں بنوائیں۔(۱)

ان حدیثوں میں بنوامیہ کی حکومت کو شرعی، اللہ اور رسول کی نیابت قرار دیا جاتا۔ اور بادشاہ مسلمانوں کا اولی الامر کہلاتا۔ اس کی اطاعت ہر مسلمان پر واجب تھی بنوامیہ نے با قاعدہ فقہی طور پر اس عقیدہ کو پروان چڑھایا کہ جو شخص بھی زبردستی خواہ ظلم وستم سے ایک بار حکومت پر قابض ہو جائے وہ مسلمانوں کا جائز خلیفہ ہے اس کی پشت پر ہفت ولیوں کی قوت ہوتی ہے وہ اپنی حکومت کو بچانے کے لئے ہر جائز و ناجائز اقدام ظلم وستم قتل عام بھی کرسکتا ہے حکمرانوں کی طرف سے جو مظالم ہوتے تھے یہ بھی سب اللہ کی طرف سے ہیں۔ کیونکہ خیر وشر دونوں اللہ کی طرف سے ہیں انسان مجبور محض ہے۔ بنی امیہ نے اپنے پروپگنڈے کے زور پر لوگوں کی اس قسم کی نفسیات بنادی تھی کہ اطاعت خلیفہ مدینہ میں صحابہ کے قتل عام اور خانہ کعبہ پر منجنیق سے سنگ باری اور اس میں آگ لگ جانے سے زیادہ افضل تھا۔ حافظ ابن کثیر مدینہ میں بسر بن ارطاۃ کے مرتے وقت آخری الفاظ لکھتا ہے کہ میں نے کوئی عمل اہل مدینہ (کے قتل) سے زیادہ محبوب اور آخرت میں نفع بخش انجام نہیں دیا ہے اب اس کے بعد بھی اگر جہنم میں چلا جاؤں۔ تو یقیناً بدبخت ہوں گا۔ یہ کہہ کر دنیا سے رخصت ہوگیا۔(۲) مورخ یعقوبی کے

---

(۱) سیرت النبی جلد اول۔ (۲) تاریخ ابن کثیر جلد ۸۔

الفاظ میں بسر بن ارطاۃ کی یہ دعا تھی:۔

"خدایا۔ اگر اپنے خلیفہ یزید بن معاویہؓ کی اطاعت اور اہل حرہ کے قتل کے بعد بھی تو مجھ پر عذاب کرے گا تو یہ میری بدبختی ہوگی"۔(۱)

اسی طرح حضرت معاویہؓ نے بنی اُمیہ کی حمایت کرنے والے اصحاب کے حق میں بے تحاشا احادیث گڑھوائیں۔ ہزاروں بے ضمیر افراد دن رات اس کام میں لگے رہتے تھے۔ ایک مرحلہ ایسا آ گیا کہ چھ لاکھ حدیثیں جمع ہو گئیں۔ جن میں صحیح و غلط کی پہچان مشکل ہوگئی یہی وجہ ہے علامہ اقبال کے صاحبزادے ڈاکٹر جاوید اقبال کو کہنا پڑا۔

"اسلامی فقہ دور اموی میں تبدیل کر دیا گیا اس کو ازسر نو جانچنے اور ترتیب دینے کی ضرورت ہے"۔(۲)

یہ اس وجہ سے کہ فقہ اموی بادشاہوں نے اپنے مفادات پورا کرنے کے لئے دولت اور شمشیر کے زور پر علماء سے مرتب کروایا۔

اسکے علاوہ احادیث کا عقلی بنیادوں پر تجزیہ و تحلیل اور دین میں تحقیق و ریسرچ جسے فقہ میں اجتہاد کا نام دیا گیا ہے اس پر بھی پابندی لگا دی تھی۔ بس وہی فقہا قابل قبول ٹھہرے جو حکمرانوں کی حمایت کرتے اور اُن کے استبدادی نظام کو سپورٹ کرتے۔

ملوکیت کے اسلامی معاشرے پر پڑنے والے اثرات

۱۔ مسلسل خوف و دہشت، تشدد، دباؤ، قتل و غارتگری نے عوام کی مزاحمتی روح کو تقریباً ختم کر کے رکھ دیا تھا لوگ شکست خوردگی کا شکار ننگ و عار کی زندگی گزارنے پر مجبور ہو چکے تھے۔

---

(۱) بنوامیہ کی آمرانہ فقہ کے اثرات آج عالم اسلام میں دیکھے جا سکتے ہیں۔ آج بھی بیشتر عرب و اسلامی ممالک میں مطلق العنان بادشاہتیں، آمریتیں یا فوجی ڈکٹیٹر قابض ہیں جو اپنی اطاعت جبراً کراتے ہیں اور اپنی اطاعت کا جواز اسلام سے تلاش کرتے ہیں اور مخالفین کو بے دردی سے قتل کرا دیتے ہیں یہی وجہ ہے کہ اسلامی معاشروں میں انسانی حقوق، سماجی عدل و انصاف، روشن خیالی کا فقدان اور تنگ نظری عدم رواداری، تشدد پسندی کم و بیش پائی جاتی ہے، اور علماء عوام کے سامنے قرون اولیٰ کی ان ملک عفوض "Tyrant States" حکومتوں کو آئیڈیل بنا کر پیش کرتے اور موجودہ دور میں بھی ویسی حکومت کے احیاء کی مہم چلا رہے ہیں۔ (۲) جسٹس جاوید اقبال بحوالہ روزنامہ جنگ

۲۔ امر بالمعروف نہی عن المنکر کا عمل انتہائی چھوٹی سطح پر بھی ختم کر دیا گیا۔ معاشرتی اقدار بالکل تبدیل ہو گئیں۔ لوگوں کی زندگی بے مقصدیت کا شکار خوشامد چاپلوسی، بے ضمیری اور دروغ بافی کو اچھا سمجھا جانے لگا اور وہی شخص کامیاب سمجھا جاتا جو ان فنون کا ماہر ہو۔

۳۔ لوگوں کے اخلاق میں اس حد تک گراوٹ، مصلحت کوشی، منافقت آ چکی تھی کہ بہت سے خواص یہ جانتے ہوئے بھی کہ یہ سب دین کے نام پر غلط ہو رہا ہے اور حقائق کچھ اور ہیں۔ تنہائی میں حق کیلئے عہد و پیمان بھی کرتے لیکن عین میدان عمل میں بزدلی کا مظاہرہ کر کے راہ فرار اختیار کر جاتے یہی وجہ ہے جب کوفے کے راستے میں امام حسینؑ کی ملاقات اس زمانے کے مشہور شاعر فرزدق سے ہوئی آپ نے اس سے کوفہ کا حال دریافت فرمایا۔ تو فرزدق کا جواب تھا کہ ان کے دل تو آپ کے ساتھ ہیں مگر تلواریں آپ کے خلاف ہیں۔

۴۔ چونکہ زیادہ تر اقوام اسلام میں نئی داخل ہوئی تھیں وہ اسلام کی حقیقی تعلیمات اور اسلام میں اہلبیتؑ کے مقام و مرتبہ سے آگاہ نہیں تھیں وہ بنی امیہ کی حکومت کے اہلبیتؑ کے خلاف یکطرفہ پروپیگنڈے (میڈیا ٹرائل) کا شکار ہو گئے اور وہ بنی امیہ کے مخالفین امام حسینؑ اور ان کے طرفداروں کو اسلام دشمن، فتنہ پرور اور باغی سمجھنے لگے تھے اور اس کے مقابلے میں بنی امیہ کو اسلام کا صحیح وارث و محافظ سمجھتے تھے۔ واقعہ کربلا کے بعد جب اہلبیتؑ کا قافلہ جس کی قیادت امام زین العابدینؑ کر رہے تھے دمشق میں داخل ہوا دمشق کو خوب سجایا گیا تھا لوگ بینڈ باجے بجا رہے تھے اور ایک جشن کی سی کیفیت تھی جامع مسجد کے سامنے ایک بوڑھے نے امام کو دیکھتے ہی برا بھلا کہنا شروع کر دیا کہ خدا کا شکر ہے کہ تمہارے بزرگ مارے گئے شہروں کو ان کے مظالم سے نجات ملی فتنہ و فساد کی شاخ قطع ہوئی یزید تم لوگوں پر غالب آیا امام زین العابدین نے اس شخص سے پوچھا ''اے شیخ تو نے قرآن پڑھا ہے اس نے اثبات میں جواب دیا ہاں کیوں نہیں ضرور پڑھا ہے امام نے آیت تطہیر پڑھی کہ ''اللہ چاہتا ہے دور رکھے آپ اہلبیتؑ سے نجاست کو اور آپ کو پاک و پاکیزہ رکھے تمام برائیوں سے' 'آپ نے فرمایا کیا یہ آیت نظر سے گزری ہے اس نے کہا ہاں بے شک گزری ہے آپ نے فرمایا ہم ہی اہلبیتؑ نبی ہیں کہ جن کی طہارت پر اللہ نے آیت نازل فرمائی ہے پھر آپ نے سورۃ شوریٰ کی

آیت "مودۃ فی القربا" پڑھی "کہہ دواے نبی میں رسالت کا اجر اس کے سوا اور کچھ نہیں چاہتا کہ میرے اہلبیتؑ سے محبت کی جائے" آپ نے فرمایا اے شیخ ہم ہی وہ اہلبیتؑ ہیں کہ جن سے محبت کا حکم قرآن دے رہا ہے اور دیگر آیتوں کی طرف بھی آپ نے اس کی توجہ دلائی جسے سن کر وہ شخص حیرت زدہ رہ گیا کیونکہ اس کے ذہن وفکر پر اب تک نبی امیہ نے جو منفی تصور بٹھایا تھا یہ شکل اس سے بالکل مختلف شکل تھی بالا آخر اس نے اس وقت بنی امیہ سے بے زاری کا اظہار کیا۔ اسی طرح جب کوفہ میں حضرت علیؑ شہید ہوئے تو ایک شامی حیرت سے کہتا ہے کہ کیا علیؑ مسلمان تھا۔ جو مسجد میں شہید ہوا!!!۔

۵۔ لوگوں کا حق و باطل کا تصور انتہائی مسخ ہو چکا تھا عوام بنو امیہ کی تمام بد اعمالیوں اور ظالم کو دیکھتے ہوئے بھی خاموش تماشائی تھے۔ کیونکہ بنی اُمیہ کے پروردہ علماء وفقہا بنی اُمیہ کے ہر فعل کی حمایت کرتے تھے انہیں رسول اکرمؐ کا جانشین قرار دیتے اور ان کے کسی بھی عمل کی مخالفت دینی مخالفت سمجھتے بنو اُمیہ انہیں فقہاء کے ذریعہ لوگوں کی توجہ ان کے حقیقی اجتماعی مسائل سے ہٹاتے ہوئے انفرادی مسائل میں لگا دی۔ لوگ زیادہ تر نماز، روزہ، حج، زکواۃ کے مسائل میں مصروف رہتے اور اسے ہی اصل دین سمجھتے۔ نیز جہاد کی غلط تفسیر کرتے ہوئے لوگوں کو دوسروں کی سرزمینوں کو فتح کرنے، مال غنیمت جمع کرتے اور کثرت سے لونڈی وغلام بنانے کو مقصد حیات بنا دیا گیا۔

۶۔ لوگوں میں وحدت امت کے تصور کو پارہ کرتے ہوئے قبائل میں دوبارہ جاہلیتی عصبیتیں بیدار کی گئی۔ حجازی ویمنی، مضر وربیع، کندہ وربیع، قریش وانصار، عرب وعجم کو باہم ایک دوسرے سے برسرپیکار کر کے سخت دشمن بنا دیا گیا۔ مشہور مستشرق الھاوزان اپنی تاریخ دولۃ العربیہ میں لکھتا ہے۔

"حقیقت یہ ہے زیاد نے کوفے میں شیعہ انقلاب کو اپنے فوجیوں کے ذریعہ نہیں بلکہ خود قبائل کی مدد سے ختم کر دیا قبائل کے درمیان تعصب اور عداوت کارفرما تھی اس نے انکو آپس میں لڑانے کے لئے راہ ہموار کی۔ زیاد کو معلوم تھا کہ قبائل کو آپس میں کس طرح لڑایا جا سکتا ہے اور ان کو کس طرح اپنے مقصد کیلئے استعمال میں لایا جا سکتا ہے۔ چنانچہ وہ اس سلسلے میں کامیاب بھی رہا۔(۱)

(۱) الھاوزن دولتہ العربیہ صفحہ ۱۰۵،۱۰۶،۲۰۷۔

۷۔ دین وسیاست میں جدائی پیدا ہوگئی اس تقسیم کے تحت اجتماعی وسیاسی میدان پر حکمران قابض ہو گئے اور انفرادی مسائل نماز، روزہ، حج زکواۃ، مسجد علماء کے ہاتھ لگ گیا۔ اُس میں بھی علماء حکمرانوں کے پابند تھے کہ وہ ان کے اجتماعی سیاسی فیصلوں، بداعمالیوں اور مظالم پر خاموش رہیں گے اور جمعہ کے خطبے میں انہی کے نام کا خطبہ پڑھا جائے گا انہیں امیر المومنین ظل اللہ اور اولی الامر کہا جائے گا آج تک جمعہ کے خطبے میں یہی الفاظ اطاعت خلیفہ کے پڑھے جاتے ہیں۔ حضرت امیر معاویہؓ کا سب سے خطرناک اور آخری قدم یزید کی خلافت کا اعلان تھا۔ اس کے لئے انہوں نے باقاعدہ دھونس سرمائے خرید وفروخت کو بروئے کار لاتے ہوئے۔ اصلاح احوال کی آخری امید کو بھی ختم کردیا۔

مولانا مودودی اپنی کتاب خلافت وملوکیت میں لکھتے ہیں کہ:۔

اس تجویز کی ابتداء مغیرہ بن شعبہ کی طرف سے ہوئی۔ امیر معاویہؓ انہیں کوفے کی گورنری سے معزول کرنے کا ارادہ رکھتے تھے۔ انہیں اس کی خبر مل گئی۔ فوراً کوفہ سے دمشق پہنچے اور یزید سے مل کر کہا کہ صحابہ کے اکابر اور قریش کے بڑے لوگ دنیا سے رخصت ہو چکے ہیں۔ میری سمجھ میں نہیں آتا کہ امیر المومنین تمہارے لئے بیعت کے لینے میں تامل کیوں کررہے ہیں۔ یزید نے اس بات کا ذکر اپنے والد ماجد سے کیا انہوں نے حضرت مغیرہ کو بلا کر پوچھا کہ یہ کیا بات ہے جو تم نے یزید سے کہی ہے۔ حضرت مغیرہ نے جواب دیا۔ امیر المومنین آپ دیکھ چکے ہیں کہ قتل عثمان کے بعد کیسے کیسے اختلافات اور خون خرابے ہوئے۔ اب بہتر یہ ہے کہ آپ یزید کو اپنی زندگی ہی میں ولی عہد مقرر کرکے بیعت لے لیں۔ تاکہ اگر آپ کو کچھ ہو جائے تو اختلافات برپا نہ ہو۔ حضرت معاویہؓ نے پوچھا اس کام کو پورا کردینے کی ذمہ داری کون لے گا۔ انہوں نے کہا کہ اہل کوفہ کو میں سنبھال لوں گا۔ اور اہل بصرہ کو زیاد اس کے بعد پھر اور کوئی مخالفت کرنے والا نہیں ہے۔ یہ بات کر کے مغیرہ کوفہ آئے اور دس آدمیوں کو تیس ہزار درہم دے کر اس بات پر راضی کیا کہ ایک وفد کی صورت میں حضرت معاویہؓ کے پاس جائیں اور یزید کی ولی عہدی کے لئے ان سے کہیں یہ وفد مغیرہ کے بیٹے موسی بن مغیرہ کی سرکردگی میں دمشق گیا اور اس نے اپنا کام پورا کردیا بعد میں حضرت معاویہؓ نے موسی کو الگ

بلا کر پوچھا تمہارے باپ نے ان لوگوں سے کتنے میں ان کا دین خریدا ہے۔انہوں نے کہا: تین ہزار میں حضرت معاویہؓ نے کہا تب تو ان کا دین ان کی نگاہ میں بہت ہلکا ہے۔(۱)

اس سلسلے میں مولانا مزید لکھتے ہیں:۔

زیاد کی وفات کے بعد ۵۳ (ترپن) ہجری کے بعد حضرت معاویہؓ نے یزید کو ولی عہد بنانے کا فیصلہ کرلیا اور بااثر لوگوں کی رائے ہموار کرنے کی کوشش شروع کردی اس سلسلے میں انہوں نے عبداللہ بن عمر کو ایک لاکھ درہم بھیجے اور 'یزید کی بیعت کے لئے راضی کرنا چاہا۔انہوں نے کہا۔اچھا یہ روپیہ اس مقصد کے لئے بھیجا گیا ہے پھر تو میرا دین میرے لئے بڑا ہی سستا ہوگیا'' یہ کہہ کرانہوں نے روپیہ لینے سے انکار کردیا۔(۲)

بیعت یزید کے سلسلہ میں حجاز میں چار بڑی ہستیوں نے امیر معاویہؓ کی مخالفت کی ان میں امام حسینؓ، عبداللہ ابن زبیر، عبداللہ ابن عمر، اور عبدالرحمان ابن ابوبکر تھے امیر معاویہؓ نے ان کو زیر کرنے کے لئے ہر قسم کی کوشش کر کے دیکھ لی لیکن یہ حضرات کسی قیمت پر تیار نہیں ہوئے۔آخر میں انہوں نے ایک مخصوص چال چلی۔ان چاروں اصحاب کو ایک مجمع میں بلا کر حضرت امیر معاویہؓ نے کہا ''اب تک میں تم لوگوں سے درگزر کرتا رہا ہوں۔اب خدا کی قسم کھا کر کہتا ہوں۔کہ اگر تم میں سے کسی نے میری بات کے جواب میں ایک لفظ بھی کہا تو دوسری بات اس کی زبان سے نکلنے کی نوبت نہ آئے گی۔تلوار اس کے سر پر پڑ چکی ہوگی۔پھر اپنے باڈی گارڈ کے افسر کو بلا کر حکم دیا کہ ان میں سے ہر ایک پر ایک ایک آدمی مقرر کردو۔اور اسے تاکید کردو کہ ان میں سے جو بھی میری بات کی تردید یا تائید میں زبان کھولے اس کا سر قلم کردے۔اس کے بعد وہ انہیں لئے ہوئے مسجد میں آئے۔اور اعلان کیا کہ یہ مسلمانوں کے سردار اور بہترین لوگ جن کے مشورے کے بغیر کوئی کام نہیں کیا جاتا۔یزید کی ولی عہدی پر راضی ہیں۔اور انہوں نے بیعت کرلی ہے لہذا تم لوگ بھی بیعت کرلو۔

---

(۱) مودودی خلافت وملوکیت صفحہ ۲۴۸،۲۴۹ حوالہ ابن اثیر جلد ۳ صفحہ ۲۴۹، البدایہ جلد ۸ صفحہ ۷۹، ابن خلدون جلد ۳ صفحہ ۱۵،۱۶

(۲) مودودی خلافت وملوکیت صفحہ ۲۵۰، بحوالہ ابن اثیر جلد ۳ صفحہ ۲۵۰، البدایہ جلد ۸ صفحہ ۸۹

اب لوگوں کی طرف سے انکار کا کوئی سوال ہی باقی نہ تھا اہل مکہ نے بھی بیعت کر لی۔(۱)

حضرت حسن بصریؒ فرماتے تھے۔

حضرت امیر معاویہؓ کے چار افعال ایسے ہیں کہ اگر کوئی شخص ان میں سے کسی ایک کا ارتکاب بھی کر لے تو وہ اس کے حق میں مہلک ہو۔ ایک امیر معاویہؓ کا اس امت پر تلوار سونت لینا اور مشورے کے بغیر حکومت پر قبضہ کر لینا۔ امت میں بقایائے صحابہ موجود تھے۔ دوسرے ان کے اپنے بیٹے کو جانشین بنانا حالانکہ وہ شرابی اور نشہ باز تھا۔ ریشم پہنتا اور طنبورے بجاتا تھا۔ تیسرے ان کا ابن زیاد کو اپنے خاندان میں شامل کرنا۔ حالانکہ نبی ﷺ کا صاف حکم موجود تھا کہ اولاد اس کی ہے جس کے بستر پر وہ پیدا ہو اور زانی کے لئے کنکر پتھر ہیں چوتھے ان کا حجر اور ان کے ساتھیوں کو قتل کر دینا۔(۲)

یزید بن معاویہؓ کا کردار

مشہور مورخ مسعودی اپنی تاریخ مروج الذہب میں لکھتا ہے۔

یزید موسیقی، ہوا و ہوس کا دلدادہ تھا۔ وہ عیاش مرد تھا۔ وہ کتے بندر باز اور چیتے باز تھا۔ اور ان سے لطف اندوز ہوتا تھا۔ عیش وطرب اور مے گساری کی محفل سجاتا تھا۔ قتل امام حسینؓ کے بعد ایک دن شراب کی ایک محفل میں اس نے ابن زیاد کو اپنے دائیں طرف بٹھایا۔ اور ساقی سے کہا: مجھے شراب کا وہ جام دو جو میری نرم ہڈیوں کو سیراب کر دے۔ اور ابن زیاد کو بھی ایک ایسا جام دو کہ یہ میرا امین و راز دار ہے میری حکومت کی بنیاد اور میرا جہاد اسی کے دم قدم سے ہے۔

پھر رقاصاؤں سے کہا۔ کہ رقص و گانا شروع کرو۔ یزید کا یہ فسق و فجور اس کے اعمال اور حاکموں میں بھی سرایت کر چکا تھا۔ اور وہ بھی گناہ کے عادی ہو گئے تھے۔ اور یہ بے پروائی، بے دینی امت اسلام میں بھی سرایت کر گئی تھی۔ اس کی خلافت کے زمانے میں گانا بجانا، ناچ اور شراب خوری مکہ مدینہ تک کے معمول بن گئے اسباب لہو و لعب عام تھے لوگوں نے کھلم کھلا شراب پینا شروع کر دی تھی۔ اصل یہ ہے کہ یزید اس امت کے لئے فرعون کی طرح تھا بلکہ فرعون تو اس سے بہت ضعیف

---

(۱) خلافت ملوکیت صفحہ ۱۳، بحوالہ ابن اثیر جلد ۳ صفحہ ۲۵۲۔

(۲) خلافت وملوکیت صفحہ ۱۶۵، ۱۶۶، بحوالہ ابن اثیر جلد ۳ صفحہ ۲۴۲، البدایہ جلد ۸ صفحہ ۱۳۰۔

حکمران تھا۔(۱)

مورخ یعقوبی اپنی تاریخ میں لکھتا ہے۔ جب عبداللہ بن عمر سے یزید کی بیعت کے لئے کہا گیا تو انہوں نے یوں جواب دیا۔ اس کی بیعت کروں۔ جو بندر باز اور کتے باز شراب خور ہے اور اعلانیہ فسق وفجور کے علاوہ اسے کوئی کام نہیں۔ میں خدا کے حضور اس کی بیعت کا کیا جواز پیش کرونگا۔(۲)

عصر حاضر کے نامور مصری مورخ ڈاکٹر طٰہٰ حسین لکھتے ہیں۔

"تمام مورخین متفق ہیں۔" کہ یزید حکومت کی ذمہ داریوں سے عہدہ برآ ہونے کے لائق نہ تھا۔ یزید عیش وعشرت کی زندگی کا دلدادہ تھا۔ ہر وقت شراب کے نشے میں دھت رہتا۔ اس کی راتیں مستی اور دن خمار میں بسر ہوتے تھے وہ غیر از شراب اور معشوق کچھ نہ جانتا تھا۔ وہ لہولعب فسق وفجور سے ملول ہوتا اور تھکتا نہ تھا"۔(۳)

غرض امیر معاویہؓ نے ملوکیت کے سائے میں انحرافات کی جو بنیادیں رکھیں تھیں۔ یزید کے زمانے تک وہ ایک تناور درخت کی صورت اختیار کر چکی تھی۔ حکمرانوں کی بداعمالیوں کے اثرات نچلی سطح تک عوام میں بھی پھیل چکے تھے مورخین لکھتے ہیں کہ مدینہ میں ایک مغنیہ کا انتقال ہو گیا تین دن تک مدینہ کے جوان اس کے سوگ میں مغموم رہے۔ عرب جہالت کے وہ تمام اثرات جنہیں اسلام ختم کرنے آیا تھا۔ وہ سب ایک ایک کر کے زندہ ہوتے چلے گئے۔

مصر کے جید عالم اور اخوان المسلمین کے رہنما سید قطب شہید، یزید کی ولی عہدی پر لکھتے ہیں۔ "یزید کی ولی عہدی کا محرک قبائلی اور خاندانی تعصب تھا۔ جس کا اسلام کے ساتھ کوئی واسطہ نہیں تھا۔ یہ کوئی حیرت کی بات نہیں تھی کیونکہ معاویہؓ بن ابوسفیان اور ہند کا بیٹا اپنے گزرے ہوؤں کا وارث اور اسلام کی حقیقت سے دوری میں ایک دوسرے سے مشابہ تھے"۔(۴)

ڈاکٹر احمد امین مصری اپنی تاریخ میں لکھتا ہے:۔

درحقیقت بنی امیہ کی حکومت اسلامی حکومت نہیں تھی۔ جس میں لوگوں کے درمیان عدل و انصاف قائم رہتا۔ بلکہ وہ اعراب کی حکومت تھی اور ان پر جاہلیت کا رنگ چھایا ہوا تھا۔ جس میں

---

(۱) امروج الذہب المسعودی جلد ۲ صفحہ ۹۴۔ (۲) تاریخ یعقوبی جلد ۲ صفحہ ۱۹۵۔

(۳) کتاب علی اوران کے فرزند صفحہ ۲۶۲۔ (۴) اسلام کا نظام عدل اجتماعی صفحہ ۱۸۰۔

اسلام کا نام ونشان تک نہ تھا۔(۱)

یزید جس جاہلی تہذیب کا نمائندہ تھا، جن اقدار کی وہ پیروی اور انہیں زندہ کرنے کی کوشش کر رہا تھا وہ اقدار اسلام سے پہلے عرب میں رائج تھے جنہیں دور جاہلیت کہا جاتا تھا جو عربی عصبیت پر مبنی تھیں اور اس کے آباؤ اجداد اس تہذیب وتمدن نظام اخلاق کے عملی نمونہ تھے۔ وہ اصل میں رسول اکرمؐ کی آل سے زمانہ جاہلیت کی جنگوں کا بدلہ لے رہا تھا۔ مورخ طبری اور یعقوبی نے اپنی تواریخ میں لکھا ہے کہ جب آل رسول کو دربار میں پیش کیا گیا۔ دربار کو بہت خوبصورت انداز میں سجایا گیا تھا۔ یزید شراب کے نشے میں دھت تھا۔ امام زین العابدینؑ اور نبی زادیاں بندھے ہوئے ہاتھوں سے اس کے سامنے کھڑی تھیں۔ وہ بڑے فخر ومباحات سے یہ شعر پڑھ رہا تھا۔

''کاش میرے وہ بزرگ جو بدر میں مارے گئے تھے آج زندہ ہوتے تو مجھے داد دیتے، میں نے بنی ہاشم کے سرداروں کو قتل کیا۔ بے شک میں عتبہ کی نامور نسل سے ہوں سچ یہ ہے کہ بنی ہاشم (محمد مصطفیٰ) نے سلطنت کا کھیل کھیلا تھا۔ ورنہ کیسی وحی نازل ہوئی اور کیسا فرشتہ آیا۔ اگر میرے (بدر کے) بزرگ زندہ ہوتے اس موقع کو دیکھ کر خوشی کے مارے کھلکھلا کے ہنستے اور کہتے یزید! کبھی تیرے ہاتھ شل نہ ہو'' (۲)

مولانا مودودی یزید کے کرتوتوں کے بارے میں خواجہ حسن بصری رحمتہ اللہ کا قول نقل کرتے ہوئے لکھتے ہیں۔ خدا ان کو ناس کرے کیا یہ وہی نہیں ہیں۔ جنہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے (مدینہ) حرم کو حلال کرلیا اور تین دن اس کے باشندوں کا قتل عام کرتے رہے، اپنے نبطی اور قبطی سپاہیوں کو اس میں سب کچھ کر گزرنے کی چھوٹ دیدی۔ اور وہ شریف دیندار خواتین پر حملے کرتے رہے اور کسی کی حرمت کی ہتک کرنے سے نہ رکے پھر بیت اللہ پر چڑھ دوڑے اس پر سنگ باری کی اور اس کو آگ لگائی ان پر خدا کی لعنت ہو اور وہ برا انجام دیکھیں (۳)

---

(۱) تاریخ فجر الاسلام

(۲) تاریخ یعقوبی، تاریخ طبری۔

(۳) خلافت وملوکیت صفحہ ۱۸۴، بحوالہ ابن اثیر جلد ۴ صفحہ ۱۷۰۔

انقلاب کی تیاریاں

یہ وہ حالات تھے جن سے امام حسینؑ دوچار تھے۔آپ کی اولین کوشش یہ تھی کہ امت میں بیداری پیدا کی جائے۔انہیں دین کی حقیقی معرفت دی جائے۔اور ان کے سوئے ہوئے ضمیروں، مردہ روحوں کو جھنجھوڑا جائے اور عملی جدوجہد کیلئے آمادہ کیا جائے اس سلسلے میں امام حسینؑ نے اس شعور و بیداری کی تحریک کو زیر زمین جاری رکھا جسے آپ کے بڑے بھائی امام حسنؑ نے شروع کیا تھا۔جس کے بڑے مراکز حجاز عراق یمن اور حلب اور خراسان کے علاقے تھے۔اس سلسلے میں آپ نے امیر معاویہؓ کے انتقال سے دو سال قبل ۵۸ (اٹھاون) ہجری میں حج کے موقعہ پر امت کے سرکردہ چیدہ چیدہ اصحاب رسول، انصار ومہاجرین ،تابعین، دانشور، مفکرین اور خواص امت کو کہ جن کی تعداد تاریخ میں چھ سو سے آٹھ سو تک تھی جمع کیا اور منی کے مقام پر امام نے ایک طویل خطبہ دیا۔جس میں اُس زمانے کے معاشرے کے سیاسی وسماجی حالات ،ابتر صورتحال، پستی اور انحطاط کے اسباب سے آگاہ کرتے ہوئے اس سے نجات کے سلسلے میں عملی اقدامات کی طرف توجہ دلائی۔آپ کے خطاب کا بنیادی محور یہ تھا کہ رسول اکرمؐ کا انقلاب شدید خطرات اور انحرافات کا شکار ہے ہماری جدوجہد کی بنیاد رسول کے انقلاب کی دوبارہ اُس کی اصلی شکل میں بحالی اور عدل وانصاف پر مبنی نظام کا قیام ہونا چاہیئے۔اس خطبے کو تین حصوں میں تقسیم کیا جاسکتا ہے۔

پہلے حصے میں آپ نے خاندان رسالت اور امیر المومنین حضرت علی علیہ السلام کے فضائل بیان کیئے ہیں۔

دوسرے حصے میں آپ نے ملت کی بیداری میں امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کی دعوت کی اہمیت اور ذمہ داری کی طرف توجہ دلائی ہے اور تیسرے حصے میں خواص علماء، دانشوروں کی عظیم ذمہ داری، خاموشی کے نقصانات اور امت پر اس کے اثرات کا جائزہ لیا ہے۔

خطبے کا پہلا حصہ چھوڑتے ہوئے۔کیونکہ فضائل اہلبیتؑ بیان ہو چکے ہیں۔

دوسرے اور تیسرے حصے کا خلاصہ پیش کیا جارہا ہے۔

امر بالمعروف کی اہمیت

اے لوگو! اللہ تعالیٰ نے علمائے یہود کی سرزنش کر کے اپنے اولیاء کو جو نصیحت کی ہے اس سے عبرت حاصل کرو۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا۔ یہودی علماء اور دینی رہنما انہیں گناہ آلود باتوں اور حرام خوری سے کیوں نہیں روکتے۔ نبی اسرائیل سے جن لوگوں نے کفر اختیار کیا۔ انہیں لعن ونفرین کی گئی ہے۔ وہ ایک دوسرے کو برے اعمال کی انجام دہی سے منع نہیں کرتے تھے اور وہ کتنا برا کام کرتے تھے وہ اپنی آنکھوں سے یہ دیکھنے کے باوجود کہ ظالمین کھلم کھلا برائیوں اور خرابیوں کو پھیلا رہے ہیں انہیں (ظالموں کو) اس عمل سے باز رکھنے کی کوشش نہیں کرتے تھے۔ کیونکہ انہیں ان ظالموں کی طرف سے ملنے والے مال ومتاع سے دلچسپی تھی۔ اور ان کی طرف سے (پہنچ سکنے والی) سختیوں سے خوفزدہ تھے۔ خدا کا ارشاد ہے کہ لوگوں سے نہ ڈرو اور مجھ سے ڈرو۔ اور پروردگار نے فرمایا۔ مومنین اور مومنات ایک دوسرے کے دوست اور سرپرست ہیں۔ اچھائیوں کا حکم دیتے ہیں اور برائیوں سے روکتے ہیں۔

خواص کی فضلیت کی وجہ

اے وہ گروہ جو علم وفضل کیلئے مشہور ہے جس کا ذکر نیکی اور بھلائی کے ساتھ کیا جاتا ہے اور وعظ ونصیحت کے سلسلے میں آپ کی شہرت ہے۔ اور اللہ والے ہونے کی بناء پر لوگوں کے دلوں پر آپ کی ہیبت وجلال ہے یہاں تک کہ طاقتور آپ سے خائف ہے اور ضعیف وناتواں آپ کا احترام کرتا ہے حتی وہ شخص بھی آپ کو ترجیح دیتا ہے جس کے ہاتھ میں آپ کی کوئی فضلیت حاصل نہیں جب حاجت مندوں کے سوال رد ہو جاتے ہیں تو اس وقت آپ ہی کی سفارش کارآمد ہوتی ہے (آپ کو وہ عزت واحترام حاصل ہے کہ) گلی کوچوں میں آپ کا گزر بادشاہوں کے سے جاہ وجلال اور ایمان و اشراف کی سی عظمت کے ساتھ ہوتا ہے۔

حق کے قیام سے پہلوتہی

یہ سب عزت واحترام صرف اس لئے ہے کہ آپ سے توقع کی جاتی ہے کہ آپ الٰہی احکام کا اجراء کریں گے۔ اگرچہ اس سلسلے میں آپ کی کوتاہیاں بہت زیادہ ہیں آپ نے امت کے حقوق کو

نظر انداز کردیا ہے (معاشرے کے) کمزور اور بے بس افراد کے حق کو ضائع کردیا ہے اور جس چیز کو اپنے خیال میں اپنا حق سمجھتے تھے اسے حاصل کر کے بیٹھ گئے۔ نہ اس کے لئے کوئی مالی قربانی دی اور نہ اپنے خالق کی خاطر اپنی جان خطرے میں ڈالی اور نہ اللہ کی خاطر کسی قوم وقبیلہ کا مقابلہ کیا۔

رسول کی ہم نشینی کی بے جا توقع

(اس کے باوجود) آپ جنت میں رسول اللہ کی ہم نشینی اور اللہ کے عذاب سے امان کے متمنی ہیں۔ حالانکہ مجھے تو یہ خوف ہے کہ کہیں اللہ کا عذاب آپ پر نازل نہ ہو۔ کیونکہ اللہ کی عزت و عظمت کے سائے میں آپ اس بلند مقام پر پہنچے ہیں۔ جبکہ آپ خود ان لوگوں کا احترام نہیں کرتے۔ جو معرفت خدا کے لئے مشہور ہیں جبکہ آپ کو اللہ کے بندوں میں اللہ کی وجہ سے عزت واحترام کی نظر سے دیکھا جاتا ہے۔

آئین اسلام کی خلاف ورزی

آپ دیکھتے رہتے ہیں کہ اللہ سے کئے ہوئے عہد و پیمان کو توڑا جا رہا ہے اس کے باوجود آپ خوفزدہ نہیں ہوتے اس کے برخلاف اپنے آباؤ اجداد کے بعض عہد و پیمان ٹوٹتے دیکھ کر آپ لرز اٹھتے ہیں جبکہ رسول اللہ کے عہد و پیمان نظر انداز ہو رہے ہیں اور کوئی پرواہ نہیں کی جارہی ہے۔

محروموں کی حالت زار

اندھے، گونگے اور اپاہج شہروں میں لاوارث پڑے ہیں اور کوئی ان پر رحم نہیں کھاتا آپ لوگ نہ تو خود اپنا کردار ادا کر رہے ہیں اور نہ ان لوگوں کی مدد کرتے ہیں جو کچھ کر رہے ہیں۔ آپ لوگوں نے خوشامد اور چاپلوسی کے ذریعے اپنے آپ کو ظالموں کے ظلم سے بچایا ہوا ہے جبکہ خدا نے منع کیا ہے اور ایک دوسرے کو (بھی) منع کرنے کیلئے کہا ہے اور آپ ان تمام احکام کو نظر انداز کئے ہوئے ہیں۔

ان سب حالات کے ذمہ دار آپ خود ہیں

آپ پر آنے والی مصیبت دوسرے لوگوں پر آنے والی مصیبت سے کہیں بڑی مصیبت ہے اس لئے کہ (اگر آپ سمجھیں تو) علماء کے اعلیٰ مقام و منزلت سے آپ کو محروم کردیا گیا ہے کیونکہ

مملکت کے نظم و نسق کی ذمہ داری علمائے الہیٰ کے سپرد ہونی چاہئے جو اللہ کے حلال و حرام کے امانت دار ہیں اور اس مقام منزلت کے چھین لئے جانے کا سبب یہ ہے کہ آپ حق سے دور ہو گئے اور واضح دلائل کے باوجود سنت کے بارے میں اختلاف کا شکار ہیں اگر آپ اذیت اور آزار جھیلنے اور راہ اللہ کی راہ میں مشکلات برداشت کرنے کے لئے تیار ہوتے تو حکام انہی (اجراء کے لئے) آپ کی خدمت میں پیش کرتے آپ ہی سے صادر ہوتے اور (معاملات میں) آپ ہی سے رجوع کیا جاتا۔ لیکن آپ نے ظالموں اور جابروں کو یہ موقع فراہم کیا کہ وہ آپ سے یہ مقام و منزلت چھین لیں اور اللہ کے حکم سے چلنے والے امور (وہ امور جن میں حکم الہیٰ کی پابندی ضروری تھی) اپنے کنٹرول میں لے لیں تا کہ اپنے اندازوں اور وہم و خیال کے مطابق فیصلہ کریں اور اپنی نفسانی خواہشات کو پورا کریں۔

باطل حق پرستوں کی کمزوری کی وجہ سے قابض ہے

وہ حکومت پر قبضہ کرنے میں اس لئے کامیاب ہو گئے کیونکہ آپ موت سے ڈر کر بھاگنے والے تھے اور اس فانی و عارضی دنیا کی محبت میں گرفتار تھے۔ (پھر آپ کی یہ کمزوریاں سبب بنیں کہ) ضعیف اور کمزور لوگ ان کے چنگل میں پھنس گئے (اور نتیجہ یہ ہے کہ) کچھ تو غلاموں کی طرح کچل دیئے گئے اور کچھ مصیبت کے ماروں کی مانند اپنی مصیبتوں کے ہاتھوں بے بس ہو گئے حکام اپنی نفسانی خواہشات کی پیروی میں ذلت و خواری کا سبب بنتے ہیں بد قماش افراد کی پیروی کرتے ہیں اور پروردگار کے مقابلے میں گستاخی دکھاتے ہیں۔

ریاست کا میڈیا ٹرائل

ہر شہر میں ان کا ایک ماہر خطیب منبر پر بیٹھا ہے (۱) زمین میں ان کے لئے کوئی روک ٹوک نہیں ہے اور ان کے ہاتھ کھلے ہوئے ہیں (یعنی جو چاہتے ہیں کر گزرتے ہیں) عوام ان کے غلام بن گئے ہیں اور اپنے دفاع سے عاجز ہیں حکام میں سے کوئی حاکم تو ظالم جابر اور دشمنی اور عناد رکھنے والا ہے اور کوئی کمزوروں کو سختی سے کچل دینے والا ہے ان ہی کا حکم چلتا ہے جبکہ یہ نہ خدا کو مانتے ہیں اور نہ روز جزاء کو۔

---

(۱) درباری علماء و خطباء منبروں سے فائدہ اٹھاتے ہوئے اسے حکمرانوں کی خوشنودی اور اپنے مالی مفادات کی خاطر استعمال کرتے

تعجب ہے۔ اور کیوں تعجب نہ ہو۔ ملک ایک دھوکہ باز ستم کار کے ہاتھ میں ہے اس کے مالیات کے عہدیدار ظالم ہیں اور صوبوں میں اس کے (مقرر کردہ) گورنر مومنوں کے لئے سنگ دل اور بے رحم ہیں (آخرکار) اللہ ہی ان امور کے بارے میں فیصلہ کرے گا۔ جن کے بارے میں ہمارے اور ان کے درمیان نزاع ہے اور وہی ہمارے اور ان کے درمیان پیش آنے والے اختلاف پر اپنا حکم صادر کرے گا

خطاب کا اختتام ان الفاظ میں فرمایا

یارالٰہی! تو جانتا ہے کہ جو جو کچھ ہماری جانب سے ہوا (بنوامیہ اور امیر معاویہؓ کی حکومت کی مخالفت میں) وہ نہ تو حصول اقتدار کے سلسلہ میں رسہ کشی ہے اور نہ ہی مال دنیا کی طلبی کے لئے ہے بلکہ صرف اس لئے ہے کہ ہم چاہتے ہیں کہ تیرے دین کی نشانیوں کو آشکار کردیں اور تیری مملکت میں اصلاح کریں تیرے مظلوم بندوں کو امان میسر ہو اور جو فرائض اور قوانین اور احکام تو نے معین کئے ہیں ان پر عمل ہو اب اگر آپ حضرات (حاضرین سے مخاطب) نے ہماری مدد نہ کی اور ہمارے ساتھ انصاف نہ کیا تو ظالم آپ پر (اور زیادہ) چھا جائیں گے۔ اور ''نور نبوت'' کو بجھانے میں اور زیادہ فعال ہو جائیں گے ہمارے لئے تو بس اللہ ہی کافی ہے اس پر ہم نے بھروسہ کیا ہے اور اس کی طرف ہماری توجہ ہے۔ اور اسی کی جانب پلٹنا ہے۔

انقلابی مرحلے کا آغاز

۵۸ ء ہجری میں منیٰ کے خطبے میں سینکڑوں ارباب حل وعقد کے اجتماع سے خطاب سے ظاہر ہوتا ہے کہ امام نئے انقلابی حالات ہموار کرنے مردہ ضمیروں کو جھنجوڑنے اور انہیں خواب غفلت سے بیدار کرتے ہوئے آئندہ کی عملی جدوجہد کیلئے آمادہ کر رہے تھے اس کے لئے امام کو ایک موزوں و مناسب وقت اور انقلابی قیام کیلئے سازگار ماحول کا انتظار تھا۔ جو امیر معاویہؓ کے انتقال اور یزید کی زبردستی بیعت لینے کی صورت میں سامنے آیا ان کا انتقال ۱۵ رجب ۶۰ ہجری کو ہوا۔ یزید نے برسر اقتدار آتے ہی سب سے پہلے حاکم مدینہ ولید بن عتبہ کو خط لکھا کہ امام حسینؑ عبداللہ ابن زبیر اور عبداللہ ابن عمر سے بیعت لے۔ عبداللہ ابن زبیر کے پاس جب ولید نے قاصد بھیجا وہ دوسرے دن

خفیہ راستے سے مکہ روانہ ہو گئے عبداللہ ابن عمر نے ابتداء میں یزید کی بیعت سے انکار کیا لیکن کچھ عرصے بعد انہوں نے بیعت کرلی امام حسینؑ نے آئندہ پیش آنے والے حالات کے تحت مستقبل کے حوالے سے دو ممکنہ صورتوں کی منصوبہ بندی تیار کرلی۔

پہلی صورت میں امام کی یزید کے بیعت نہ کرنے اور اس کے خلاف امت کو قیام و مزاحمت کے راستے پر لے جاتے ہوئے احیائے دین کی تحریک چلانا اور انقلابی اسلامی حکومت قائم کرنا جو عدل واحسان کے تصور پر استوار ہو۔ دوسری صورت یہ کہ اگر امت امام کا ساتھ نہیں دیتی۔ سستی، کاہلی، مصلحت کوشی یا مالی منفعت کا شکار ہو جاتی ہے یا جس طرح انکے والد اور بھائی کے ساتھ ہوا تھا تو ایسی صورت میں تن تنہا اتنا بڑا اقدام کر جانا چاہئے اور امت کے مردہ ضمیر کو جھنجھوڑتے ہوئے اس کے احساسات اور وجدان پر اتنی کاری ضرب لگائی جائے تاکہ امت پر حق و باطل کا فرق واضح ہو جائے۔ یزیدی آمریت کے چہرے سے مقدس، مذہبی نقاب ہٹاتے ہوئے اسکا اصل چہرہ سامنے لایا جائے اور آئندہ کے لئے فکری ونظریاتی تحریکوں کی راہ ہموار کرتے ہوئے انقلابات کی راہ کھولی جائے امام کا مدینہ سے مکہ اور مکہ سے کربلا تک کا سفر اسی سرخ انقلابی جدوجہد کا غماز ہے جسے خود امام کے خطابات، مکتوبات اور دعائیہ مناجات کی روشنی میں بہتر انداز میں سمجھا جا سکتا ہے۔

گورنر مدینہ ولید بن عتبہ کی دربار میں طلبی اور بیعت کا مطالبہ

امام کا جواب:

اے امیر! ہم خاندان نبوت اور معدن رسالت ہیں ہمارے گھروں پر فرشتوں کی آمدورفت رہتی ہے اور ہمارے خاندان پر اللہ کی رحمتیں نازل ہوتی ہیں اللہ تعالی نے اسلام کو ہمارے گھرانے سے شروع کیا اور آخرت تک ہمیشہ ہمارا گھرانہ اسلام کے ہمراہ رہے گا۔ لیکن یزید! کہ جس کی بیعت کی تم مجھ سے توقع کر رہے ہو اس کا کردار یہ ہے کہ وہ شراب خور ہے، بے گناہ افراد کا قاتل ہے اس نے اللہ تعالی کے احکام کو پامال کیا اور سرعام فسق وفجور کا مرتکب ہوتا ہے مجھ جیسا شخص کسی صورت اس جیسے شخص کی بیعت نہیں کرے گا اب ہم اور تم دونوں آنے والے وقت کا انتظار کرتے ہیں اور دیکھتے ہیں کہ ہم میں سے کون خلافت اور بیعت کا زیادہ مستحق ہے (۱)

---

(۱) تاریخ طبری، تاریخ ابن اثیر۔

ولید سے ہونے والی گفتگو کے بعد امام حسینؓ نے یزید کی حکومت کے خلاف عملی جدوجہد کرنے کا فیصلہ کرلیا اور جدوجہد کے لئے ایسا انداز اختیار کیا کہ جسکے اثرات تا قیامت امت کے سوئے ہوئے ضمیر میں حرکت مزاحمت بیداری، شعور، آگاہی اور عملی جدوجہد کے لئے رہنما اصول اور حرارت پیدا کرتے رہیں۔ سب سے پہلے آپ اپنے نانا کی قبر پر تشریف لے گئے اور یہ کہتے ہوئے۔ قبر مبارک کی زیارت کی۔

قبر رسول پر حاضری

اے اللہ کے رسول آپ پر میرا سلام ہو میں حسینؓ آپ کا فرزند اور آپ کا نواسہ ہوں۔ میں آپ کا وہ فرزند ہوں جسے امت کی ہدایت اور رہبری کے لئے آپ نے جانشین بنایا ہے اے رسول اللہ! آپ گواہ رہیئے گا کہ امت نے مجھے بے یارومددگار چھوڑ دیا ہے اور میری حفاظت نہیں کی ہے یہ آپ کی بارگاہ میں میری شکایت ہے یہاں تک کہ میں آپ سے مل جاؤں۔ (۱)

امام نے دوسرے دن مدینہ چھوڑنے کا فیصلہ کرلیا۔

مدینہ چھوڑنے سے پہلے دوسری رات آپ پھر الوداعی سلام کیلئے اپنے جد بزرگوار نبی کریم ﷺ کی قبر مبارک پر حاضر ہوئے اور کہا۔

روضہ نبیؐ پر الوداعی سلام

بارالٰہی! یہ تیرے نبی کی قبر ہے اور میں تیرے نبی کا نواسہ ہوں۔ اور جو کچھ میرے ساتھ پیش آیا ہے۔ تو اس سے آگاہ ہے۔ بارالٰہا میں نیکی اور بھلائی سے پیار کرتا ہوں اور برائی سے نفرت۔ اے ذوالجلال والاکرام، اس قبر اور صاحب قبر کے واسطے سے (تجھ سے درخواست کرتا ہوں کہ) میرے لئے وہ (راہ) پسند فرما جس میں تیری اور تیرے رسول کی رضا اور خوشنودی ہو۔

جب زوجہ رسول ام المومنین بی بی ام سلمہ رضی اللہ عنہا کو پتہ چلا کہ امام حسینؓ اپنے اہل و عیال کے ہمراہ کوفہ جانے کا ارادہ رکھتے ہیں تو آپ امام کی خدمت میں تشریف لائیں اور عرض کیا۔ اس طرح عراق کی سمت روانہ ہو کر مجھے غمگین نہ کیجیئے کیونکہ میں نے آپ کے نانا رسول اکرمؐ

---

(۱) مقتل ابوبکر خوارزمی، مقتل عوالم۔

سے سنا ہے انہوں نے فرمایا تھا کہ میرا فرزند حسینؓ سرزمین عراق میں کربلا نامی مقام پر مارا جائے گا

ام لمومنین حضرت بی بی ام سلمہ کو جواب

نانی۔۔۔ مجھے معلوم ہے کہ مجھے ظلم و ستم کے ساتھ شہید ہونا ہے مشیت یہی ہے کہ میرے اہل حرم در بدر پھرائے جائیں۔ میرے بچے ذبح کئے جائیں۔ انہیں قیدی بنایا جائے۔ اور فریاد کریں تو کوئی ان کا فریادرس نہ ہو اسی میں دین کی بقاء اور حیات ہے۔

نانی۔۔۔ میں آج نہ جاؤں گا۔ تو کل جاؤں گا اور کل نہیں جاؤں گا تو پرسوں جاؤں گا۔ موت سے کوئی مفر نہیں ہے۔ میں وہ دن اور وہ وقت بھی جانتا ہوں۔ جب مجھے قتل ہونا ہے۔ اور وہ جگہ بھی جانتا ہوں۔ جہاں مجھے دفن ہونا ہے۔ گویا میں وہ جگہ دیکھ رہا ہوں اور آپ چاہیں تو آپ کو دکھادوں۔ یہ کہہ کر امام نے وہ جگہ دکھادی۔ اور ایک مشت خاک اٹھا کر جناب ام سلمہؓ کو دے دی کہ جب یہ خاک خون ہو جائے گی۔ تو سمجھ لیجئے گا۔ کہ حسین شہید ہو گیا۔(۱) امام حسینؓ کے بھائی محمد بن حنفیہ کو امام حسینؓ کے فیصلے کا علم ہوا۔ تو آپ امام کی خدمت میں حاضر ہوئے اور فرمایا۔ بھائی آپ مجھے تمام انسانوں میں سب سے زیادہ محبوب اور محترم ہیں اور یہ میری ذمہ داری ہے کہ جس چیز کو آپ کے حق میں بھلا اور بہتر سمجھوں اس سے آپ کو آگاہ کروں۔ میرے خیال میں جس حد تک ممکن ہو آپ ایک شہر میں نہ ٹھہریں۔ اور اپنے خاندان کے ہمراہ کسی ایسی جگہ تشریف لے جائیں جو یزید کی دسترس سے باہر ہو۔ اور ان شہروں سے دور رہیں۔ پھر وہاں رہتے ہوئے آپ اپنے نمائندے بھیجیں اور اپنے لئے لوگوں کی حمایت حاصل کریں۔ اس صورت میں اگر لوگوں نے آپ کی بیعت کی تو خدا کا شکر اور اگر کسی اور کی بیعت کر لی تب بھی آپ کو نقصان نہیں پہنچے گا۔

محمد بن حنفیہ کو جواب

بھائی (آپ جو مجھے یہ مشورہ دے رہے ہیں کہ میں یزید کی بیعت سے بچنے کے لئے ایک شہر سے دوسرے شہر جاؤں تو یہ جان لیجئے کہ) اس وسیع و عریض دنیا میں میرے لئے کوئی پناہ گاہ یا ٹھکانہ نہ رہے تب بھی میں ہرگز یزید ابن معاویہؓ کی بیعت نہیں کروں گا۔ اس حال میں کہ محمد ابن حنفیہ

---

(۱) تفصیلات شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی کی کتاب "سرالشہادتین" میں دیکھی جاسکتیں ہیں

کے آنسو رخساروں پر بہہ رہے تھے امام نے اپنی گفتگو جاری رکھتے ہوئے فرمایا۔ اے بھائی! خداوند تعالی اس خیر خواہی اور ہمدردی کے عوض آپ کو جزائے خیر عنایت فرمائے لیکن میں (اپنی ذمہ داری کو آپ سے بہتر جانتا ہوں اور میں نے) مکے کی سمت روانگی کا فیصلہ کرلیا ہے۔ میرے بھائی بھتیجے اور پیروکاروں میں سے چند افراد اس سفر کے لئے تیار ہیں کیونکہ یہ افراد مجھ سے متفق ہیں اور ان کے اہداف اور مقاصد بھی وہی ہیں۔ جو میرے پیش نظر ہیں ہاں آپکی ذمہ داری یہ ہے کہ آپ مدینے میں میری آنکھ بن کر رہیں اور کوئی اہم بات آپ سے پوشیدہ نہ رہے۔ (یعنی میری غیر موجودگی میں یہاں بنی امیہ کے کارندوں کی آمد و رفت اور حرکات پر نظر رکھیں اور اس سلسلے میں ضروری اطلاعات مجھے فراہم کرتے رہیں) (۱)

اس ملاقات کے بعد آپ حرم مطہر رسول کی طرف روانہ ہوئے۔ اور راستے میں عرب کے شاعر یزید بن مفرغ حمیری کے شعر پڑھتے جاتے تھے۔

مجھے خوف نہیں۔ کہ صبح کے وقت مجھ پر حملہ ہو یا رات کی تاریکی میں نشانہ بنوں۔ اگر میں موت کے ڈر سے ذلت قبول کرلوں اور خطروں سے بچنے کی کوشش کروں تو مجھے۔ یزید (بن مفرغ حمیری) نہ کہنا۔

ابو سعید مغیری کہتے ہیں جب میں نے مسجد نبویؐ کی سمت جاتے ہوئے امام حسینؑ کو یہ شعر پڑھتے سنا تو میں سمجھ گیا۔ کہ وہ کوئی انتہائی بڑا اور اہم فیصلہ کر چکے ہیں۔

مدینے سے نکلنے سے پہلے آپ نے اپنی وصیت تحریر فرمائی اور مہر لگا کر اپنے بھائی محمد بن حنیفہ کو دیدی۔

وصیت نامہ امام حسینؑ

بسم اللہ الرحمن الرحیم۔

یہ حسینؑ ابن علیؑ کی وصیت ہے محمد حنفیہ کے نام۔

حسینؑ گواہی دیتا ہے کہ اللہ ایک ہے۔ اور اس کا کوئی شریک نہیں ہے۔

---

(۱) تاریخ طبری، تاریخ کامل ابن اثیر۔

حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم اس کے بندے اور رسول ہیں۔ ان کا پیغام حق اور جنت اور جہنم سب برحق ہیں۔ قیامت ہر حال آنے والی ہے۔ اس میں کسی شک و شبہ کی گنجائش نہیں ہے۔ اس وقت اللہ سب کو قبروں سے نکالے گا۔

میں کسی تفریح، غرور، فساد اور ظلم کے ارادے سے نہیں نکل رہا ہوں۔ میں اپنے جد کی امت کی اصلاح چاہتا ہوں۔ میرا مقصد یہ ہے کہ نیکیوں کا حکم دوں اور برائیوں سے روکوں اپنے باپ اور نانا کی سیرت پر چلوں۔ اس کے بعد جو میری بات کو قبول کرے گا۔ تو اللہ اولیٰ بالحق ہے اور جو رد کردے گا اس کے رد کردینے پر صبر کروں گا۔ یہاں تک کہ خدا میرے اور ان کے درمیان فیصلہ کردے۔ اور وہ بہترین فیصلہ کرنے والا ہے۔ یہ میری وصیت ہے اور میری توفیقات اللہ کی طرف سے ہیں اس پر بھروسہ ہے اور اسی کی طرف توجہ ہے۔(۱)

مدینہ سے نکلتے وقت آپ کی زبان پر قرآن مجید کی وہ آیت کریمہ تھی جو حضرت موسیٰ نے فرعونیوں سے مقابلے کیلئے مصر سے نکلتے وقت پڑھی تھی۔

"تو موسیٰ شہر سے باہر نکلے خوفزدہ اور دائیں بائیں دیکھتے ہوئے اور کہا کہ پروردگار مجھے ظالم قوم سے محفوظ رکھنا"۔(۲)

آپ کے کچھ ساتھیوں نے عبداللہ ابن زبیر کی طرح غیر معروف پہاڑی راستے سے سفر کرنے کا مشورہ دیا تو آپ نے فرمایا۔

نہیں خدا کی قسم میں کسی بھی صورت میں شاہراہ عام چھوڑ کر غیر معروف راستوں پر سفر نہیں کرونگا۔ یہاں تک کہ جو مشیت الٰہی ہو وہ ہو جائے۔

مکے میں داخلے کے وقت آپ سورہ قصص کی یہ آیت تلاوت فرمارہے تھے۔

''اور جب موسیٰ نے مدین کا رخ کیا۔ تو کہا کہ عنقریب پروردگار مجھے خیر اور صلاح کے راستے کی ہدایت کردے گا۔''(۳)

مکے میں ان دنوں میں عبداللہ ابن عمر چند ذاتی کاموں اور عمرے کے سلسلے میں قیام پذیر

(۱) مقتل عوالم صفحہ ۵۴۔ (۲) سورۂ قصص آیت ۲۱۔ (۳) سورہ قصص آیت ۲۲۔

تھے آپ امام حسینؑ کا سن کران سے ملنے تشریف لائے۔اور آپ کو یزید سے تصادم سے باز رکھنے اور معاملہ کو صلح جوئی اور لو اور دو کی بنیاد پر حل کرنے کا مشورہ دیا۔آپ نے فرمایا۔

عبداللہ ابن عمر کو جواب

اے عبداللہ! دنیا کی پستی کی اس سے بڑی مثال کیا ہوگی کہ حضرت یحییٰ بن ذکریاؑ (جیسے برگذیدہ اور عظیم نبی) کا سر اقدس بنی اسرائیل کی ایک بدکار عورت کو تحفے کے طور پر پیش کیا گیا۔

کیا تمہیں نہیں معلوم کہ بنی اسرائیل (خدا کی نافرمانی میں اس حد تک آگے بڑھ گئے تھے کہ) طلوع فجر سے طلوع شمس تک کے درمیانی عرصے میں ستر پیغمبروں کو قتل کرتے تھے۔اور پھر اس طرح (معمولات دنیا) خرید و فروخت اور روزمرہ کے کاموں میں مشغول ہو جاتے تھے جیسے کچھ کیا ہی نہ ہو۔اس کے بعد بھی اللہ نے فی الفور بدلہ نہیں لیا۔لیکن تھوڑے ہی عرصے میں انہیں فنا کر دیا۔

امام نے فرمایا:

اے عبداللہ! خدا سے ڈرو اور ہماری مدد و نصرت سے کنارہ کش نہ ہو۔

حضرت عبداللہ ابن عمر نے امام حسینؑ سے خواہش کا اظہار کیا کہ جدائی کے اس لمحے میں آپ کے بدن کے اس حصے کو چوموں جسے رسول اللہ چوما کرتے تھے امام نے اپنا کرتا اوپر کیا۔اور عبداللہ ابن عمر سینے سے نیچے کا حصہ تین دفعہ چومتے ہوئے اور روتے ہوئے کہا۔اے ابا عبداللہ! آپ کو خدا کے سپرد کرتا ہوں اور الوداع کہتا ہوں۔کیونکہ اس سفر میں آپ قتل کر دیئے جائیں گے(۱)

مکے میں آپ کے پاس ہر وقت عرب کے سرکردہ لوگوں کے وفود کا رش لگا رہتا تھا۔

مشہور مورخ طبری لکھتا ہے کہ مکے سے آپ نے مختلف گروہوں، قبائل کے سرداروں اور با اثر افراد کو خطوط بھیجے۔

اہل بصرہ کے نام خط

امابعد! اللہ نے تمام لوگوں سے محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو چنا۔

---

(۱) مقتل ابوبکر خوارزمی۔

نبوت کے ذریعے انہیں بزرگی سے نوازا اور اپنی رسالت کے لئے انہیں منتخب کیا پھر جب آنحضرت اللہ کے بندوں کو نصیحت اور ان کی رہنمائی فرما چکے اور آنحضرت نے اپنے فرائض کو بخوبی انجام دے دیا تو پروردگار نے انہیں اپنے پاس بلا لیا۔ ہم انہی کے اہلبیتؑ اولیاء، اصیاء اور ورثاء ہیں اور ہم ہی تمام لوگوں میں ان کے مقام کے سب سے زیادہ اہل اور حقدار ہیں لیکن ایک گروہ نے یہ حق ہم سے چھین لیا۔ ہم نے (حقدار ہونے کے باوجود) صبر کیا۔ اور (مسلمانوں کے درمیان) اختلاف اور تفرقے کو ناپسند کرتے ہوئے امن و عافیت کو ترجیح دی۔ جبکہ ہم جانتے تھے کہ ہم اس حق کے سب سے زیادہ مستحق تھے جس پر دوسرے مسلط ہو گئے۔

اب اس خط کے ساتھ میں اپنا نمائندہ تمہاری جانب بھیج رہا ہوں۔ اور تمہیں اللہ کی کتاب اور اس کے نبی کی سنت کی دعوت دیتا ہوں۔ (کیونکہ آج حالات ایسے ہیں) سنت پامال ہو چکی ہے۔ اور بدعت چھا چکی ہے۔ اگر تم میری دعوت پر لبیک کہو۔ تو میں راہ راست کی جانب تمہاری ہدایت کرونگا۔ (۱)

امام نے یہ خط اپنے ایک دوست سلیمان کے ہاتھ بصرہ روانہ فرمایا۔

سلیمان بصرے میں اپنی ذمہ داری انجام دینے کے دوران گرفتار ہوئے۔ اور بلا آخر شہید کر دیئے گئے۔

عراق میں جب اہل کوفہ کو خبر ملی کہ حسینؑ ابن علیؑ نے یزید کی بیعت سے انکار کر دیا ہے اور آپ مدینے سے مکے تشریف لے آئیں ہیں تو اہل کوفہ نے بڑی تعداد میں آپ کو خطوط لکھے۔ جن میں آپ کو کوفہ آنے کی دعوت دی گئی تھی۔ اہل کوفہ نے اجتماعی دستخطوں کے خطوط کے علاوہ قاصد بھی روانہ کئے۔ جن خطوط کا مجموعی مفہوم یہ تھا۔ کہ اب جبکہ امیر معاویہؓ کا انتقال ہو چکا ہے۔ مسلمانوں کو ان کے ظلم و ستم سے نجات مل چکی ہے۔ ہمیں ایک ایسے رہبر و رہنما کی ضرورت ہے جو ہماری ہدایت کرے اور ہمیں پریشانی و افراتفری سے نجات دلائے۔ اور ہماری ڈوبتی ہوئی کشتی کو ساحل کی طرف رہنمائی کرے۔ ہم سب آپ کے ساتھ ہیں اور آپ کے اہداف و مقاصد کو آگے بڑھانے کی پوری کوشش کریں گے۔ اور اپنی جان و مال تک آپ پر قربان کر دیں گے۔ (۲)

---

(۱) تاریخ طبری۔ (۲) تاریخ طبری

اہل کوفہ کے نام خط

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

حسینؑ ابن علیؑ کی طرف سے شہر کوفہ میں بسنے والے مومنین و مسلمین کے سر کردہ افراد کے نام۔ امابعد! ہانی اور سعید کے ذریعے آپ کے آخری خطوط مجھ تک پہنچے۔ جو کچھ آپ حضرات نے اپنے خطوط میں لکھا اور ذکر کیا ہے اسے میں نے سمجھ لیا ہے ان خطوط میں سے اکثر میں آپ حضرات کی درخواست یہ تھی کہ ہمارا کوئی رہبر و رہنما نہیں ہے آپ جلد ہماری طرف آیئے۔ تاکہ خداوند تعالیٰ آپ کے ذریعے ہمیں حق و ہدایت پر جمع کرے (لہٰذا) میں اپنے بھائی چچا کے بیٹے اور خاندان میں اپنے قابل اعتماد شخص (مسلم بن عقیل) کو آپ کی طرف بھیج رہا ہوں۔ میں نے انہیں حکم دیا ہے کہ وہ آپ کی رائے، سوچ اور وہاں کے حالات کے بارے میں مجھے تحریر کرے۔ اب اگر آپ کے عمائدین اور اہل فکر و نظر افراد کی رائے بھی وہی ہوئی جو خطوط میں پڑھی ہے اور جس کی آپ کے نمائندوں نے بالمشافہ ملاقاتوں میں مجھے خبر دی ہے۔ تو انشاء اللہ میں بہت جلد آپ کی طرف روانہ ہو جاؤں گا اپنی جان کی قسم کھا کر کہتا ہوں۔ کہ امام اور رہبر وہ ہے جو کتاب خدا پر عمل کرے، عدل و انصاف کا راستہ اختیار کرے، حق کی پیروی کرے اور اپنے وجود کو اللہ کے لئے وقف کر دے۔ (۱)

ذِالحجہ کی آمد کے ساتھ ہی مکہ میں جوق در جوق حاجیوں کے قافلے پہنچنے شروع ہو گئے تھے۔ انہی ایام میں امام حسینؑ کو مخبر نے خبر دی کہ عمرو بن سعید بن عاص خطرناک عزائم کے ساتھ مکہ پہنچا ہے۔ یزید نے ایام حج میں گم نام افراد کے ذریعے مخفی انداز میں امام حسینؑ کو حرم میں شہید کرنے کا پروگرام بنایا ہے۔ لہٰذا خانہ کعبہ اور حرم کے تقدس کو محفوظ رکھنے اور یزیدی سازش کو ناکام بناتے ہوئے امام نے مراسم حج میں شرکت کا پروگرام کینسل کرتے ہوئے۔ حج کو عمرہ مفردہ میں تبدیل کر دیا۔ اور آٹھ ذِالحجہ بروز منگل مکہ سے عراق کی طرف جانے کا فیصلہ کیا۔ مکہ چھوڑنے سے پہلے امام نے بنی ہاشم اور اپنے حامیوں سے خطاب کرتے ہوئے فرمایا۔

---

(۱) تاریخ طبری۔

مکہ چھوڑتے ہوئے خطاب

تمام تعریفیں اللہ کے لئے ہیں وہی ہوتا ہے جو وہ چاہتا ہے۔ اللہ کے سوا کوئی قدرت کارگر نہیں، درود وسلام اللہ کے رسول پر۔ انسانوں کیلئے موت اس طرح لازم کردی گئی ہے جس طرح دوشیزہ کے گلے پر گردن بند کا اثر لازم ہوتا ہے۔ مجھے اپنے بزرگوں اور اجداد سے ملاقات کا اتنا ہی اشتیاق ہے جتنا شوق یعقوب کو یوسف سے ملنے کا تھا۔ میری قتل گاہ معین ہوچکی ہے۔ جہاں میں پہنچ کر رہونگا۔ گویا میں خود دیکھ رہا ہوں کہ صحرا اور بیابان کے بھیڑیئے (یزیدی لشکر کی جانب اشارہ) سرزمین کربلا اور ''نواویس'' کے درمیان میرے جسم کے ٹکڑے ٹکڑے کرکے بھوکے پیٹ اور خالی تھیلے بھر رہے ہیں۔ خدا کے لکھے سے فرار نہیں۔ جس بات سے اللہ راضی ہوتا ہے ہم اہلبیتؑ بھی اسی سے راضی ہوتے ہیں۔ ہم اس کے امتحان اور آزمائش پر صبر کریں گے۔ اور وہ ہمیں صابروں کا اجر عنایت فرمائے گا۔ رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور ان کے جگر گوشوں کے درمیان جدائی ممکن ہوئی۔ بلکہ بہشت بریں میں سب ساتھ اکٹھے کئے جائیں گے جنہیں دیکھ کر آنخضرت کی آنکھیں ٹھنڈی ہوں گی اور آنحضور ان سے کیئے ہوئے وعدے کو پورا کریں گے۔(۱)

مکہ سے باہر عرب کے مشہور شاعر فرزدق سے امام کی ملاقات ہوگئی جو اپنی والدہ کو حج کرانے لایا تھا۔ امام نے اس سے کوفہ کے حالات دریافت کیئے اس نے جواب دیا۔ آپ نے ایک باخبر شخص سے سوال کیا ہے لوگوں کے دل آپ کے ساتھ ہیں ۔اور تلواریں آپ کے خلاف (بہرحال) تقدیر اللہ کے ہاتھ میں ہے۔ وہ جس طرح چاہتا ہے۔ انجام دیتا ہے۔

فرزدق کو امام کا جواب

تم نے صحیح کہا۔ تمام امور اللہ ہی کے ہاتھ میں ہیں۔ اللہ جو چاہتا ہے کرتا ہے۔ ہمارا پروردگار ہر دن ایک نئی شان کے ساتھ ظاہر ہوتا ہے اگر حالات ہماری خواہش اور مرضی کے مطابق رہے تو ہم اس (اللہ) کی نعمتوں کا شکریہ ادا کریں گے اور ادائے شکر کیلئے بھی وہی مدد کرنے والا ہے۔ لیکن اگر حوادث ہمارے اور ہماری آرزوں کے درمیان رکاوٹ بن گئے اور حالات نے ہماری

---

(۱) مثیر الاحزان۔

خواہش کے مطابق رخ اختیار نہ کیا۔ تب بھی جس کی نیت حق ہو اور جس کے دل میں خوفِ خدا ہو۔ وہ راہ حق سے گمراہ نہیں ہوتا۔(۱)

امام حسینؑ کا انقلابی اقدام

مکہ سے باہر تنعیم کے مقام پر امام حسینؑ کا سامنا ایک قافلے سے ہوا۔ جس میں یمن کے گورنر ''بحیر بن یسار حمیری'' نے یزید کے لئے یمنی کپڑا اور کچھ قیمتی سامان روانہ کیا تھا۔ آپ نے یہ سامان قبضے میں لے لیا۔ اور اونٹ والوں کو کرایہ دے کر رخصت کر دیا۔ امام کے اس اقدام سے معلوم ہوا کہ جب انقلابی تحریک چلتی ہے۔ تو ظالم استبدادی حکومت کو کمزور کرنے کے لئے ایسے اقدامات سے گریز نہیں کرنا چاہئے۔ تاکہ ظالم حکومت کمزور ہو۔(۲) کوفہ کے راستے میں ''حاجز'' نامی جگہ پر امام حسینؑ کو مسلم ابن عقیل کا خط ملا۔ آپ نے اس خط کے جواب میں اہل کوفہ کو دوسرا خط لکھا۔ اور اسے اپنے سفیر قیس ابنِ مسہر صیداوی کے ذریعے ارسال کیا۔

اہل کوفہ کے نام دوسرا خط

مجھے مسلم کا خط ملا جس میں خبر دی گئی ہے کہ تم لوگ ہماری مدد پر اور ہمارے حق کے مطالبے کے سلسلے میں متحد ہو۔ خدا کے حضورؐ دعا گو ہوں کہ ہمارے امور بخیر و خوبی انجام پائیں۔ اور ہماری مدد کرنے پر وہ تمہیں اجر عظیم عطا فرمائے۔ میں مکہ سے منگل کے دن مورخہ ۸ ذی الحجہ کو تمہاری طرف روانہ ہو چکا ہوں میرے قاصد کے پہنچنے پر تم لوگ جلد از جلد اپنے کاموں کو منظم کر لو۔ میں خود بھی آئندہ چند روز میں پہنچ جاؤں گا۔(۳)

کوفہ کے راستے میں

حافظ ابن کثیر نے کوفہ کے ایک باشندے سے نقل کیا ہے اعمال حج انجام دینے کے بعد کوفہ واپسی پر مجھے راستے میں چند خیمے نظر آئے۔ پوچھا تو بتایا گیا۔ یہ خیمے حسینؑ ابن علیؑ کے ہیں۔ میں جب زیارت کی غرض سے آپ کے پاس گیا۔ آپ نے فرمایا۔

---

(۱) ذہبی تذکرہ الحفاظ، تاریخ طبری۔ (۲) انساب الاشراف جلد۲، تاریخ طبری، تاریخ کامل ابن اثیر۔

(۳) البدایہ والنہایہ، تاریخ طبری، انساب الاشراف۔

(ایک طرف) مجھے اس قوم بنی اُمیہ سے خطرہ ہے (اور دوسری طرف) یہ اہل کوفہ کے خطوط ہیں اور یہی اہل کوفہ مجھے قتل کریں گے۔اور جب اس جرم میں ہاتھ رنگ لیں گے اور خدا کے احکام اور فرامین کا احترام پامال کرلیں گے۔تب خدا ان پر ایک ایسے شخص کو مسلط کرے گا جو انہیں ذلیل وخوار کردے گا اور ان کی حیثیت (ماہانہ عادت کے ایام میں) عورتوں کے استعمال شدہ کپڑے سے زیادہ پست ہو جائے گی۔(۱)

ثعلبیہ کے مقام پر سوال کا جواب

ثعلبیہ کے مقام پر ایک شخص نے امام کی خدمت میں حاضر ہو کر اس آیت کے متعلق پوچھا کہ قرآن کریم میں ہے کہ قیامت کے دن ہم ہر قوم کو اس کے امام اور پیشوا کے ساتھ بلائیں گے۔(سورۃ بنی اسرائیل آیت ۷۱) اس کا کیا مقصد ہے۔

امام نے فرمایا:

ایک امام و پیشوا وہ ہوتا ہے جو لوگوں کو راہ راست اور کامیابی اور سعادت کی طرف دعوت دیتا ہے کچھ لوگ اس کی دعوت پر لبیک کہتے ہوئے اس کی پیروی کرتے ہیں۔جبکہ ایک اور امام اور پیشوا وہ ہے جو لوگوں کو گمراہی اور بدبختی کی طرف بلاتا ہے۔اور لوگوں کا ایک گروہ اس کی دعوت قبول کرتا ہے۔ان میں سے پہلا گروہ جنت میں اور دوسرا گروہ دوزخ میں جائے گا۔(۲)

شقوق کے مقام پر چند اشعار

شقوق کے مقام پر آپ نے چند شعر فرمائے۔

اگر چہ بعض لوگوں کے لئے یہ دنیا انتہائی قیمتی ہے۔لیکن اللہ کا اجر وثواب اس سے زیادہ قیمتی اور گران بہا ہے اور اگر جمع شدہ مال و دولت کو (دنیا میں) چھوڑ ہی جانا ہے پھر انسان کا اسکے بارے میں بخل (کنجوسی) کرنا صحیح نہیں۔اور اگر رزق وروزی مقدر (میں لکھا) ہے اور تقسیم کردیا گیا ہے تو پھر انسان دولت کے حصول کیلئے جتنی کم طمع کرے اتنا ہی بہتر ہے۔اور اگر بدن بنائے ہی اس لئے گئے ہیں کہ انہیں موت آئے۔تو پھر اللہ کی راہ میں تلوار سے مارا جانا ہی افضل ہے۔اے خاندان

---

(۱) تاریخ ابن کثیر، البدایہ والنہایہ۔(۲) مقتل ابوبکر خوارزمی۔

محمدؐ! آپ پر میرا سلام ہو کیونکہ میں محسوس کر رہا ہوں کہ جلد ہی آپ سے رخصت ہو جاؤں گا۔(۱)

شراف کے مقام پر لشکر حر سے خطاب

شراف کے مقام پر ابن زیاد کی طرف سے بھیجے جانے والے پہلے لشکر کہ جس کی قیادت حر بن یزید ریاحی کر رہا تھا۔ خطاب کرتے ہوئے آپ نے فرمایا۔

"اے لوگو خدا سے ڈرو اور حق کو اہل حق کے لئے قبول کرو تو (تمہارا یہ عمل) اللہ کی خوشنودی کا باعث ہوگا۔ ہم نبی اکرم حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اہلبیتؑ ولایت اور رہبری کے لئے ان لوگوں (بنی امیہ) سے بہتر ہیں جو ایسی چیز کے دعویدار ہیں جس کا انہیں حق نہیں ہے۔ انہوں نے ظلم و ستم اور اللہ کی دشمنی کا راستہ اپنایا ہوا ہے۔ اب اگر تمہیں انکار ہے ہم سے منہ موڑنا چاہتے ہو ہمارے حق سے غفلت کرنا چاہتے ہو۔ اور اب اگر تمہاری رائے وہ نہیں ہے جسے تم نے خطوط میں لکھا تھا تو میں یہیں سے واپس چلا جاؤں گا۔

بیضہ کے مقام پر لشکر حر سے اپنی جدوجہد کے مقاصد کا بیان

لشکر حر امام حسینؑ کے قافلے کے ساتھ ساتھ متوازی چل رہا تھا۔

بیضہ کے مقام پر امام حسینؑ نے اپنی جدوجہد کے عوامل واسباب بیان کرتے ہوئے لشکر حر سے خطاب کرتے ہوئے فرمایا۔ پیغمبر اسلام نے فرمایا۔

جو شخص کسی بادشاہ کو دیکھے کہ وہ ظلم وجور کرتا ہے محرمات الٰہی کو حلال سمجھتا ہے۔ خدائی عہد و پیمان کو توڑ چکا ہے۔ سنت رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی مخالفت کرتا ہے۔ اور بندگانِ خدا میں معصیت کا طرز اختیار کئے ہوئے ہے۔ اگر وہ شخص ان باتوں سے چشم پوشی اختیار کر کے اسکی اصلاح کی کوشش نہ کرے۔ تو اللہ اسے بھی اسی بادشاہ کے ساتھ محسوب کرے گا۔

موجودہ حکومت آئین شکن، غیر قانونی ہے

بنی امیہ نے اللہ کی اطاعت ترک کر کے شیطان کی اطاعت کو اپنا شعار بنالیا ہے مسلمانوں کے اموال پر اپنا ذاتی حق جتاتے ہیں۔ حرام خدا کو حلال اور حلالِ خدا کو حرام سمجھتے ہیں۔ مسلم معاشرہ

---

(۱) ابن عساکر، مقتل خوارزمی۔

تباہ ہو رہا ہے۔اسلامی قدریں پامال ہو رہی ہیں۔امت بے بسی اور بے چارگی سے دوچار ہے۔ تہذیب بشری دم توڑ رہی ہے۔اور انسانیت لب گور ہے۔ایسی حالت میں مجھ سے زیادہ کس پر فرض عائد ہوتا ہے کہ وہ ان ناروا باتوں کی اصلاح کرے اور امت مسلمہ کو مزید تباہیوں سے بچائے۔(۱)

اس دوران امام کو اپنے قاصد قیس بن مسہر صیداوی کی شہادت کی خبر ملی آپ نے یہ افسوسناک خبر سننے کے بعد قرآن کی تلاوت فرمائی۔''کچھ نے اپنے وعدوں کو پورا کردیا۔اور کچھ اسکے منتظر ہیں اور انہوں نے اپنے وعدے میں کوئی تبدیلی نہیں کی ہے''۔(۲)

پھر امام نے اپنے قاصد کو دعا دیتے ہوئے کہا۔

اے اللہ ہمیں اور انہیں جنت عنایت فرما اور ہمیں اور ان کو اپنے جوار رحمت میں اکھٹا کرتے ہوئے اپنا ذخیرہ شدہ بہترین ثواب عطا فرما۔

قصر بنی مقاتل کے مقام پر عمرو بن قیس مشرقی اپنے چچازاد بھائی کے ساتھ ملا۔امام حسینؑ نے جب نصرت کیلئے کہا۔تو اس نے معذوری کا اظہار کیا۔

امام نے فرمایا:

اس علاقے سے دور چلے جاؤ۔تاکہ ہماری صدائے استغاثہ تم تک نہ پہنچ سکے۔اور نہ تم ہمیں دیکھ پاؤ کیونکہ جو کوئی ہماری صدائے استغاثہ کو سنے یا ہمیں دیکھے لیکن ہماری پکار کا مثبت جواب نہ دے یا ہماری مدد کیلئے نہ آئے تو خدا اسے منہ کے بل (انتہائی ذلت وخواری کے ساتھ) آتش جہنم میں پھینکے گا۔

امام کے قافلے کا بنی مقاتل سے سفر شروع ہوا۔ناگہاں امام کی آواز بلند ہوئی آپ مسلسل ''کلمہ''اناللہ وانا الیہ راجعون والحمدللہ رب العالمین''پڑھ رہے تھے۔

آپ کے اٹھارہ سالہ دلیر اور شجاع فرزند جو کہ نبی اکرم ﷺ کے ہم شکل تھے کہ جن کو مقتل کی طرف بھیجتے ہوئے امام نے کہا تھا پروردگارا!اب میں اس کو تیری راہ میں بھیج رہا ہوں جو صورت و سیرت میں تیرے نبی کے ہمشکل ہے ہمیں جب کبھی تیرے نبی کی یاد آتی تھی۔تو ہم علی اکبر کو دیکھ لیا کرتے

---

(۱)ابن عساکر،مقتل خوارزمی۔ (۲)سورہ احزاب آیت ۲۳

تھے۔علی اکبر نے امام سے یہ کلمات پڑھنے کا سبب دریافت کیا۔

امام نے فرمایا:

میں گھوڑے کی زین پر سر رکھا ہوا تھا، اسی اثنا میں مجھ پر ہلکی سی نیند طاری ہوگئی اس حال میں میں نے ایک گھوڑے سوار کو دیکھا جو کہہ رہا تھا کہ یہ لوگ اپنے سفر پر گامزن ہیں اور موت ان کا پیچھا کر رہی ہے۔ میں جانتا ہوں کہ یہ ہمارے بارے میں کہہ رہا ہے اور یہ ہماری موت کی خبر ہے۔

حضرت علی اکبر نے عرض کیا۔بابا کیا ہم حق پر ہیں۔

امام نے جواب دیا۔بیٹا یقیناً ہم حق پر ہیں۔

علی اکبر نے دوبارہ عرض کیا۔جب ہم حق پر ہیں تو ہمیں موت کی کوئی فکر نہیں ۔ہم موت پر جا پڑیں یا موت ہم پر آ پڑے۔

اس موقع پر امام نے علی اکبر کو دعا دی:

خدا تمہیں بہترین جزا دے جو بیٹے کو اس کے باپ کی طرف سے ملتی ہے۔

امام حسینؑ اور حر کا قافلہ ساتھ ساتھ سفر کر رہے تھے۔نینوا کے مقام پر ابن زیاد کا جاسوس آیا۔اور ابن زیاد کا پیغام حر کو دیا۔کہ امام پر سختی کرو۔اور انہیں بے آب و گیاہ مقام پر اتار دو۔فرات کے نزدیک طف کے مقام پر حر نے امام کو آگے بڑھنے سے روک دیا امام نے اترنے کے بعد اس جگہ کا نام دریافت کیا۔لوگوں نے بتایا۔"طف" امام نے کہا اسے اور بھی کسی نام سے یاد کرتے ہیں۔تو جواب دیا۔کہ اسے "کربلا" بھی کہتے ہیں امام نے کربلا کا سنتے ہی اللہ تعالیٰ کے حضور دعا فرمائی۔

بارالٰہی۔رنج وغم سے میں تیری پناہ مانگتا ہوں۔(پھر فرمایا) یہی ہمارے ٹھہرنے کی جگہ ہے خدا کی قسم یہی ہماری قبروں کا مقام ہے۔خدا کی قسم ہم یہیں سے قیامت کے دن زندہ کئے اور اٹھائے جائیں گے۔میرے جدامجد نے اسی کا وعدہ کیا تھا اور ان کا وعدہ کبھی جھوٹا نہیں ہوتا۔(۱)

امام حسین علیہ السلام ۲ محرم ۶۱ھ کو کربلا پہنچے کچھ دیر آرام کے بعد اپنے اصحاب واہلبیتؑ کے

(۱) تاریخ طبری، ابن اثیر۔

سامنے یہ خطبہ ارشاد فرمایا۔

کربلا پہنچنے کے بعد اپنے اصحاب سے خطاب

امابعد! معاملات نے ہمارے ساتھ جو صورت اختیار کرلی ہے وہ آپ کے سامنے ہے یقیناً دنیا نے رنگ بدل لیا ہے۔ اور بہت بڑی مشکل اختیار کرگئی ہے اس کی بھلائیوں نے منہ پھیر لیا ہے اور نیکیاں ختم ہوگئی ہیں۔ اور اب اس میں اتنی ہی اچھائیاں باقی بچی ہیں جتنی کسی برتن کی تہہ میں باقی رہ جانے والا پانی۔ اب زندگی ایسی ہی ذلت آمیز اور پست ہوگئی ہے جب کوئی سنگلاخ اور چٹیل میدان۔ آپ دیکھ رہے ہیں کہ حق پر عمل نہیں ہو رہا اور کوئی باطل سے روکنے والا نہیں ہے۔ ان حالات میں مرد مومن کو چاہئے۔ کہ خدا سے ملنے کی آرزو کرے۔ میں جانبازی اور شجاعت کی موت کو ایک سعادت سمجھتا ہوں اور ظالموں کے ساتھ زندگی گزارنا میرے نزدیک ذلت اور حقارت ہے۔

امام نے مزید فرمایا۔

لوگ دنیا کے غلام ہیں۔ اور دین صرف ان کی زبانوں پر رہتا ہے۔ یہ بس اس وقت تک دین کے حامی ہیں۔ جب تک ان کی زندگی آرام و آسائش سے گزرے۔ اور جب امتحان میں ڈالے جائیں۔ تو دیندار بہت کم رہ جاتے ہیں۔ (۱)

ابن زیاد نے قاصد بھیجا جس میں یزید کی بیعت یا قتل کیلئے تیاری کا پیغام تھا۔

آپ نے اسکا جواب دینا پسند نہیں کیا۔ اور فرمایا۔

وہ قوم کبھی فلاح نہیں پاسکتی جو خالق کی ناراضگی کی قیمت پر مخلوق کی خوشنودی اور رضا حاصل کرے۔ ۷ محرم الحرام کو امام کے لشکر پر پانی بند کردیا گیا۔ ۸ محرم کو امام اور یزیدی فوج کے کمانڈر ان چیف عمر ابن سعد کے درمیان ملاقات ہوئی۔ (۲)

امام کی یزیدی سپہ سالار عمر ابن سعد سے ملاقات

امام نے عمر ابن سعد سے فرمایا۔

---

(۱) تاریخ طبری، مقتل خوارزمی، ابن عساکر۔

(۲) یہ شخص مشہور صحابی رسول حضرت سعد بن ابی وقاص کا بیٹا تھا جسے دنیا کی محبت نے اندھا کردیا تھا۔

اے ابن سعد! کیا تم مجھ سے لڑنا چاہتے ہو۔ کیا تمہیں خدا کا کچھ خوف نہیں۔ جس کی طرف تمہیں پلٹنا ہے۔ میں اسکا بیٹا ہوں۔ جسے تم اچھی طرح جانتے ہو۔ انہیں (بنی امیہ) کو چھوڑ کر میرے ساتھ ہو جاؤ۔ کہ یہی خدا کے نزدیک (پسندیدہ) ہے۔

عمر ابن سعد نے جواب دیا۔ اگر آپ کا ساتھ دونگا تو مجھے ڈر ہے۔ کہ یہ لوگ کوفہ میں میرا گھر ڈھادیں گے۔

امام نے جواب دیا میں اپنے خرچ پر تمہارا گھر بنوادونگا۔

عمر ابن سعد نے کہا۔ کہ یہ میرے باغ اور نخلستان کو ضبط کرلیں گے۔

امام نے فرمایا۔ میں تمہیں حجاز میں ایسے باغ دلوادونگا جو تمہارے کوفہ کے باغ سے بہتر ہوں۔ عمر ابن سعد نے کہا میرے بیوی بچے کوفہ میں ہیں۔ یہ انہیں مروادیں گے۔

امام نے جب دیکھا کہ یہ شخص مسلسل بہانے کر رہا ہے کسی بھی طرح توبہ کی امید اس سے نہیں رکھی جاسکتی۔ اسے اس کے حال پر چھوڑ دیا۔

نویں محرم کو عصر کے وقت امام کی گفتگو

نویں محرم کو امام اپنے خیمے سے باہر تلوار سے ٹیک لگائے ہلکی سی نیند میں تھے آپکی بہن جناب زینب نے دشمنوں کا شور سن کر آپ کے قریب گئیں۔ آپ نے سر اٹھا کر یہ جملہ ارشاد فرمایا۔

میں نے رسول اللہ کو خواب میں دیکھا ہے جو مجھ سے فرما رہے تھے کہ میرے فرزند تم جلد ہی میرے پاس آؤ گے۔

اس کے بعد امام نے اپنے بھائی ابوالفضل عباس کو بھیجا کہ دشمن سے ایک رات کی مہلت مانگ لو۔ جنگ کو کل صبح تک کیلئے ٹال دو۔ تا کہ آج کی رات ہم نماز، استغفار اور اللہ کے ساتھ راز و نیاز میں بسر کریں خدا جانتا ہے کہ مجھے نماز، تلاوت قرآن اور کثرت سے دعا اور استغفار کس قدر پسند ہے۔

حضرت عباس کے کہنے پر عمر ابن سعد ٹال مٹول سے کام لینے لگا۔ اس پر اس کے ایک سردار عمر بن حجاج زبیدی نے کہا کہ اگر ترک یا دیلمی ہم سے مہلت طلب کرتے تب بھی ہمیں انہیں

مثبت جواب دینا چاہیئے تھا۔ جبکہ یہ تو پیغمبر ﷺ کی آل واولاد ہیں۔ تھوڑی حیل وحجت کے بعد عمر بن سعد نے ایک رات کی مہلت دیدی۔(۱)

امام حسینؑ نے غروب آفتاب سے قبل خاندان بنی ہاشم اور اپنے اصحاب سے خطاب فرمایا۔

نویں محرم کی شب امام کا خطاب

میں اللہ تعالی کی بہترین تعریف وثناء کرتا ہوں۔ اور آسائشوں اور سختیوں میں اسی کا شکریہ ادا کرتا ہوں۔ اے اللہ میں تیری حمد بجالاتا ہوں۔ کہ تو نے ہمارے گھرانے کو نبوت کے ذریعے شرف واحترام عنایت فرمایا۔ اور ہمیں قرآن کی تعلیم دی ہمیں دین کی سمجھ بوجھ عطا کی اور ہمیں حق کو (سننے والے) کان حق کو (دیکھنے والی) آنکھیں اور (روشن اور نورانی) قلب عطا فرمایا۔ اور ہمیں مشرکوں میں قرار نہیں دیا۔

امابعد! میں نے اپنے اصحاب سے بہتر اصحاب کہیں نہیں دیکھے اور نہ کسی کے اہل خانہ اپنے اہلبیتؑ سے بڑھ کر باوفا اور حق شناس پائے۔ خدا آپ سب کو میری طرف سے جزائے خیر عنایت کرے۔

میرے نانا رسول اللہ نے مجھے بتایا تھا کہ مجھے عراق بلایا جائے گا اور میں عمورا اور کربلا نامی ایک مقام پر ٹھہروں گا۔ اور وہی شہید کردیا جاؤں گا۔ اب اس شہادت کا وقت آپہنچا ہے۔ میرے خیال میں کل ہمارے اور ان کے درمیان جنگ کا دن ہوگا میں آپ سب کو چلے جانے کی اجازت دیتا ہوں۔ میں نے آپ سب پر سے اپنی بیعت اٹھالی ہے۔ اور اب آپ لوگوں کی کوئی ذمہ داری نہیں۔ رات کی تاریکی نے آپ سب کو چھپایا ہوا ہے۔ اس سے فائدہ اٹھائیے۔ آپ میں سے ہر شخص میرے اہلبیتؑ میں سے کسی ایک کا ہاتھ تھام کر اسکے ساتھ یہاں سے چلا جائے۔ خدا آپ سب کو جزائے خیر عنایت فرمائے۔(۲)

اس خطبے کے بعد امام کے تمام اصحاب نے اپنی حمایت کا مکمل یقین دلایا اور اپنی جانیں

---

(۱) انساب الاشراف جلد۳، تاریخ طبری، تاریخ کامل ابن اثیر۔ (۲) تاریخ طبری، کامل ابن اثیر۔

قربان کر دینے کا عہد کیا۔

اصحاب امام حسینؑ کہ جن کی قیادت حبیب ابن مظاہر کر رہے تھے۔ امام حسینؑ سے اپنی وفاداری کا اعلان کرتے ہوئے خیموں کے قریب گئے اور بنی ہاشم کی خواتین کو مخاطب کرتے ہوئے بولے۔ اے رسول کی بیٹیو اور اے حرم رسول خدا۔ یہ آپ کے جانثار اپنی بے نیام تلواروں کے ساتھ حاضر ہیں۔ ہم سب نے عہد کیا ہے کہ یہ تلواریں اب اس وقت تک نیام میں نہیں جائیں گی جب تک آپ کے دشمنوں کی گردنوں پر نہ چل جائیں اور آپ کے غلاموں کے ہاتھ میں موجود یہ لمبے اور تیز نیزے ہم نے قسم کھائی ہے کہ آپ کے دشمنوں کے سینے توڑے بغیر نیچے نہیں جھکائیں گے۔

اس موقع پر خیمے کے اندر سے کسی خاتون نے جواب دیا۔ اے پاک سرشت لوگو! رسول خدا کی بیٹیوں اور امیر المومنین کے خاندان کی حفاظت کرو۔ خاتون کی یہ آواز سن کر اصحاب رونے لگے اور اپنے خیموں کی طرف واپس چلے گئے۔

صبح عاشورا اپنے اصحاب سے خطاب

صبح عاشور نماز صبح کی ادائیگی کے بعد امام نے اللہ تعالیٰ کی حمد کی اور فرمایا۔

اللہ تعالیٰ نے آج میرے اور آپ کے مارے جانے کی اجازت دیدی ہے اب آپ سب صبر و تحمل سے کام لیتے ہوئے دشمن سے جنگ کریں۔

اے معزز لوگوں کی اولاد صبر و تحمل سے کام لو۔ موت تو صرف ایک پل ہے جس کے ذریعے تم سختی اور مشکلات سے گزر کر وسیع و عریض جنت اور اس کی ہمیشہ رہنے والی نعمتوں تک پہنچ جاؤ گے تم میں سے کون ہے جسے یہ بات پسند نہ ہوگی کہ وہ ایک قید خانے سے نکل کر محل میں منتقل ہو جائے۔ یہ موت تمہارے دشمنوں کیلئے ایسی ہی ہے جیسے انہیں کسی محل سے نکال کر قید خانے اور عقوبت گاہ میں ڈال دیا جائے میرے والد گرامی نے مجھ سے بیان کیا ہے انہوں نے رسول اکرمؐ سے سنا ہے کہ۔

"دنیا مومن کیلئے قید خانہ اور کافر کیلئے جنت ہے اور موت ایک پل ہے جو مومن کو جنت میں اور کافر کو جہنم میں پہنچا دیتی ہے میں جھوٹ نہیں بولتا اور نہ ہی مجھے کبھی جھوٹ بتایا گیا ہے"۔

صبح عاشور جب آپ نے دشمن کے پر ہجوم لشکر کو صف بندی کرتے دیکھا آپ نے بارگاہ

الٰہی سے راز و نیاز فرمایا۔

امام حسینؑ کی خداوند تبارک وتعالیٰ کے حضور راز و نیاز

بارالہٰا! ہر رنج وغم میں تو ہی میرا سہارا اور ہر مشکل میں تو ہی میری امید کا مرکز ہے مجھ پر جب کبھی مصیبت نازل ہوئی تو میں نے تیری ہی پناہ لی ہے تیرے ہی ذریعے (اپنے بچاؤ کا سامان کیا ہے) کتنے ہی ایسے مصائب و آلام آئے جب دل کمزور پڑ گئے چارہ و تدبیر کے راستے بند ہو گئے دوست ساتھ چھوڑ گئے اور دشمنوں نے خوشیاں منائیں لیکن میں نے تیری ہی طرف رجوع کیا تجھ ہی سے فریاد کی اور تیرے سوا ہر کسی سے بے نیاز ہو کر تجھ ہی سے لو لگائی اور تو نے مجھ سے ہر مصیبت کو دور کیا اور ہر رنج والم سے مجھے نجات دلائی بے شک تو ہی ہر نعمت کا مالک اور ہر حاجت کا مرکز ہے۔(۱)

صبح عاشور امام اپنے لشکر کی تنظیم وترتیب سے فارغ ہونے کے بعد گھوڑے پر سوار ہوئے۔ اور عمر ابن سعد کے لشکر کے قریب گئے۔اور اس لشکر سے خطاب فرمایا۔

یوم عاشور امام کا پہلا خطبہ

اے لوگو! میری بات سنو! اور جلد بازی کا مظاہرہ نہ کرنا تاکہ میں تمہیں وعظ ونصیحت کے سلسلے میں اپنی ذمہ داری انجام دے سکوں۔اور تمہارے پاس آنے کا سبب بتا سکوں۔اگر تم نے میری بات قبول کی میری تائید کی اور میرے بارے میں عدل وانصاف کا راستہ اختیار کیا تو اس طرح تم سعادت اور کامیابی حاصل کرو گے اور پھر میرے خلاف جنگ کی تمہارے پاس کوئی دلیل نہیں ہوگی۔لیکن اگر تم نے میری بات نہ مانی اور انصاف سے کام نہ لیا۔تو پھر اپنے ارادے پختہ کر گزرو۔ اور مجھے کسی طرح کی مہلت نہ دو۔ بے شک میرا مالک ومختار وہ خدا ہے۔جس نے کتاب نازل کی ہے اور وہ نیک بندوں کا والی وارث ہے

اے اللہ کے بندو! خدا سے ڈرو اور دنیا سے ہوشیار رہو اگر یہ دنیا کسی کیلئے ہمیشہ باقی رہنے والی ہوتی۔اور کوئی دنیا میں ہمیشہ باقی رہ سکتا تو انبیاء اس کے سب سے زیادہ حقدار تھے۔اور ان ہی کی رضا کے حصول کیلئے ایسا کرنا بہتر تھا۔اور یہی حکم انتہائی پسندیدہ ہوتا۔لیکن حقیقت یہ ہے کہ اللہ نے

---

(۱) تاریخ طبری، کامل ابن اثیر، تاریخ ابن عساکر۔

دنیا کو فنا کیلئے خلق کیا ہے۔اس کی ہر نئی چیز پرانی ہو جانے والی اور اس کی ہر نعمت زائل و برباد ہو جانے والی ہے۔اس کی خوشیاں غم واندوہ میں بدل جانے والی ہیں یہ پست ٹھکانہ اور عارضی جائے سکونت ہے۔لہذا یہاں سے زاد آخرت فراہم کرلو۔اور بہترین زاد آخرت تقویٰ ہے اللہ سے ڈرو شاید تم کامیاب ہو جاؤ۔

اے بندگان خدا! اللہ نے دنیا کو خلق فرمایا اور اسے فنا و زوال کا گھر بنایا یہ اپنے مکینوں کو ایک حال سے دوسرے حال میں الٹتی پلٹتی رہتی ہے فریب خوردہ وہ ہے جسے دنیا دھوکے میں ڈال دے اور بدنصیب ہے وہ جسے دنیا اپنے فتنوں میں جکڑ لے۔پس تم دنیا کے دھوکے میں نہ آجانا۔کیونکہ جو کوئی بھی اس پر بھروسہ کرتا ہے یہ اس کی امیدوں پر پانی پھیر دیتی ہے۔اور جو کوئی اس کی طمع کرتا ہے وہ محروم رہتا ہے تم سب نے ایک بات پر ایکا کرلیا ہے۔جو خدا کے غیظ وغضب کا باعث ہے۔اور اس نے اپنا منہ تمہاری طرف سے پھیر لیا ہے۔اور تم پر اپنا عذاب مسلط کر دیا ہے کتنا اچھا ہے ہمارا پروردگار اور کیسے بدکردار بندے ہو تم لوگ کہ اللہ کی اطاعت کا اقرار کیا اور اس کے رسول محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر ایمان لائے۔اور پھر اسی کی آل واولاد کو قتل کرنے کے لئے اس پر حملے کی تیاری کر رہے ہو۔شیطان تم پر غالب آ گیا ہے اور تمہیں خدا کی یاد سے غافل کر دیا ہے وائے ہو تم پر اور تمہارے ارادوں پر۔''انا للہ وانا الیہ راجعون'' (ہم اللہ ہی کیلئے ہیں اور اسی کی طرف واپس جائیں گے) یہ وہ لوگ ہیں جنہوں نے ایمان کے بعد کفر اختیار کرلیا۔اور یہ ظالم لوگ اللہ کی رحمت سے دور ہیں

اے لوگو! میرے شجرہ نسب اور خاندان کو دیکھو۔پھر پلٹ کر سوچو اپنے آپ کو ملامت کرو۔اور غور کرو۔کہ کیا تمہارا مجھے قتل کرنا اور میری حرمت کو پامال کرنا جائز ہے۔کیا میں تمہارے نبی کی بیٹی کا بیٹا نہیں، کیا میں ان کے وصی اور ان کے چچازاد بھائی کا فرزند نہیں جو سب سے پہلے ایمان لائے اور جو کچھ نبی اکرمؐ خدا کی طرف سے لائے تھے سب سے پہلے اس کی تصدیق کی۔

کیا حمزہ سید الشہد امیرے چچا نہیں؟ کیا جعفر طیار میرے چچا نہیں؟ کیا تم نے میرے اور میرے بھائی کے بارے میں نبی اکرمؐ کا وہ قول نہیں سنا جس میں آپ نے فرمایا ہے۔کہ یہ دونوں

جنت کے جوانوں کے سردار ہیں ۔اگر تم میری کہی ہوئی باتوں کی تصدیق کرتے ہو تو یہی حق ہے اور خدا کی قسم میں نے کبھی جھوٹ نہیں بولا ۔ کیونکہ میں جانتا ہوں ۔ کہ اللہ تعالیٰ جھوٹ بولنے والے سے نفرت کرتا ہے اور اس کے جھوٹ کا نقصان خود اس کی طرف پلٹا تا ہے ۔ اور اگر مجھے جھوٹا سمجھتے ہو تو اب بھی مسلمانوں کے درمیان ایسے لوگ موجود ہیں کہ اگر ان سے ان باتوں کے بارے میں پوچھو تو وہ تمہیں بتائیں گے جابر ابن عبداللہ انصاری ، ابوسعید خدری ، سہل ابن سعد ساعدی ، زید بن ارقم اور انس ابن مالک کسی سے بھی پوچھ لو وہ تمہیں بتائیں گے کہ انہوں نے میرے اور میرے بھائی کے بارے میں رسول اللہ کا یہ قول سنا ہے ۔ کیا یہی ایک جملہ کافی نہیں جو تمہیں میرا خون بہانے سے روک سکے ۔ اس موقع پر شمر بن ذی الجوش نے دیکھا کہ امام کی تقریر کا لوگوں پر اثر ہو رہا ہے ۔ کہیں ایسا نہ ہو وہ جنگ سے گریز کرنے لگیں ۔ اس نے شور مچانا شروع کر دیا بلند آواز میں بولا ۔ وہ تو بس زبانی کلامی حد تک اللہ کی بندگی کا اظہار کرتے ہیں اور کچھ نہیں جانتے کہ کیا کہہ رہے ہیں ۔

امام کے لشکر میں سے حبیب ابن مظاہر نے جواب دیا ۔ خود تو ہے جو ستر مرتبہ یہ کہے جانے کا مستحق ہے کہ محض زبانی حد تک اللہ کی بندگی کا اظہار کرتا ہے ۔

اس کے بعد امام نے دوبارہ اپنا خطاب جاری رکھتے ہوئے فرمایا ۔

اگر تمہیں (میرے اور میرے بھائی کے بارے میں رسول کے) اس قول کے بارے میں کچھ شک ہے تو کیا تمہیں اس حقیقت میں بھی شبہ ہے کہ میں تمہارے نبی کی بیٹی کا بیٹا ہوں ۔ خدا کی قسم مشرق و مغرب کے مابین تم میں اور تمہارے ماسوا لوگوں میں میرے علاوہ نبی کا کوئی نواسہ نہیں ۔ وائے ہو تم پر ۔ کیا میں نے تمارا کوئی آدمی قتل کیا ہے جس کے قصاص میں تم مجھے قتل کرنا چاہتے ہو ۔ یا میں نے تم میں سے کسی کو مالی نقصان پہنچایا ہے یا کسی کو زخمی کیا ہے جس کا بدلہ لینا چاہتے ہو ۔

امام کا خطبہ جاری تھا لشکر یزید پر خاموشی چھائی ہوئی تھی عمر ابن سعد سناٹے میں تھا امام نے کوفہ کے چند سر کردہ افراد کو جو اس لشکر میں موجود تھے ۔ صدا دیتے ہوئے کہا ۔

اے شبث ابن ربعی ، اے صجار ابن ابجر ، اے قیس ابن اشعث ، اے یزید ابن حارث کیا تم ہی لوگوں نے مجھے نہیں لکھا تھا کہ پھل پکنے کے قریب ہیں ۔ درخت سر سبز و شاداب ہیں اور تیار لشکر

آپ کے لئے حاضر ہے۔امام کی گفتگو کے جواب میں ان سرداروں کے پاس کہنے کو کچھ نہیں تھا۔ واقعات سے انکار کرنے لگے۔

اس پر قیس ابن اشعث نے بلند آواز میں کہا۔اے حسینؑ آپ اپنے چچازاد بھائی کی بیعت کیوں نہیں کر لیتے۔اگر آپ بیعت کرلیں تو اس صورت میں وہ آپ کی پسند کے مطابق آپ سے سلوک کرے گا اور آپ کو کوئی تکلیف بھی نہیں پہنچے گی۔

امام نے جواب دیا

"نہیں خدا کی قسم ہرگز پست اور کم ہمت لوگوں کی طرح میں اپنا ہاتھ اس کے ہاتھ میں نہیں دونگا۔اور نہ ہی غلاموں کی طرح راہ فرار اختیار کرونگا اس کے بعد امام نے وہ آیت پڑھی جو حضرت موسیٰؑ نے فرعونیوں کی ہٹ دھرمی اور گستاخی دیکھتے ہوئے کہا تھا"۔

''میں اپنے اور تمہارے پروردگار کی پناہ مانگتا ہوں۔ ہر اس متکبر کے مقابلے میں جو روز جزا پر ایمان نہیں رکھتا''(۱)

ابوبکر خوارزمی لکھتے ہیں کہ

لشکر یزید نے اعلان جنگ کا بگل بجاتے ہی شور وغل کرنا شروع کر دیا عمر ابن سعد نے اپنا پرچم لہرا دیا۔اور ہر طرف ڈھول باجوں کی آواز گونجنے لگی۔دشمن کی فوج نے چاروں طرف سے حسینی فوج کو اپنے گھیرے میں لے لیا اس موقع پر امام حسینؑ ایک دفعہ پھر دشمن کی فوجوں کی صفوں میں گئے اور انہیں خاموش ہو جانے کو کہا۔لیکن یہ لوگ نہ مانے مسلسل شور وغوغا اور چیختے چلاتے رہے۔یہ دیکھ کر امام نے یہ کہہ کر انہیں خاموش کیا۔

وائے ہو تم پر۔خاموش کیوں نہیں ہوتے تاکہ میری بات سن سکو۔

میں تمہیں راہ راست کی طرف بلا رہا ہوں جو بھی میری پیروی کرے گا وہ ہدایت پائے گا جو میری مخالفت کرے گا وہ ہلاکت اور تباہی کا شکار ہو جائے گا۔اور تم میری مخالفت کر رہے ہو کیونکہ میری بات نہیں سن رہے ہو۔تمہیں دیئے جانے والے حرام کے تحفے وتحائف اور مال حرام سے

---

(۱) سورہ غافر آیت ۲۷

بھرے جانے والے تمہارے پیٹ تمہیں اس مقام پر لے آئے ہیں کہ اللہ نے تمارے دلوں پر مہر لگادی ہے، وائے ہوتم پر کہ تم خاموش نہیں ہو گے۔اور میری بات نہیں سنو گے۔

امام کی یہ گفتگوسن کر عمر ابن سعد کے سپاہی ایک دوسرے کولعنت ملامت کرنے لگےاور ایک دوسرے کو خاموش کرانے لگے جب ہر طرف خاموشی چھا گئی تو امام نے اپنا دوسرا خطبہ شروع کیا۔

روز عاشورہ امامؑ کا دوسرا خطبہ

اے لوگو! ذلت اور حسرت تمہارا مقدر بنے۔خودتم ہی نے حیران و پریشان ہو کر ہمیں مدد کے لئے بلایااور جب ہم بھر پور تیاری کے ساتھ تمہاری مدد کو پہنچے تو تم نے اپنی تلواریں ہمارے خلاف کھینچ لیں۔اور جس آگ کو ہمارے مشترکہ دشمن نے ہمارے خلاف بھڑ کایا تھا اسے تم نے ہمارے خلاف شعلہ ور بنادیا۔آج تم اپنے دوستوں کے دشمن اور اپنے دشمنوں کے دست و بازو بن گئے ہو۔ جبکہ نہ تو دشمنوں نے تمہارے ساتھ انصاف کیا ہے اور نہ ان سے بھلائی کی کوئی توقع پیدا ہوئی ہے سوائے دنیا کے اس مال حرام کے جوتم نے ان سے حاصل کیا ہے اور ذلت وحقارت کی اس زندگی کے جس کی تم ان سے آس لگائے بیٹھے ہو۔

اتنی جلدی نہ کرو۔بدبختی اور تباہی تمہارا مقدر بنے کیونکہ تم نے ہماری نصرت سے ہاتھ اٹھالیا ہے۔اور ہمارے خلاف اٹھ کھڑے ہوئے ہو۔حالانکہ نہ تو ہم سے تمہارے خلاف کوئی بات صادر ہوئی ہے نہ ہمارے متعلق تمہارا کوئی خیال غلط ثابت ہوا ہے اور نہ ہی ہم نے تمہارے خلاف تلوار کھینچی تھی ہمارے دل میں بھی تمہاری طرف سے مطمئن تھے۔اور تمہارے متعلق ہماری رائے میں بھی کوئی تبدیلی نہ آئی تھی۔لیکن تم ٹڈی دل کی طرح چاروں طرف سے ہم پر ٹوٹ پڑے۔برائی تمہارا نصیب ہو۔تم امت کے سرکش لوگوں میں سے ہو۔بدمعاش گروہوں کے بچے کچے لوگ ہو۔کتاب خدا کو چھوڑ دینے والے ہوشیطان کی ناک کا نزلہ، گنہگاروں کی ٹولی، کتاب خدا میں تحریف کرنے والےاور سنت رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو مٹادینے والے۔

تم آل رسول کو قتل کرتے ہو۔اور اولیا اوصیا کی نسلوں کو برباد کرتے ہو۔تم ولد حرام (ابن

زیاد) کو نسبی اولاد قرار دینے والے، مومنین کو اذیت و آزار پہنچانے والے اور کتاب الٰہی کا مذاق اڑانے والوں کی ٹولی کے سرغنہ کے مددگار ہو۔

اور اب تم ابن حرب (ابوسفیان) اور اسکے پیروکاروں کے مددگار بن گئے ہو۔ اور ہمارا ساتھ چھوڑ دیا ہے ہاں خدا کی قسم تمہاری دھوکہ دہی اور بے وفائی مشہور ہے۔ یہ تمہاری جڑوں میں پیوستہ ہے تمہاری شاخوں سے اسے وارثت میں پایا ہے اسی کے ساتھ تمہارے دل پروان چڑھ رہے ہیں اسی کو تمہارے سینے چھپائے ہوئے ہیں تم بدترین پھل ہو۔ جو اپنے باغبان کے گلے میں پھنس جاتا ہے اور غاصبوں کے لئے خوش مزہ ہوتا ہے خدا کی لعنت ہو ان لوگوں پر جو مضبوط قول و قرار کے بعد اپنے وعدوں سے پھر جاتے ہیں حالانکہ تم لوگوں نے عہد و پیان پر خدا کو بھی گواہ اور ضامن قرار دیا تھا خدا کی قسم تم ہی وہ (عہد و پیان توڑنے والے) ہو۔ دیکھو پست اور فرومایہ باپ کے پست اور کمین بیٹے (ابن زیاد) نے مجھے دو میں سے کسی ایک بات کے انتخاب پر مجبور کر دیا ہے یا تو تلوار اٹھالوں یا ذلت قبول کرلوں ممکن ہی نہیں کہ ہم ذلت قبول کریں خدا اس کا رسول پاک و پاکیزہ آغوش اونچی ناک، غیرت مند نفس قطعاً ہمیں اس بات کی اجازت نہیں دیتے کہ ہم عزت کی موت پر کمینوں کی اطاعت کو ترجیح دیں۔

یاد رکھو میں نے تمہیں سب کچھ بتا کر حجت تمام کر دی اور تمہیں متنبہ بھی کر دیا ہے ہاں انصار و اعوان کی کمی اور مددگاروں کے منہ موڑ لینے کے باوجود میں اس مختصر کنبے کے ساتھ تمہارے خلاف جنگ کیلئے تیار ہوں۔

اس کے بعد امام نے درج ذیل شعر پڑھے۔

اگر ہم دشمن پر کامیاب ہو جائیں تو یہ نئی بات نہیں۔ ہم تو پہلے بھی کامیاب ہوتے رہے ہیں اور اگر شکست کھا جائیں تب بھی وہ ہماری شکست نہ ہو گی خوف اور بزدلی ہمارا شیوہ نہیں لیکن اس وقت ہم حوادث کی زد میں ہیں اور بظاہر ہمارا دشمن فائدہ میں ہے ہماری مصیبتوں پر خوشیاں منانے والوں سے کہو: کہ وہ بھی ایک دن ایسے ہی حالات کا سامان کریں گے جب دوسرے ان کی مصیبت پر خوشیاں منائیں گے کیونکہ موت کا اونٹ ایک دروازہ سے ہٹ کر دوسرے کسی دروازہ پر بیٹھ جاتا ہے۔

خدا کی قسم اس کے بعد تم اتنی ہی دیر تک سکو گے(۱) جتنی دیر گھوڑے پر سوار ہونے میں لگتی ہے یہاں تک کہ حوادث کی چکی تمہیں پیس کر رکھ دے گی اور جس طرح چکی کا مرکز مسلسل گردش میں رہتا ہے اسی طرح تم بھی چکر میں رہو گے یہ وہ وعدہ ہے جو میرے والد نے نبی اکرمؐ سے سن کر مجھ سے نقل کیا ہے اب تم اور تمہارے شریک ایکا کرلو اور تم پر کوئی بات مخفی نہ رہے میرے بارے میں اپنے باطل ارادے کو عملی جامعہ پہناؤ اور مجھے ذرا مہلت نہ دو میں تو صرف اللہ ہی پر بھروسہ کرتا ہوں۔ جو میرا بھی پروردگار ہے اور تمہارا بھی اور زمین پر جتنے چلنے والے ہیں سب کا مالک ہے بے شک میرا پروردگار سیدھی راہ پر ہے۔

بارالہا! ان پر آسمان سے ہونے والی بارش روک دے انہیں ایسے قحط سے دوچار کر جیسا قحط حضرت یوسف علیہ السلام کے زمانے میں آیا تھا ان پر قبیلہ ثقیف کے جوان کو مسلط کر دے جو انہیں ذلت خواری کا مزہ چکھا دے اور ان میں سے کسی کو باقی نہ چھوڑ یہاں تک کہ قتل کا بدلہ قتل چوٹ کا بدلہ چوٹے سے نہ لے لے اور میرا اور میرے انصار اور اہلبیتؑ کا انتقام ان سے لے کیونکہ ان لوگوں نے ہمیں دھوکہ دیا ہمیں جھٹلایا اور ہماری حمایت سے گریز کیا تو ہی ہمارا پروردگار ہے ہم نے تجھ ہی پر توکل کیا اور تیری ہی طرف ہمیں پلٹنا ہے۔(۲)

---

(۱) اہل کوفہ امام کے فرمان کے بعد کبھی سکون و آرام سے نہ رہ سکے کچھ عرصے بعد ہی اس شہر سے تعلق رکھنے والے گروہ توابین نے قیام کیا۔ اسکے کچھ عرصے بعد مختار ثقفی نے خروج کیا۔ اس نے کربلا کے واقعہ میں شریک لوگوں کو چن چن کر انتہائی بے دردی سے قتل کیا۔ آخر کار ان تمام افراد کو سزا ملی جو واقعہ کربلا میں شریک تھے۔ اہل کوفہ کی یہ مشکلات صرف بنی امیہ کے دور تک جاری نہیں رہیں بلکہ بنی عباس کے دور تک یہ سلسلہ چلتا رہا۔ بے شمار دفعہ کوفہ اجڑا۔

(۲) واقعہ کربلا کے چند سال بعد عراق میں ایک اور حجاز کے ثقیف قبیلہ سے تعلق رکھنے والا شخص حجاج بن یوسف ثقفی حکمران بنا اس نے عراقیوں پر مظالم کے تمام ریکارڈ توڑ دیئے جو اپنی جلاد صفت اور خونخوار شخصیت کی وجہ سے عالم میں مشہور ہے جس نے اپنے دور حکومت میں کئی لاکھ افراد کو انتہائی اذیت ناک طریقہ سے مروایا۔ جو رعب و دہشت کا بے تاج بادشاہ تھا۔

ابن قتیبہ دینوری نے لکھا ہے حجاج ماہ رمضان میں جمعہ کے دن بصرہ پہنچا ایک منصوبہ کے تحت اس شہر کی جامع مسجد میں ستر ہزار نمازی تہہ تیغ کر دیئے۔ حجاج کی موت کے وقت پچاس ہزار مرد اور تیس ہزار عورتیں اس کی قید میں تھیں وہ خواتین اور مردوں کو ایک ساتھ قید میں رکھتا تھا۔ ان قیدی خواتین میں سے سولہ ہزار کو برہنہ رکھا گیا تھا۔ (بقیہ اگلے صفحہ پر)

عمر ابن سعد کے ساتھ آخری گفتگو

امام نے اپنے دوسرے خطاب کے بعد عمر ابن سعد کو بلایا وہ آنے سے کترایا اور امام سے آنکھیں ملانے سے چرا رہا تھا بالآخر سامنے آیا امام حسینؑ نے اس پر آخری مرتبہ اتمام حجت کی اور اس کو جنگ کے برے نتائج سے آگاہ کیا۔

اے عمر کیا تم یہ سمجھتے ہو کہ جب تم مجھے قتل کرو گے تو پھر وہ بے حیا (یزید) رے اور گرگان (ایران) کی حکومت تمہارے حوالے کر دے گا۔ نہیں خدا کی قسم وہ حکومت تمہیں کبھی نصیب نہیں ہوگی اور یہ وعدہ یقینی ہے جو کر سکتے ہو کر گزرو میرے بعد نہ اس دنیا میں اور نہ آخرت میں کہیں بھی تمہیں چین نصیب نہ ہو سکے گا وہ وقت زیادہ دور نہیں جب اسی کوفہ میں تیرا سر ایک بانس پر ہوگا۔ اور شہر کے بچے اسے کھلونا بنا کر اس پر سنگ باری کرینگے۔(۱)

(بقیہ حاشیہ (۲) گزشتہ صفحہ)

اس کے قید خانہ میں چھتیں نہیں تھیں جو گرمی سردی باد و باران سورج کی دھوپ سے محفوظ رکھتیں قیدیوں کو راکھ آٹے میں نمک ملا کر روٹی دی جاتی تھی چند دنوں میں دھوپ کی گرمی اور کھانے سے قیدی کا رنگ سیاہ فاموں جیسا ہو جاتا تھا بنی امیہ کے ایک خلیفہ عمر بن عبد العزیز نے حجاج بن یوسف کے متعلق کہا کہ اگر دنیا کی تمام قوموں میں ظلم و ستم درندہ صفتی کا مقابلہ ہو اور وہ اپنے خبیث ترین خونخوار افراد کو لائیں ہم اپنی طرف سے حجاج کو پیش کریں گے تو پست فطرتی کے اس مقابلے میں ہم سب قوموں سے بازی لے جائیں گے امام نے ان کے متعلق کہا تھا کہ تمہاری حیثیت ماہانہ ایام میں عورتوں کے استعمال شدہ کپڑے کی سی ہو جائے گی۔

(۱) عمر ابن سعد واقعہ کربلا کے بعد بہت تھوڑے عرصے زندہ رہا۔ اس عرصے میں ایک دن بھی اسے چین نصیب نہ ہوا امام حسین کو شہید کر کے جب اسیروں کا قافلہ لے کر کوفہ پہنچا۔ اور ابن زیاد کو تمام رپورٹ پیش کی۔ ابن زیاد نے اس سے وہ خط طلب کیا جس میں اسے جنگ کی قیادت کو کہا گیا تھا۔ اس نے وہ تقرری نامہ دینے سے انکار کیا۔ جس کی وجہ سے ان میں سخت کلامی اور جھگڑا ہو گیا۔ ابن زیاد نے اسے بے عزت کر کے دربار سے نکال دیا۔ اس کی 'رے'' (ایران) کی حکومت کی خواہش کا گلا گھونٹ دیا۔ اس نے ابن زیاد کی لاکھ منت کی۔ کہ میں نے تمہاری خاطر حسین ابن علی جیسی عظیم ہستی کو قتل کر دیا۔ لیکن ابن زیاد نہ مانا۔ ابن جوزی لکھتا ہے جب یہ دار الامارہ سے نکل کر جا رہا تھا اس کی زبان پر تھا کہ ''کوئی مسافر میری طرح بدقسمت خالی ہاتھ گھر واپس نہ آیا ہوگا میری تو دنیا بھی گئی اور آخرت سے بھی محروم رہا'' اس واقع کے بعد وہ گھر میں بند ہو کر بیٹھ گیا ایک تو ابن زیاد اس کے پیچھے پڑ گیا تھا۔ اسے تنگ کرتا تھا۔ دوسری کوفے میں وہ شدید عوامی نفرت کا شکار تھا۔ گلی سے اس کا نکلنا مشکل ہو گیا تھا جہاں سے گزرتا عورتیں بچے (بقیہ اگلے صفحہ پر)

تین مزید عبرتیں

تاریخ میں ملتا ہے کہ روز عاشورہ بہت سے افراد فوری اپنے انجام سے دوچار ہوئے جب امام نے یزیدی لشکر کی شقاوت دیکھی اور دیکھا کہ ان پر موعظت ونصیحت بالکل اثر نہیں کر رہی اور لحہ بہ لحہ شقاوت بڑھتی جارہی ہے۔

آپ نے آسمان کی طرف منہ کر کے خداوند تعالی کے حضور عرض کیا۔

بارالہا۔ہم تیرے نبی کے اہلبیت، آل واولاد اوران کے قرابت دار ہیں معبودان سب کو ذلیل وخوار کر جنہوں نے ہم پر ظلم کیا اور ہمارا حق غصب کیا ہے یقیناً تو سننے اور سب سے قریب ہے محمد بن اشعث جو دشمن کی اگلی صفوں میں تھا۔وہ یہ سنتے ہی آگے بڑھا اور کہنے لگا

''تمہارے اور محمد کے درمیان کونسی قرابت داری ہے''

امام نے جب اس کا صاف انکار، ڈھٹائی اور بدتمیزی ملاحظ کی تو ان الفاظ میں بددعا دی

''بارالہی! آج ہی فوری میرے سامنے اس پر ذلت نازل فرما''

تھوڑی دیر میں محمد بن اشعث کو پیشاب لگا وہ رفع حاجت کیلئے لشکر سے تھوڑے فاصلے پر بیٹھ گیا۔

(بقیہ حاشیہ (۲) گذشتہ صفحہ)

اس کو پتھر مارتے گالیاں دیتے اس کی طرف اشارے کرتے کہ ''ہذا قاتل الحسین'' یہی حسین کا قاتل ہے ۔۶۵ ھجری میں امام حسین کی شہادت کے پانچ سال بعد ابن زیاد کے قیدخانے سے مختار ثقفی نے چھوٹنے کے بعد قاتلین حسین سے چن چن کر انتقام لینا شروع کیا۔ابن قیتبہ کہتا ہے مختار کی پولیس کا سربراہ کیسان ابن سعد کے گھر پہنچا اور دیکھا کہ وہ اپنے بستر پر ہے ابن سعد نے جب کیسان کے غضبناک تیور دیکھے تو بستر سے بھاگنے کی کوشش کی لیکن لحاف میں پھنس کر گر گیا۔کیسان نے وہیں بستر پر اسے ذبح کر دیا کیسان اس کا سر کاٹ کر مختار کے پاس لے گیا ابن سعد کا بیٹا حفص اپنے باپ کی سفارش کے لئے مختار کے پاس پہلے سے موجود تھا یہ شخص بھی واقعہ کربلا میں شریک تھا اس نے باپ کا سر دیکھنے کے بعد کہا اب اس کے بعد زندگی بے مزہ ہے مختار نے اس کا سر بھی تن سے جدا کر کے باپ کے ساتھ رکھ دیا کہ یہ علی اکبر کے خون کا بدلہ ہے۔

تاریخ کے بدترین مجرم عمر ابن سعد کو اس کی بداعمالی کی سزا مل گئی دنیا کی محبت اور حب منصب نے اس شخص کی عقل پر قبضہ کرلیا تھا یہ دنیا کی محبت میں اندھا ہو گیا تھا۔(الامامۃ والسیاسہ دینوری، تاریخ طبری، تاریخ کامل ابن اثیر)

اسے برہنہ حالت میں ایک سیاہ بچھو نے ڈس لیا۔ اور وہی ہلاک ہوگیا۔(۱)

بلاذری اور ابن اثیر لکھتے ہیں جب عمر ابن سعد امام کے خیموں کے نزدیک ہوا تو اس موقع پر عبداللہ بن حوزہ تمیمی آگے بڑھا اور امام کے اصحاب سے مخاطب ہوا کہا تمہارے درمیان حسینؑ موجود ہے تیسری دفعہ کی تکرار پر امام کے ایک ساتھی نے امام کی طرف اشارہ کرتے ہوئے کہا یہ ہیں حسینؑ بتاؤ کیا چاہتے ہو۔ عبداللہ ابن حوزہ نے کہا امام کو مخاطب کر کے کہا۔ ''تمہیں جہنم کی بشارت دیتا ہوں''۔

امام علیہ السلام نے اس کے جواب میں فرمایا۔ تو جھوٹ بولتا ہے کیونکہ میں تو اس پروردگار کی بارگاہ میں جاونگا جو بخشنے والا مہربان اور شفاعت قبول کرنے والا ہے۔ اور اسی کا حکم مانا جاتا ہے تو بتا تو کون ہے۔ عبداللہ نے کہا میں ابن حوزہ ہوں اس موقع پر امام نے دست مبارک بلند کئے اسکے نام کی مناسبت سے ان الفاظ میں بددعا دی۔

''بارالٰہی! اسے آتش جہنم کی طرف کھینچ لے''

ابن حوزہ یہ سن کر سیخ پا ہوگیا اور غصے سے گھوڑے کو چابک مار کر دوڑایا۔ گھوڑا بدک گیا اور یہ گھوڑے سے نیچے گرا۔ لیکن اسکی ٹانگ گھوڑے کی زین میں پھنس گئی گھوڑا اسے ادھر ادھر لئے پھرتا رہا۔ آخر کار اس خندق میں لے چلا۔ جس میں آگ لگی ہوئی تھی

عبداللہ کا زخمی نیم جان جسم اس آگ میں جل کر جہنم کا ایندھن بن گیا یہ دیکھ کر امام سجدے میں گر گئے۔

ابن اثیر اس واقعہ کو نقل کرنے کے بعد مسروق ابن وائل حضری کی زبانی لکھتا ہے کہ میں مال غنیمت لوٹنے کی غرض سے اگلی صفوں میں آ گیا تھا لیکن جب میں نے ابن حوزہ کا حشر دیکھا میں ڈر گیا میں سمجھ گیا کہ یہ گھرانہ اللہ کے نزدیک خاص احترام رکھتا ہے۔(۲)

---

(۱) مقتل خوارزمی۔ (۲) اشراف الانساب، تاریخ کامل ابن اثیر۔

بلاذری نے لکھا ہے کہ عاشورہ کے دن عبداللہ ابن حصین عصری نے بلند آواز میں پکار کر کہا اے حسینؑ یہ فرات کا پانی دیکھ رہے ہو۔ کیسا صاف وشفاف ہے خدا کی قسم اس کا ایک قطرہ بھی تمہارے حلق تک نہیں پہنچنے دیں گے یہاں تک کہ تم اسی پیاس میں مر جاؤ۔

امام نے اس کے جواب میں بددعا دیتے ہوئے کہا۔

بارالہا! اسے پیاس سے مار ڈال اور کبھی اس کی مغفرت نہ فرما۔

اس کے بعد وہ جتنا پانی پیتا تھا اس کی پیاس نہیں بجھتی تھی۔ جتنا پانی لیتا چیختا کہ اور پانی لاؤ۔ اس کے اندر ایک آگ لگی ہوئی تھی یہاں تک کہ اس عالم میں وہ ہلاک ہوگیا۔(۱)

امام کے لشکر یزید سے خطاب اور عمر ابن سعد نے امام سے گفتگو کے بعد اپنے لشکر میں جنگ کا اعلان کردیا۔ اور امام حسینؑ کے خیموں کی طرف پہلا تیر پھینک کر اپنے سپاہیوں سے بولا۔

امیر کے سامنے گواہی دینا کہ (حسینؑ ابن علیؑ کی طرف) سب سے پہلا تیر میں نے پھینکا ہے

اس کے بعد یزیدی افواج نے امام کے خیموں کی طرف شدید تیر اندازی شروع کردی تیر بارش کے قطروں کی طرح خیموں پر لگنے لگے۔ اس تیر باری سے امام کے بہت زیادہ اصحاب زخمی ہوگئے یہ کچھ دیکھ کر امام نے اصحاب سے فرمایا۔

جنت اور جہنم کے درمیان فاصلہ

اٹھو! اے صاحبان عزت وشرف اور اس موت کی طرف بڑھو جس سے فرار ممکن نہیں یہ تیر اس قوم کی جانب سے تمہارے لئے جنگ کا پیغام ہیں۔ خدا کی قسم تم لوگوں اور جنت اور دوزخ کے درمیان موت ہی کا فاصلہ ہے جس سے گزر کر تم جنت میں پہنچو گے اور وہ دوزخ میں

---

(۱) انساب اشراف، تاریخ کامل ابن اثیر، تاریخ ابن عساکر۔

ڈالے جائیں گے۔تاریخ میں ہے کہ اس کے بعد امام کے اصحاب نے یکجا ہو کر ایک شدید حملہ کیا اور حق و باطل کی فوجوں کے درمیان گھمسان کی لڑائی چھڑ گئی اس حملے کے بعد جب گرد چھٹا تو پتہ چلا۔کہ امام کے اصحاب باصفا میں سے پچاس افراد جام شہادت نوش کر چکے ہیں۔

اس موقع پر امام حسینؑ نے اپنی ریش مبارک ہاتھ میں لے کر فرمایا۔

خدا کی ناراضگی کے اسباب

اللہ تعالیٰ یہودیوں پر شدت کے ساتھ غضبناک ہوا۔کہ وہ اسکے لئے ایک بیٹے کے قائل ہوئے۔عیسائیوں پر اس لئے ناراض ہوا۔کہ انہوں نے اللہ رب العزت کو تین میں تیسرا قرار دیا۔اور مجوسیوں پر اس لئے شدید طیش میں آیا کہ وہ خدا کی بجائے سورج اور چاند کی عبادت کرنے لگے اور اب اس قوم (لشکر یزید) پر اس لئے انتہائی غیض میں آیا کہ وہ ایکا کر کے اپنے نبی کے نواسے کو قتل کرنے کے درپے ہیں۔امام حسینؑ نے اپنی گفتگو کے اختتام پر فرمایا۔

واللہ! میں کبھی ان کے مطالبات نہیں مانوں گا یہاں تک کہ اپنے ہی خون میں رنگا ہوا، اللہ سے ملاقات کروں گا۔

پھر آپ نے با آواز بلند فرمایا۔

کیا کوئی مدد کرنے والا ہے جو ہماری مدد کو آئے کیا کوئی مدافع ہے جو حرم رسول کا دفاع کرے۔جب یہ آواز امام کے خیموں میں عورتوں اور بچوں نے سنی تو ان کے رونے کی صدائیں بلند ہونے لگیں۔اس موقع پر لشکر عمر ابن سعد سے دونو جوان بھائی سعد اور ابوالحتوف امام کے لشکر میں شامل ہو گئے اور امام کی رکاب میں لڑتے ہوئے شہید ہوئے خواتین کے گریہ پر امام نے حضرت عباس اور حضرت علی اکبر کو بھیجا کہ انہیں خاموش کرائیں۔

اصحاب کی شہادت کے موقع پر امام کی گفتگو

امام علیہ السلام اپنے اصحاب کی جانبازی اور شہادت کے آخری سرخ لمحات میں ان کی مختلف طریقوں سے حوصلہ افزائی فرماتے تھے۔انہیں وداع کرنے یا دم آخر خاک آلود نیم جان

اجساد پر پہنچ کر محبت بھرے انداز میں انہیں الوداع کہتے جس سے انصار میں نئی روح خوشی اور طمعانیت پیدا ہو جاتی۔

اپنے اصحاب میں سے ایک ترک غلام واضح کی جان کنی کی وقت تشریف لے گئے اسے گلے سے لگاتے ہوئے۔ اپنا دست مبارک اس کی گردن کے نیچے رکھا اور اپنا چہرہ اس کے چہرہ پر رکھا۔ آپ کی بے انتہاء محبت و شفقت دیکھ کر غلام نے کہا مجھ جیسا کون ہوگا (جسے یہ اعزاز ملا ہو) کہ فرزند رسول نے اپنا رخسار اس کے رخسار پر رکھا ہو) اس عالم میں اس کی روح پرواز کر گئی۔ (۱)

خوارزمی کے مطابق جب صحابی میدان جنگ کی طرف جاتے تو آپ کو یہ کہہ کر سلام کر کے وداع کرتے۔

اسلام علیک یابن رسول اللہ۔

اے رسول اللہ کے بیٹے آپ پر سلام ہو۔

امام فرماتے تم پر بھی سلام ہو۔ اور ہم بھی تمہارے پیچھے پیچھے آ رہے ہیں

پھر اس آیت کی تلاوت فرماتے:۔

''ان میں سے بعض نے اپنا وعدہ پورا کر دیا ہے۔ اور بعض اپنے وقت کا انتظار کر رہے ہیں اور اپنے عہد و پیمان میں کوئی تبدیلی پیدا نہیں کی ہے۔ (۲)

امام حسینؑ کے ساتھ کوفہ سے قبیلہ کلب کے عبداللہ ابن عمیر اپنی والدہ اور زوجہ کے ساتھ شریک ہوئے تھے۔ جو شمر کی طرف سے امام کے لشکر کے بائیں طرف حملے میں بہادری سے مقابلہ کرتے ہوئے کچھ اصحاب کے ساتھ شہید ہوئے۔ انہوں نے اس جنگ میں غیر معمولی استقامت کا مظاہرہ کیا دشمن کے سپاہیوں نے ان کو ٹکڑے ٹکڑے کر دیا۔ ان کی زوجہ جو خیمے میں موجود تھیں۔ اپنے شوہر کے پارہ پارہ لاشے پر بیٹھی اس کے چہرے کی خاک صاف کرتی اور فرماتی۔

تمہیں جنت مبارک ہو جس خدا نے تمہیں بہشت عطا کی۔ اسی سے دعا ہے کہ مجھے بھی تمہارے وہاں ہم نشین بنائے۔

---

(۱) مقتل عوالم۔ (۲) سورہ احزاب آیت ۲۳۔

اسی دوران شمر کے غلام رستم نے شمر کے حکم سے عبداللہ کی زوجہ پر گرز سے حملہ کیا اور اس کے سر کو پاش پاش کر ڈالا۔ یہ میدان کربلا میں شہید ہونے والی واحد خاتون ہیں۔

عبداللہ کی ماں خیمے کی لکڑی اکھاڑ کر ان کی طرف بڑھیں۔ لیکن امام نے انہیں روک دیا۔ ان سے خطاب کرتے ہوئے فرمایا۔

تم میرے اہلبیتؑ کی طرف سے بہترین جزا پاؤ، عورتوں کی طرف واپس چلی جاؤ۔ خدا تم پر رحم کرے اللہ نے تم پر سے جہاد کا فریضہ اٹھایا ہوا ہے۔(۱)

امام کے ایک اور صحابی عمرو بن کعب ابوثمامہ صائدی نے ظہر کے وقت جب ہر طرف سے شدید حملے ہو رہے تھے امام کی خدمت میں عرض کیا۔

میری جان آپ پر فدا ہو۔ اگر چہ دشمن حملے کر رہا ہے۔ لیکن خدا کی قسم یہ میری لاش پر سے گزر کر ہی آپ تک پہنچ سکیں گے۔ میں چاہتا ہوں کہ ایک اور نماز آپ کی امامت میں ادا کر کے اپنے پروردگار سے ملاقات کروں۔

امام نے ابوثمامہ کے جواب میں فرمایا۔

تم نے مجھے نماز یاد دلائی۔ خدا تمہیں ان نماز گزاروں میں سے قرار دے جو خدا کا ذکر کرتے ہیں۔ ہاں، نماز کا وقت ہو گیا ہے دشمن سے کہو کہ کچھ دیر ٹھہر جائیں تا کہ ہم نماز پڑھ سکیں۔ دشمن جنگ بندی پر آمادہ نہیں ہوا۔ اور ایک حملے میں حبیب ابن مظاہر اسدی بھی شہید ہو گئے۔

آخر کار امام حسینؑ نے موسلادھار برستے تیروں کے دوران نماز ظہر پڑھی۔ چند اصحاب نماز کے دوران حقیقی نماز گزاروں کی صف میں شامل ہوتے ہوئے شہید ہوئے۔

چند اصحاب امام کی حفاظت کی خاطر نماز ظہر کے دوران مسلسل کھڑے رہے جو تیروں کی شدت کی وجہ سے نماز کے دوران شہید ہوئے ان میں سعید ابن عبداللہ حنفی اور عمرو ابن قرظہ بھی تھے جیسے ہی نماز ختم ہوئی یہ اصحاب تیروں کے شدید زخم سے گر پڑے اور انہوں نے کہا اے فرزند رسول کیا ہم نے اپنا وعدہ نبھا دیا۔

---

(۱) انساب الاشراف۔

امام نے جواب دیا ہاں تم نے اپنا وعدہ نبھا دیا۔ تم جنت میں میرے آگے آگے ہو گے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو میرا سلام پہنچانا اور انہیں بتا دینا کہ میں بھی تمہارے بعد آ رہا ہوں۔ (۱)

ظہر کے بعد امام نے اپنے بقیہ اصحاب سے خطاب کرتے ہوئے فرمایا۔

نماز ظہر کے بعد اصحاب سے خطاب

اے معزز لوگو! دیکھو یہ جنت ہے جس کے دروازے کھول دیئے گئے ہیں۔ جس کی نہریں ایک دوسرے سے ملی ہوئی ہیں اور جس کے پھل تر و تازہ اور تیار ہیں یہ رسول خدا اور راہ خدا میں مارے جانے والے شہدا ہیں جو تمہاری آمد کے منتظر ہیں اور ایک دوسرے کو یہ خوشخبری سنا رہے ہیں لہٰذا اللہ اور اس کے رسول کے دین کی مدد کرو اور حرم رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا دفاع کرو۔

حر ابن یزید ریاحی کی توبہ

حر ابن یزید ریاحی ابنِ زیاد کے بھیجے گئے ابتدائی لشکر کا سالار تھا یہی امام حسینؑ کو کربلا تک گھیر کر لایا تھا۔ یہ کوفہ میں بنی ریاح قوم کا سردار اور بہادر جنگجو تھا۔ یہ عمر ابن سعد کے لشکر سے علیحدہ ہو کر توبہ کی غرض سے امام کے پاس حاضر ہوا۔ نادم ہو کر کہنے لگا کہ میں نے سوچا بھی نہ تھا کہ یہ لوگ معاملے کو اس حد تک آگے لے جائیں گے۔ اور سچ مچ آپ سے جنگ کرنے لگیں گے ورنہ میں ہرگز ان کا ساتھ نہ دیتا۔ اب تک جو میں نے آپ کے خلاف کام کئے ہیں ان سب خطاؤں سے توبہ کیلئے میں آپ کی خدمت میں حاضر ہوا ہوں۔ میں مرتے دم تک آپ کی مدد کرونگا۔ آپ کے قدموں میں جاں نثار کر دونگا۔ کیا آپ میری توبہ قبول فرمائیں گے۔

امام نے جواب دیا۔

ہاں خدا تمہاری توبہ قبول کرے گا اور تمہارے گناہ بخش دے گا۔ (۱)

حُر اور زہیر ابن قین نے مشترکہ طور پر دشمن پر زبردست حملہ کیا اور دونوں بہادری سے لڑتے رہے دشمن کے چالیس سے زیادہ افراد کو قتل کیا حر کے گھوڑے کی ٹانگیں کاٹ دی گئیں جس پر وہ پیدل اتر کر لڑنے گا اور لڑتے لڑتے نیم جان ہو کر گر پڑا اس موقع پر امام کے کچھ افراد اسے بچا کر خیمہ

---

(۱) تاریخ کامل ابن اثیر۔ (۲) تاریخ کامل ابن اثیر۔

میں لے آئے جہاں شہدا کی لاشیں رکھی تھیں آپ حر کے قریب تشریف لائے۔ابھی اسکے جسم میں کچھ رمق باقی تھی کہ آپ نے فرمایا۔

یہ (دشمن) ایسے قاتلوں کی مانند ہیں جیسے انبیاء اور اولاد انبیاء کے قاتل ہوتے ہیں تم آزاد مرد ہو۔جیسا کہ تمہاری ماں نے تمہارا نام ''حر'' (یعنی آزاد) رکھا تھا تم اس دنیا اور آخرت دونوں میں آزاد ہو۔

حر کے غم میں امام کے چند اشعار

حر تو قبیلہ بنی ریاح سے تعلق رکھتا ہے کیسا جوانمرد ہے گھمسان کی جنگ اور نیزوں کی بارش کے باوجود ثابت قدم ہے۔اور وہ کتنا اچھا ہے کہ جب حسینؓ نے اسے صدا دی۔اس نے ان کی مدد کرتے ہوئے اپنی جان قربان کردی بارالہا!۔۔۔۔۔۔۔۔جنت میں خوبصورت و ملیح حور کو اس کی زوجہ قرار دے۔(۱)

حر کی شہادت کے بعد زہیر ابن قین کی شہادت ہوئی یہ بھی کوفہ کے سرداروں میں سے تھے حضرت علیؑ کے دور خلافت میں انہوں نے امیر معاویہؓ کا ساتھ دیا تھا ۶۰ ہجری میں اپنی زوجہ کے ہمراہ حج کی غرض سے نکلے تھے واپسی میں کربلا کے نزدیک امام حسینؓ سے ملاقات ہوگئی ایسے منقلب ہوئے کہ سب کچھ چھوڑ کر امام کے ہمرکاب ہو گئے اور بہت بہادری سے لڑے دوران جنگ امام حسینؓ کے پاس آئے اور کہا۔

میری جان آپ پر فدا ہو۔اے ہدایت یافتہ ہادی، آج میں آپ کے جد پیغمبر سے ملاقات کرونگا حسنؓ علی مرتضیٰ اور دو پروں والے مسلح جوان مرد (جعفر طیار) سے ملوں گا۔اللہ کے شیر حمزہ سے بھی جو ہمیشہ رہنے والے شہید ہیں۔

زہیر جب شہید ہو کر گرے تو امام ان کے سرہانے پہنچے اور ان الفاظ میں انکی قدر افزائی فرمائی۔

خدا تمہیں اپنی رحمت سے دور نہ رکھے۔اے زہیر اور تمہارے قاتلوں پر لعنت کرے۔جو

---

(۱) تاریخ طبری، کامل ابن اثیر، البدایہ والنھانیہ۔

گزشتہ قوموں پر کی گئی تو وہ بندر اور سور کی شکل میں مسخ ہو گئے۔(۱)

امام حسینؑ کے اصحاب میں "حنظلہ بن شامی" بھی تھے انہوں نے دشمن کے سامنے آ کر اسے نصیحت کی اور آخر میں یہ آیت تلاوت کی کہ جو مومن آل فرعون نے فرعونیوں کو حضرت کے قتل سے باز رکھنے کیلئے کہی تھی۔

"اے قوم! میں تمہارے بارے میں فریادرسی کیلئے پکارنے کے دن (قیامت) سے ڈر رہا ہوں جس دن تم سب پیٹھ پھیر کر بھاگو گے اور اس دن خدا کے غضب سے کوئی تمہیں بچانے والا نہیں ہوگا اور جس کو خدا اس کے عمل کے اثر سے، گمراہی میں چھوڑ دے۔ اس کی ہدایت کرنے والا کوئی نہیں۔(۲)

یہ جب خیموں کی طرف آئے تو امام حسینؑ نے ان کی تعریف اور حوصلہ افزائی کرتے ہوئے فرمایا۔ خدا تم پر رحم کرے جب ان لوگوں نے تمہاری دعوت کو قبول نہیں کیا۔ اور تمہارے دوستوں کے قتل کے لئے تیار ہوئے تو اسی وقت عذاب کے مستحق ہو گئے تھے اور اب تو انہوں نے تمہارے ساتھیوں کا خون ناحق بہا دیا ہے۔

حنظلہ نے عرض کیا میری جان آپ پر قربان ہو۔ آپ نے بالکل درست فرمایا۔

پھر حنظلہ نے اذن جہاد کیلئے کہا۔

کیا وہ وقت نہیں آیا کہ میں اپنے پروردگار کی طرف جاؤں اور اپنے بھائیوں سے جا ملوں وہ بھائی جو جنت میں میرے منتظر ہیں۔

امام نے جواب دیا

ہاں جاؤ۔ اس طرف جو دنیا اور جو کچھ دنیا میں ہے اس سب سے بہتر ہے ایسی سلطنت جو ہمیشہ رہنے والی ہے۔

حنظلہ نے امام سے وداع کرتے ہوئے کہا۔

"اسلام علیک یا ابا عبداللہ وصلی اللہ علیک وعلی اهلبیتک و

---

(۱) مقتل خوارزمی۔ (۲) سورہ غافر آیت ۳۲، ۳۳۔

عرف بیننا و بینک فی جنته"

حنظلہ بڑی بہادری اور بے جگری سے لڑتے ہوئے شہید ہو گئے۔(۱)

کربلا میں شہید ہونے والوں میں حضرت ابوذر غفاری کے سیاہ فام غلام جون بھی تھے یہ حضرت ابوذرؓ کی وفات کے بعد سے اہلبیتؑ کے ساتھ رہ رہے تھے عاشورہ کے دن جب جنگ کی شدت اپنی انتہاؤں کو چھونے لگی تو امام کے پاس آئے اور آپ سے اذن جہاد طلب کیا۔

امام نے فرمایا۔

اے جون! میری طرف سے تمہیں اجازت ہے۔(کہ یہاں سے چلے جاؤ اور اپنی جان کی حفاظت کرو) کیونکہ تم سکون و عافیت کی زندگی بسر کرنے کیلئے ہمارے ہمراہ آئے تھے اب ہماری وجہ سے اپنے آپ کو خطرے میں مبتلا نہ کرو۔

جون نے امام کے قدموں میں اپنے کو گرالیا اور ان کے قدم چومتے ہوئے عرض کی۔

اے فرزند رسول! کیا یہ ممکن ہے کہ راحت و آسانی کے دنوں میں تو میں آپ کے ساتھ رہوں اور برے دنوں میں اور مشکلات اور دشمنوں کے درمیان آپ کو تنہا چھوڑ کر چلا جاؤں ہاں میرے بدن سے بو آتی ہے میرا حسب پست ہے میرا رنگ سیاہ ہے اب مجھے جنت دے کر مجھ پر احسان کیجئے تاکہ میرے بدن سے خوشبو آئے میرا رنگ سفید ہو جائے اور میں عزت و شرافت حاصل کرسکوں خدا کی قسم میں ہرگز آپ سے جدا نہ ہونگا۔ یہاں تک کہ میرا یہ سیاہ خون آپ کے خون میں مل جائے۔

امام حسینؑ نے جب جون کا خلوص، ایثار فداکاری اور اصرار دیکھا تو آپ کو میدان جنگ میں جانے کی اجازت دے دی جب وہ نڈھال ہو کر گرے تو امام اس کے سرہانے پہنچ گئے۔اور اسے ان الفاظ میں دعا دی۔

بارالہا۔اس کے چہرے کو منور کر دے اس کے بدن کو معطر کر دے۔اسے اپنے نیک بندوں کے ساتھ محشور فرما۔اور محمد و آل محمد اور اس کے درمیان زیادہ سے زیادہ آشنائی اور واقفیت قرار دے۔

---

(۱) تاریخ طبری، تاریخ کامل ابن اثیر۔

مقاتل لکھتے ہیں کہ شہدائے کربلا کے جسموں میں سے سب سے زیادہ خوشبو جون کے بدن سے آ رہی تھی جو سارے ماحول کو معطر کئے ہوئے تھی۔

امام کے ایک اور صحابی جنادہ انصاری جنگ کے پہلے حملے میں شہید ہو چکے تھے ان کے گیارہ سالہ فرزند عمر امام سے اذن جنگ کے لئے آئے۔امام نے کہا اس جوان کے والد پہلے حملے میں مارے جا چکے ہیں اب (اس کا جانا) اس کی ماں پسند نہ کرے گی۔

اس جانباز نوجوان عمر بن جنادہ نے جب یہ سنا تو عرض کیا۔

میری ماں ہی نے مجھے حکم دیا ہے۔

امام نے جب اس کا جواب سنا تو اجازت دے دی۔

عمر میدان جنگ کی جانب روانہ ہوئے اور دشمن کے سامنے پہنچ کر یہ رجز پڑھی۔

''میرے سردار حسینؑ ہیں اور یہ کتنے اچھے انسان ہیں جو بشیر ونذیر پیغمبر کے دل کا چین ہیں علیؑ و فاطمہؑ ان کے والد ہیں کیا تم ان جیسی کسی اور ہستی سے واقف ہو''

عمر سخت مقابلے کے بعد شہید ہوئے۔دشمن نے ان کا سر کاٹ کر خیموں کی طرف پھینک دیا۔عمر کی والدہ نے سر اٹھا کر صاف کیا۔اور دشمن کے ایک قریب کھڑے سپاہی کو مار کر ہلاک کر دیا۔ پھر خیمے سے ایک لکڑی اٹھا لائیں اور درج ذیل اشعار پڑھتے ہوئے دشمن پر حملہ کیا۔

''میں ایک ضعیف کمزور اور ناتواں عورت ہوں۔لیکن فاطمہؑ کے فرزند کی حمایت میں تم پر سخت ضرب لگاؤں گی انہوں نے دشمن کے دو مزید سپاہیوں کو زخمی کر دیا پھر امام کے حکم سے خیموں کی سمت واپس چلی آئیں۔(۱)

خانوادہ رسالت و دیگر بنی ہاشم کے جوانوں کی شہادت

علیؑ اکبر کی شہادت

امام کے انصار و اصحاب کی شہادت کے بعد آپ کے گھرانے کے افراد نے جنگ میں جانا شروع کیا۔تاریخ میں ملتا ہے کہ کربلا میں کل اٹھارہ بنی ہاشم شہید ہوئے جن میں سب سے پہلے

---

(۱) مقتل خوارزمی، تاریخ طبری۔

شہید امام کے فرزند ارجمند علی اکبر تھے جو انتہائی حسین وجمیل جوان تھے۔

کربلا کے دوران سفر ایک دفعہ امام حسینؑ نے علی اکبر کو اپنی اور اصحاب و انصار کی شہادت کی خبر سنائی تو انہوں نے جواب دیا کہ اے والد! اگر موت حق کی راہ میں واقع ہوئی تو پھر ہمیں موت کی کوئی پروا نہیں۔

شہادت سے پہلے آپ اٹھارہ سال کے تھے اور خاندان رسالت کے سب سے پہلے شہید ہیں جب آپ نے اپنے والد سے وداع ہونے کا قصد کیا۔ امام حسینؑ نے بہت محبت سے آپ کے سراپہ نگاہ ڈالی اور آسمان کی طرف منہ کر کے کہا۔

بارالہا! تو اس قوم پر گواہ رہنا کہ اب ایک ایسا جوان ان کی طرف جا رہا ہے جو صورت و سیرت عادات و اطوار اور اقوال و گفتار میں تیرے نبی سے سب لوگوں سے زیادہ شباہت رکھتا ہے اور جب کبھی ہم تیرے نبی کی زیارت کرنا چاہتے تھے تو اس کے (علی اکبر کے) چہرے کو دیکھ لیا کرتے تھے۔ بارالہا! ان لوگوں کو زمین کی برکتوں سے محروم کر دے اور انہیں اختلاف و انتشار میں مبتلا کر دے انہیں ٹکڑوں ٹکڑوں میں بانٹ دے ان کے حکام کبھی ان سے خوش نہ ہوں۔ ان لوگوں نے ہمیں اس لئے بلایا تھا کہ یہ ہماری مدد کریں گے لیکن پھر ہمارے ہی دشمن ہو گئے تا کہ ہمیں قتل کریں۔

پھر امام نے اس آیت کریمہ کی تلاوت فرمائی۔

اللہ نے آدم، نوح اور آل ابراہیم اور آل عمران کو منتخب کر لیا ہے۔ یہ ایک نسل ہے جس میں ایک کا سلسلہ ایک سے ہے اور اللہ سب کی سننے والا جاننے والا ہے۔(۱)

جب حضرت علی اکبر مقتل کی سمت روانہ ہونے لگے تو امام نے عمر ابن سعد کو مخاطب کرتے ہوئے فرمایا۔ تجھے کیا ہو گیا ہے۔ خدا تیری نسل کو ختم کرے جس طرح تو نے میری نسل کو ختم کیا ہے تو نے میری اور رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی قرابت کا لحاظ نہ رکھا۔ خدا تجھ پر ایسے شخص کو مسلط کرے جو تیرے

---

(۱) سورۃ آل عمران آیت ۳۳،۳۴۔

بستر پر تیرا سرتن سے جدا کردے گا۔(۱)

حضرت علی اکبر نے دشمن کی صفوں کے سامنے آکر پر جوش رجز پڑھا۔

میں علی ابن حسینؑ ابن علیؑ کا بیٹا ہوں۔اور کعبہ کی قسم ہم ہی نبی کے سب سے قریب ترین ہیں۔خدا کی قسم یہ پست انسان کا بیٹا ہم پر حکومت نہیں کرسکتا۔ میں اس نیزے سے دشمن پر اتنے وار کرونگا کہ اس کی انا مرجائے گی۔اس تلوار سے اس وقت تک ضرب لگاؤں گا جب تک یہ تلوار گھوم نہ جائے۔ ایسی ضرب جو ہاشمی علوی جوان کے شایان شان ہے۔

خوارزمی لکھتے ہیں علی اکبر نے پیاس کی شدت کے باوجود ایسی شدید ترین جنگ کی اور دشمنوں کی صفوں پر ایسے تابڑ توڑ حملے کئے کہ دشمن داد وفریاد کرنے لگے ان کے ہاتھوں ایک سوبیس سے زیادہ افراد مارے گئے اس کے بعد آپ خیمے کی طرف لوٹ آئے۔پھر دوسرا حملہ کیا۔اور جب زمین پر گرے تو بلند آواز میں کہا۔بابا جان! یہ میرے جد رسول اللہ ہیں۔جنہوں نے مجھے بہشت کے جام سے سیراب کردیا ہے اب مجھے کوئی پیاس نہیں امام حسینؑ ان کے سرہانے پہنچ گئے۔

اور فرمایا:

"خدا اس قوم کو نابود کردے۔جس نے تمہیں قتل کیا ہے۔میرے بیٹے یہ لوگ کس قدر بے باکی کے ساتھ اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ہتک حرمت کررہے ہیں تمہارے بعد اس دنیا پر خاک ہے"۔(۲)

حضرت علی اکبر کی شہادت کے بعد مسلم ابن عقیل کے کم سن فرزند عبداللہ جنگ کیلئے گئے عبداللہ کی والدہ کا نام رقیہ تھا۔جو حضرت علیؑ کی صاحبزادی تھی عبداللہ نے یہ شعر پڑھتے ہوئے دشمن پر حملہ کیا۔

---

(۱) علم انساب کی دو انتہائی اہم کتابوں یعنی "نسب زبیری" اور "جمہرۃ ابن حزم" کے مطالعہ سے پتہ چلتا ہے کہ عمر ابن سعد کی نسل میں سے اس کے پوتے "ابوبکر ابن حفص" کے بعد کوئی نہیں باقی بچا خود ابوبکر اپنے باپ حفص کے بعد کچھ ہی عرصے زندہ رہا اور اس کی موت کے بعد اس کی کسی اولاد کے بارے میں کوئی ثبوت نہیں ملتا۔یقیناً اس کی کوئی اولاد ہوتی تو حسب ونسب کے ماہرین ضرور اپنی کتابوں میں تذکرہ کرتے خصوصاً امام کی بددعا کے بعد یہ ایشو خاص طور پر ایک تحقیقی موضوع کی حیثیت اختیار کرگیا تھا۔ (۲) تاریخ طبری، تاریخ کامل ابن اثیر، مقتل خوارزمی۔

آج میں اپنے والد مسلم اور ان دلاوروں سے ملاقات کروں گا جو نبی اکرمؐ کے دین کی راہ میں مارے گئے۔

عبداللہ نے اسی طرح رجز خوانی کرتے ہوئے تین مرتبہ دشمن پر حملہ کیا اور ہر مرتبہ کئی افراد کو ہلاک کیا۔

لشکر یزید کے ایک شخص یزید بن رقاد نے عبداللہ کی پیشانی کا نشانہ لے کر تیر مارا۔ عبداللہ نے بچنے کیلئے ہاتھ سے روکنے کی کوشش کی لیکن تیر ہاتھ سمیت پیشانی میں پیوست ہوگیا۔

اس موقع پر ہاشمی جوانوں نے حملہ کر کے عبداللہ کی لاش خیمے میں لے آئے امام نے ہاشمی جوانوں کو عقاب کی مانند حملہ کرتے دیکھا تو فرمایا۔

اے چچازاد بھائیو! اور اے میرے خاندان والو موت کیلئے اتنی بے تابی مت دکھاؤ، خدا کی قسم آج کے بعد کبھی کسی ذلت کا سامنا نہیں کرو گے۔(۱)

قاسم ابن حسنؑ کی شہادت

آل ابی طالب کے چند ہاشمی جوانوں کی شہادت کے بعد ایک اور خوبرو جوان کہ جس کا چہرہ چودھویں کے چاند کی مانند چمکتا ہوا تھا اور جو ابھی بالغ بھی نہیں ہوا تھا جن کی عمر تیرہ سال بیان کی جاتی ہے وہ قاسم ابن امام حسن مجتبیٰ علیہ السلام تھے وہ اس انداز میں میدان جنگ کی طرف روانہ ہوئے کہ ان کا چہرہ چودھویں کے چاند کی طرح چمک رہا تھا بدن پر (زرہ کی بجائے) عربی لباس تھا کم سنی کے باعث کوئی زرہ آپ پر فٹ نہیں آرہی تھی پاؤں میں نعلین تھیں اور ہاتھ میں تلوار سنبھالے ہوئے۔ حضرت قاسم جنگ میں مصروف تھے کہ کچھ دیر بعد عمرو بن سعد نامی ایک شخص نے ان پر حملہ کیا اور انہیں زمین پر گرادیا۔ انہوں نے اپنے چچا امام حسینؑ کو مدد کیلئے پکارا امام جو مسلسل قاسم کو جنگ کرتا دیکھ رہے تھے۔ تیزی سے قاسم کی مدد کیلئے لپکے آپ کی نظر جب قاسم کے خون میں نہائے ہوئے جسم پر پڑی تو فرمایا۔ ''اللہ کی رحمت سے دور ہے وہ قوم جس نے تمہیں قتل کیا۔ قیامت کے دن تمہارے جدامجد اور والد گرامی ان کے مدعی اور مخالف ہونگے۔

---

(۱) تاریخ طبری، مقتل خوارزمی۔

پھر فرمایا۔ خدا کی قسم تمہارے چچا کیلئے سخت ناگوار ہے کہ تم مدد کیلئے پکارو۔اور وہ خود مدد کو نہ پہنچ سکے یا اس وقت پہنچے جب کوئی فائدہ نہ رہے۔واللہ آج تمہارے چچا کے دشمن بہت زیادہ ہیں اور اعوان و انصار بہت کم"

معصوم علیؑ اصغر کی شہادت

شہدائے کربلا میں ایک اور دردناک اور جانگداز شہادت امام کے چھ ماہ کے دودھ پیتے بچے علی اصغر کی ہے مورخ خوارزمی نے اپنے مقتل میں لکھا ہے کہ حسینؑ بن علیؑ کے تمام اصحاب وانصار کے مارے جانے کے بعد جب ان کے خیموں میں عورتوں بچوں اور سید سجاد کے علاوہ کوئی باقی نہ رہا تو امام نے استغاثہ بلند کیا۔

"کیا کوئی ہے جو حرم پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا دفاع کرے؟ کیا کوئی توحید پرست ہے جو ہمارے معاملے میں خدا سے ڈرے؟ کیا کوئی مدد کرنے والا ہے جو رضائے الٰہی کے لئے ہماری مدد کو آئے؟ کیا کوئی ناصر و مددگار ہے جو خدا سے جزاو ثواب کی امید پر ہماری مدد و نصرت کرے"

امام علیہ السلام کی صدائے استغاثہ سن کر خیموں سے عورتوں بچوں کی گریہ وزاری کی آوازیں بلند ہونے لگیں۔امام پلٹ کر خیموں کی طرف تشریف لائے اور فرمایا۔

میرے بیٹے علی (اصغر) کو لاؤ۔تاریخ لکھتی ہے کہ جب امام استغاثہ بلند کر رہے تھے اس شیر خوار نے اپنے کو پنگھوڑے سے نیچے گرا لیا۔امام علی اصغر کو لے کر میدان میں آئے۔اور کہا اے فوج اشقیاء اگر تمہاری نظر میں میں قصوروار ہوں اس بچے نے تو کوئی قصور نہیں کیا۔اسے تو پانی پلا دو۔

اس سے لشکر میں بے چینی کے اثرات بڑھنے لگے لوگ آپس میں چہ میگوئیاں کرنے لگے عمر ابن سعد نے حرملہ کو اشارہ کیا جو ماہر تیز انداز تھا اس نے علی اصغر کی گردن کا نشانہ لے کر تیر مارا جو امام کے بازو کو زخمی کرتے ہوئے بچے کی شہادت کا موجب بنا۔

تاریخ لکھتی ہے کہ علی اصغر کا خون امام نے زمین پر گرنے نہیں دیا چلو میں لے کر آسمان کی طرف اچھال دیا اور فرمایا۔

"اے اللہ! یہ تیرے نزدیک ناقہ صالحؑ سے کم نہیں اگر تیری مصلحت آج ہمیں فتح عطا

کرنے کی نہیں ہے تو اس کا نتیجہ ہمارے لئے بہتر قرار دینا"۔

سپہ سالار فوج حسینی قمر بنی ہاشم کی شہادت

لشکر حسینی کے سپہ سالار حضرت ابوالفضل عباس تھے جو امام حسینؑ کے چھوٹے بھائی تھے آپ کی والدہ ام البنین تھیں۔آپ کے ساتھ آپ کے چار دیگر بھائی عبداللہ بن علی، جعفر بن علیؑ، عثمان بن علی، محمد بن علی بھی معرکہ کربلا میں شہید ہوئے اسطرح حضرت علیؑ کے کل چھ بیٹے اس دن شہید ہوئے شہادت کے وقت حضرت عباس کی عمر بتیس برس تھی آپ قمر بنی ہاشم لقب سے مشہور تھے۔آپ انتہائی جری شجاع، دلیر، عالم، عارف اور دردمند انسان تھے امام نے اسی شجاعت و دلاوری کے پیش نظر انہیں میدان جنگ میں نہیں جانے دیتے تھے ہر مرتبہ ان کے اذنِ جہاد طلب کرنے پر فرماتے تھے۔آپ میرے پرچم دار ہیں آپ کی شہادت لشکر حق کی ہزیمت وشکست اور لشکر شیطان کی کامیابی تصور کی جائے گی۔

جب سب انصار و یاور و مددگار اور بھائی، بھتیجے، بھانجے و دیگر شہدائے بنی ہاشم شہید ہو گئے تو حضرت عباسؑ امام حسینؑ کی خدمت میں آئے اور فرمایا۔

اب میرا دل تنگ ہو چکا ہے اور میں زندگی سے اکتا چکا ہوں۔

امام نے انہیں حکم دیا کہ آپ بچوں کے لئے پانی کا بندوبست کیجئے حضرت عباسؑ انتہائی بہادری سے دشمن کی صفوں کو درہم برہم کرتے ہوئے نہر فرات تک پہنچ گئے مشک بھرنے کے بعد چاہا کہ پانی پی لیں۔لیکن فوراً ہی پانی پھینک دیا اپنے آپ سے خطاب کرتے ہوئے فرمایا۔

"اے نفس! اگر حسینؑ نہ ہوں تو ذلت اور تباہی تیرا مقدر ہے اور میں نہیں چاہتا کہ انکے بعد زندہ رہوں حسینؑ تو میدان جنگ میں ہیں اور تو ٹھنڈا پانی پینا چاہتا ہے۔خدا کی قسم میرا دین اس بات کی اجازت نہیں دیتا"۔

پھر جب مشک بھر کر خیام کی طرف واپس جاتے ہوئے اپنے راستے میں دشمن کے جمع غفیر کو دیکھا تو یہ رجز پڑھا۔"موت کی چنگھاڑ سننے کے باوجود میں موت سے نہیں ڈرتا۔یہاں تک کہ میرا جسم میدان جنگ میں تلواروں کے درمیان چھپ جائے۔میری جان مصطفٰے کے پاکیزہ بیٹے پر

قربان ہو۔ میں عباس ہوں۔ اور یہ مشک خیمے تک لے کر جاؤں گا۔ اور دوران جنگ مجھے کوئی خوف طاری نہیں ہوتا۔

اس موقع پر حضرت عباس کی انتہائی آرزو یہ تھی کہ کسی طرح پانی سادات کے تین دن کے پیاسے بچوں تک پہنچ جائے آپ انتہائی گھمسان کی جنگ کر کے آگے بڑھ رہے تھے اس موقع پر دشمن کے زید بن رقاد نامی فرد نے جو کھجور کے درخت کے پیچھے چھپا بیٹھا تھا۔ ایک بزدلانہ حملہ کر کے آپ کا دایاں بازو قلم کر دیا حیدر کرار کے بیٹے نے اپنا سیدھا ہاتھ کٹ جانے کے باوجود اپنے اہداف و مقاصد کو ولولہ انگیز اشعار میں یوں بیان کیا۔ خدا کی قسم! اگرچہ تم نے میرا دایاں بازو قلم کر دیا ہے لیکن میں ہمیشہ اپنے دین کا دفاع کرتا رہوں گا۔ اور اپنے امام کا دفاع کروں گا جو اپنے ایمان میں سچے ہیں اور پاک و پاکیزہ صادق و امین نبی کے فرزند ہیں۔

آپ اپنے بازو کے کٹنے کے باوجود خیموں کی طرف جنگ کرتے ہوئے بڑھ رہے تھے اس اثناء میں حکیم بن طفیل نامی شخص نے اپنی خفیہ کمین گاہ سے گھات لگا کر آپ کا دوسرا بازو بھی قلم کر دیا۔ اس دوران آپ پر تیروں کی بارش بھی ہو رہی تھی انہی میں سے ایک تیر مشک پر اور ایک حضرت عباس کے سینے پر لگا جس کے نتیجے میں ان سے آگے بڑھنا محال ہو گیا اس موقع پر دشمن کے ایک فرد نے موقع پا کر آپ کے سر پر فولادی گرز سے حملہ کر دیا جس سے آپ کا سر ٹکڑے ٹکڑے ہو گیا آپ نے زمین پر گرتے ہوئے صدا دی۔

علیک منی سلام یا ابا عبداللہ۔

اپنے بھائی کی آواز سن کر امام عالی مقام ان کے سرہانے تشریف لائے اور وہیں ان کے غم میں لشکر یزیدی سے مخاطب ہو کر چند اشعار کہے۔

اے بدترین لوگو! تم نے ظلم و ستم کی حد کر دی۔ اور ہم اہلبیتؑ کے بارے میں محمد رسول اللہ کے احکام کی مخالفت کی۔ کیا نبی اکرمؐ نے جو اللہ تعالی کی بہترین مخلوق ہیں۔ تمہیں ہمارے بارے میں ہدایت نہیں دی تھی۔ کیا میرے نانا کو اللہ نے رسالت کے لئے منتخب نہیں کیا تھا۔ کیا سیدہ زہرا میری والدہ ماجدہ نہیں تھیں۔ اور خیر الانام رسول اللہ کے بھائی علیؑ میرے والد نہیں تھے۔ اس ظلم و ستم کی وجہ

سے جس کے تم مرتکب ہوئے ہو تمہیں لعنت اور ذلت کا سامنا کرنا ہوگا اور جلد ہی ایسی آگ کی طرف لے جائے جاؤ گے جس کی حدت بہت شدید ہے۔ (۱)

شہادت عبداللہ بن حسنؑ

مورخ کامل ابن اثیر لکھتا ہے کہ امام حسینؑ دوران جنگ ایک موقعہ پر دشمن کے درمیاں محاصرے میں آ گئے تو امام کے خاندان کا ایک کمسن بچہ خیمے سے نکلا اور دوڑتا ہوا۔ امام علیہ السلام کے پاس پہنچ گیا۔ حضرت زینب اسے خیمے میں واپس لانے کیلئے اس کے پیچھے آئیں لیکن وہ یہ کہہ کر بھاگتا رہا۔ نہیں خدا کی قسم میں اپنے چچا کے ساتھ رہوں گا۔ اسی دوران دشمن کے ایک فرد بحر ابن کعب ابن تیم نے تلوار سے امام علیہ السلام پر وار کیا۔ بچے نے جب یہ دیکھا تو چلا کر کہا ''اے خبیث عورت کے بیٹے میرے چچا کو قتل کرنا چاہتا ہے'' یہ کہتے ہوئے اپنے چچا کو بچانے کے لئے اپنا ہاتھ آگے بڑھا دیا۔ بحر ابن کعب کی تلوار پڑی۔ بچے کا ہاتھ کٹا اور تلوار سے لٹک کر رہ گیا۔

بچے نے شدید درد اور تکلیف کے عالم میں امام کی طرف رخ کیا۔ اور صدا دی۔ ہائے چچا۔ میری مدد کیجئے۔ اور مجھے اس درد سے نجات دیجئے امام نے بچے کو سینے سے لگا لیا۔ اور کہا۔

میرے بھتیجے اس مصیبت پر صبر کرو۔ خدا تمہیں تمہارے پاک و پاکیزہ اجداد، رسول اللہ، علیؑ، حمزہ، جعفر، اور حسنؑ سے ملائے گا۔ پھر امام نے یزیدی لشکر کو بددعا دی۔

---

(۱) رسول اکرم نے اپنے آخری وقت میں امت کو قرآن اور اہلبیت سے تمسک رکھنے ان سے وابستہ رہنے ان سے محبت ومودت رکھنے کی خاص طور پر تاکید کی تھی کہ میں تمہارے درمیان دو گراں بہا چیزیں چھوڑے جا رہا ہوں اللہ کی کتاب قرآن مجید اور میری عترت واہلبیت میں دیکھوں گا۔ تم میرے بعد ان سے کیسا سلوک کرو گے یہ ایک دوسرے سے کبھی جدا نہیں ہونگے حوض کوثر پر مجھے ایک ساتھ ملیں گے لیکن امت نے رسول اکرم کے بعد اہلبیت رسول کو ایسے ایسے ظلم وستم کا نشانہ بنایا کہ جن کے بیان سے زبان عاجز ہو جاتی ہے۔ اگر حضور اپنے بعد اہلبیت کو اذیت دینے کی تاکید کرتے بھی تو امت اس سے زیادہ ظلم واذیت نہیں پہنچا سکتی تھی۔ قیامت کے دن جب رسول اکرمؐ امت سے سوال کریں گے۔ بتاؤ تم نے میرے بعد میری عترت اہلبیت سے اجر رسالت کیسے ادا کیا تو امت کا جواب ہوگا ہم نے خوب اجر رسالت ادا کیا۔ آپ کے نواسے کو تین دن کا بھوکا پیاسہ ذبح کیا۔ اور اس کی پامال لاش کئی دن تک بے گوروکفن پڑی رہی۔ اور آپ کی بیٹیوں کو کوفہ وشام کے بازاروں درباروں میں بغیر چادر نامحرموں میں پھیراتے رہے۔ ان سے رابطہ رکھنے اور ان کی پیروری کرنے کی بجائے چودہ سو سالوں میں ہم نے ملوکیت کے اداروں سے مضبوط تمسک قائم رکھا اور انہیں کو اولامر مانتے رہے۔ اور انہیں کی اطاعت وپیروی کی۔

امام کی رسول زادیوں سے آخری رخصت

اگر یہ کہا جائے تو یہ مبالغہ نہ ہوگا۔ کہ عاشورہ کے دن امام حسین علیہ السلام کی اپنے اہلبیتؑ مستورات و بچوں اور بیمار بیٹے امام زین العابدین سے آخری رخصت طلب کرنا سخت ترین لمحہ تھا۔ کیونکہ ایک طرف مخدرات اہلبیتؑ یہ دیکھ رہی تھیں کہ ساری کائنات میں ان کے ملجاو ماوا سرپرست و پیشوا، اصحاب و انصار اور جوانان بنی ہاشم کی شہادت کے بعد ان سے ہمیشہ کیلئے جدائی کیلئے جارہے ہیں۔ ایسی جدائی کہ جس کے بعد ملنے کا امکان نہیں اور وہ بھی ایسی حالت میں جب نبی زادیاں چاروں طرف سے دشمنوں میں گھری ہوئی ہیں۔ اور ہر طرف دشمن کی موجودگی کا شور ہے۔ تمام اعزا کے لاشے اردگرد بکھرے پڑے ہیں۔ اپنے والی و سرپرست کے بعد وہ اس وسیع و عریض صحرا و بیابان میں کہاں جائیں گی۔ کس کو مدد کیلئے پکاریں گی۔ اس غربت و بے کسی میں کس کی پناہ طلب کرینگی۔ یہی وجہ تھی کہ بار بار نبی زادیاں مدینہ کی طرف رخ کرکے "وامحمدا! مددا، وامحمدا! مددا" ہمارے نانا ہماری اس بے بسی میں خبر لیجئے۔ آپ کی امت ہمیں اجاڑنے اور برباد کرنے پر تلی ہوئی ہے۔ یہ لاچار عورتیں اور بچے امام کے بعد کس طرح اپنے بچاؤ کا سامان فراہم کریں گے۔ کس سے فریاد کریں گے۔ لہٰذا دمِ آخر یہ سب امام کے اردگرد جمع ہوگئیں اور امام کا دامن تھام کر وہ گریہ وبکا کی کہ۔ قلم اس رنج وغم کی کیفیت کو بیان نہیں کرسکتا۔ معصوم بچیاں پکار رہی تھیں۔ اے ہمارے بابا اے ہمارے والی و سرپرست ہمیں اس دشتِ نینوا میں تنہا چھوڑ کر مت جائیں۔ ایک بچی بولی۔ بابا آپ جانے سے پہلے ہمیں ہمارے نانا کے مدینہ پہنچادیجئے۔

دوسری طرف امام جو شفقت، مہربانی، محبت و غیرت و شجاعت کے پیکر تھے ان غم انگیز لمحات میں خاموشی سے اس بے کس گروہ کو دیکھ رہے تھے۔ جن کی نالہ وفغان سے سرزمین کربلا گونج رہی تھی۔ محمد کی یتیم ہو جانے والی نواسیوں کی بے کسی اور چیخ و پکار سن رہے تھے۔ چھوٹی بچیاں بار بار پانی کا تقاضا کرکے رو رہی تھیں۔ جبکہ بڑی بی بیاں زینب وام کلثوم رنج والم سے مبہوت، لبوں پر سکوت طاری، امام حسینؑ کو دیکھے جارہی تھیں۔ اب یہ بھی عورتوں اور بچیوں کو چپ کراتے کراتے تھک چکی تھیں۔

امام کی ان حالات میں اندرونی صحیح کیفیت کا اندازہ لگانا بہت مشکل ہے۔ کہ آپ نے کس دل وجگر کے ساتھ انہیں قانع کر کے انہیں کس طرح آئندہ پیش آنے والے حالات کیلئے کیا کہا ہوگا اور انہیں صبر وحوصلہ اور اعلیٰ الٰہی اقدار کیلئے کیسے آمادہ کیا ہوگا۔

امام نے انہیں صبر و بردباری کی تلقین کی۔ اور لباس ازار(۱) پہننے کی ہدایت کی۔ پھر فرمایا۔ مصیبتوں اور مشکلات کے دنوں کیلئے تیار ہو جاؤ۔ یاد رکھو! اللہ تمہارا محافظ اور حامی ہے۔ وہی بہت جلد تمہیں دشمنوں کے شر سے نجات دلائے گا۔ اور تمہاری عاقبت کو خیر کرے گا۔ اور تمہارے دشمنوں کو سخت عذاب میں مبتلا کرے گا۔ اور جو رنج ومصائب تم اٹھاؤ گے اس کے بدلے میں تمہیں بیش بہا نعمتیں اور کرامتیں عنایت فرمائے گا۔ لہٰذا نہ گلہ وشکوہ کرنا اور نہ کوئی ایسی بات زبان پر لانا جس سے تمہاری قدر ومنزلت کم ہو۔

خواتین سے رخصت لینے کے بعد امام بیمار بیٹے حضرت امام زین العابدین جو کہ غشی کی حالت میں اپنے خیمے میں تھے سے رخصت لینے گئے۔ امام حسینؑ نے بیٹے کو نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی میراث جو کہ واپسی میں بی بی ام سلمہ کے پاس مدینہ میں تھی حاصل کرنے کی ہدایت کی اور چند خاص باتیں وصیت کیں۔

امام زین العابدین علیہ السلام فرماتے ہیں: پھر امام نے مجھے اپنے گلے سے لگایا۔ جبکہ آپ کے تمام بدن سے خون بہہ رہا تھا۔ فرمایا اے میرے بیٹے! یہ دعا مجھ سے سیکھ لو بوقت ضرورت۔ کسی اہم کام کسی پریشانی، کسی مصیبت یا انتہائی مشکل حوادث کے موقع پر اس کے ذریعے خدا کو پکارنا۔ یہ وہ دعا ہے جو مجھے بی بی فاطمہؑ نے اور انہیں یہ دعا نبی اکرمؐ نے تعلیم فرمائی تھی۔ اور انہوں نے اسے جبرئیل سے حاصل کیا تھا۔

۱۔ بحق یٰسین والقرآن الحکیم وبحق طٰہٰ والقرآن العظیم اے وہ جو مانگنے والوں کی حاجتوں

---

(۱) لباس ازار یہ سر پر اسکارف قسم کی چیز ہوتی ہے جسے خواتین سختی سے سر پر ڈھانپ لیتی ہیں امام جانتے تھے بدخصال دشمن لوٹ مار کر کے بیبیوں سے چادر چھین لے گا سیدانیوں کو آئندہ کے مراحل میں نامحرموں کی نظروں سے بچانے کے لئے امام نے احتیاطاً بی بیوں کو حجاب کروایا۔

سے باخبر ہے۔اے وہ جو باطن میں چھپے امور سے مطلع ہے۔اے غم واندوہ میں مبتلا لوگوں کو تسلی دینے والے اے پریشانیوں سے دوچار لوگوں کو نجات دلانے والے۔اے وہ جو عمر رسیدہ ضعیف افراد پر رحم کرتا ہے اور چھوٹے بچوں کو ان کا رزق دیتا ہے۔اے وہ جسے کسی تفسیر کی ضرورت نہیں۔محمد و آل محمد پر درود بھیج اور میری مشکل کو اور میرے لئے (اس موقع پر اپنی حاجت کا ذکر کرے) آسان کردے۔

۲۔ دوسری خصوصی وصیت میرے والد نے کی وہ یہ ہے کہ۔

اے میرے بیٹے! اس شخص پر ظلم کرنے سے خوف کھانا جس کا خدا کے سوا کوئی اور مددگار نہ ہواس کے بعد آپ میدان جنگ کی طرف روانہ ہوئے تمام تاریخیں متفق علیہ یہ بات لکھتی ہیں کہ آپ نے اتنے زیادہ مصائب اور تین دن کی بھوک پیاس کے باوجود اتنی بہادری سے جنگ لڑی کہ دشمن کے چھکے چھوٹ گئے۔آپ جس طرف بڑھتے تھے دشمن کو گاجر مولی کی طرح کاٹ دیتے تھے۔ امام نے فرمایا۔"اگر میرے نانا محمد مصطفیٰ! کے دین کے استحکام اور بقا کیلئے میرے خون کی ضرورت ہے تو اے خون آشام تلوارو! یہ میرا بدن تمہارے لئے موجود ہے۔اسے لےلو۔یعنی عزت کے ساتھ قتل ہو جانا رسوائی اور ذلت کی زندگی سے کہیں بہتر ہے۔اور ذلت و رسوائی اور بے عزتی برداشت کر لینا جہنم کی آگ میں جلنے سے کہیں زیادہ شدید ہے"۔مورخ خوارزمی اپنی تاریخ میں لکھتے ہیں حسینؑ ابن علیؑ اس حال میں دشمن کے مقابل آئے۔کہ آپ گھوڑے پر سوار تھے۔آپ کے ہاتھ میں تلوار تھی۔آپ کو اپنی زندگی کی کوئی پرواہ نہ تھی۔اور آپ موت وشہادت کا پکا عزم کئے ہوئے تھے۔

اور یہ اشعار پڑھ رہے تھے۔

میں علیؑ کا بیٹا ہوں۔جو آل ہاشم کے بہترین فرد ہیں اور یہی میرے لئے سب سے بڑا افتخار ہے میرے جدامجد محمد، رسول اللہ ہیں جو تاریخ کی بہترین شخصیت ہیں اور ہم اللہ کے وہ چراغ ہیں جو زمین پر روشن رہتے ہیں۔میری ماں فاطمہ علیہا السلام ہیں جو محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی پاکیزہ بیٹی ہیں۔اور میرے چچا جعفر ہیں جو ذوالجناحین کے لقب سے مشہور ہیں اللہ کی کتاب ہمارے پاس ہے وہ کتاب جو ہدایت و رہنمائی کے لئے استعمال ہوئی ہے اور وہی ہدایت ہمارے پاس ہے جسے اچھے نام سے یاد کیا جاتا ہے۔ہم تمام مخلوقات کیلئے اللہ کی طرف سے پناہ گاہ ہیں یہ وہ حقیقت ہے جس کا کبھی ہم کھل کر

اعلان کرتے ہیں اور کبھی پوشیدہ طور پر بتاتے ہیں ہم حوضِ کوثر کے ساقی ہیں اور قیامت کے دن اپنے چاہنے والوں کو خاص پیالوں سے سیراب کریں گے۔ اور یہ حوض وہی حوض کوثر ہے قیامت کے دن ہمارے چاہنے والے ہمارے ذریعے سعادت و کامیابی حاصل کر پائیں گے۔ اور ہمارے دشمن اس دن نقصان اٹھائیں گے۔

امام کی جنگ کئی گھنٹے جاری رہی۔ آپ زخموں سے چُور چور ہو چکے تھے۔ جسم میں سینکڑوں تیر پیوست تھے جس کی وجہ سے دور سے کسی پرندہ کا گمان ہوتا تھا تلواروں کے زخم اس کے علاوہ تھے۔

خوارزمی لکھتے ہیں کہ امام علیہ السلام یہ اشعار پڑھتے جارہے تھے:۔

ان لوگوں نے کفر اختیار کیا اور پہلے بھی ان لوگوں نے جن وانس کے پروردگار کے ثواب سے اپنے آپ کو دور رکھا تھا۔ اور پہلے بھی (ان لوگوں نے) علیؑ اور ان کے نیک سیرت بیٹے حسنؑ کو قتل کیا تھا اور اب حسینؑ کو قتل کرنے پر کمر بستہ ہیں میرے جد امجد (رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کے بعد میرے والد (علی مرتضیٰ) اللہ کی بہترین مخلوق تھے اور میں ان دو بہترین ہستیوں کا فرزند ہوں۔

دشمن نے دیکھا کہ امام کی جنگ طول پکڑتی جا رہی ہے اور ان کا جانی نقصان بھی بڑھ رہا ہے انہوں نے ایک گھٹیا نفسیاتی چال چلی اور پیچھے سے خیام حسینی کی طرف اپنا رخ پھیر دیا۔ اس موقع پر امامؑ نے بلند آواز میں پکار کر کہا۔

اے خاندان ابوسفیان کے پیروکارو! اگر تمہارا کوئی دین نہیں ہے اور قیامت کا بھی تمہیں کوئی خوف نہیں ہے تو کم از کم اس دنیا میں آزاد انسانوں کی طرح زندگی بسر کروُ۔ اور اگر خود کو عرب سمجھتے ہو تو اپنے اجداد کی سیرت کو پیش نظر رکھو۔

شمر بولا۔ اے حسینؑ یہ آپ کیا کہہ رہے ہیں۔

امام نے جواب دیا۔

میں تم سے لڑ رہا ہوں۔ اور تمہاری جنگ مجھ سے ہے۔ ان عورتوں کی کوئی تقصیر نہیں۔ اپنے ان سرکشوں سے کہو۔ کہ جب تک میں زندہ ہوں میرے حرم پر حملہ نہ کریں۔

شمر بولا۔ فاطمہؑ کے بیٹے میں تمہیں یہ حق دیتا ہوں۔

پھر شمر نے اپنے سپاہیوں کو آواز دے کر کہا۔

ان کے حرم سے دور ہو جاؤ۔ اور خود انہی پر حملہ کرو۔ تمہارا مد مقابل بہت کریم النفس ہے۔

آپ مسلسل زخموں سے چور چور ہو چکے تھے۔ زرعہ بن شریک نے عقب سے آپ کے بائیں کندھے پر وار کیا خولی نے آپ کے سینے پر نیزے کا وار کیا جو پشت کی طرف سے باہر نکلا۔ کندہ کے ایک بد صفت شخص نے سر پر ایک پتھر مارا۔ جس سے سر پھٹ گیا۔

آپ گھوڑے سے گر چکے تھے اور حالت سجدہ میں تھے زندگی کے آخری لمحات نزدیک تھے آپ نے اپنی آنکھیں کھولیں۔ آسمان کی طرف نگاہ ڈالی۔ اور آخری مرتبہ اپنے پروردگار سے ان الفاظ میں مناجات کی۔

امام کی رب ذوالجلال کے حضور آخری مناجات

اللھم متعالی المکان العظیم۔ اے خدا اے صاحب عظمت اور بلند مرتبت، اے شدید غضب والے، تیری قدرت ہر قدرت سے بڑھ کر ہے تو اپنی مخلوق سے بے نیاز ہے اور تیری بڑائی ہر چیز پر چھائی ہوئی ہے تو قادر ہے کہ جو چاہے انجام دے۔ تیری رحمت اپنے بندوں سے نزدیک ہے۔ تیرا وعدہ سچا ہے تیری نعمتیں پھیلی ہوئی ہیں۔ تیرے امتحان میں خوبصورتی ہے اپنے ان بندوں سے تو نزدیک تر ہے جو تجھے پکارتے ہیں اپنی مخلوق پر تیری مکمل گرفت ہے جو کوئی توبہ کرے تو اس کی توبہ قبول کرنے والا ہے تو جو بھی ارادہ کرے اسے انجام دینے میں قدرت رکھتا ہے اور جو چاہے حاصل کرسکتا ہے۔ جب تیرا شکر ادا کیا جاتا ہے تو تو شکریہ قبول کرتا ہے اور جب تیرا ذکر ہو تو تو ذکر کرنے والے کو یاد رکھتا ہے میں تجھے اس حال میں پکار رہا ہوں کہ تیری مدد کی مجھے ضرورت ہے اور اس حالت میں تیری جانب میری توجہ ہے کہ سخت ضرورت میں ہوں۔ اس خوف کے عالم میں میں تجھے پکار رہا ہوں۔ اور تیرے سامنے اپنے درد و غم کیلئے گریہ وزاری کرتا ہوں اور اپنی کمزوری کے عالم میں تجھ ہی سے مدد مانگتا ہوں۔ اور تجھ ہی پر میرا انحصار ہے اور تو میرے لئے کافی ہے۔

بار الہا۔ ہمارے اور ہماری قوم کے درمیان تو ہی فیصلہ کردے۔ انہوں نے ہمیں دھوکہ

دیا۔ ہمیں بے یارومددگار چھوڑ دیا۔ اور ہمارے ساتھ وعدہ خلافی کی انہوں نے ہمیں قتل کیا۔ جبکہ ہم تیرے نبی کی عترت اور تیرے حبیب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی اولاد ہیں وہ محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جنہیں تو نے اپنی رسالت کیلئے منتخب کیا اور اپنی وحی کا امانت دار بنایا۔

پس اے پروردگار! ہمارے لئے مدد اور راہ نجات نازل فرما۔ اے سب رحم کرنے والوں سے بڑھ کر رحم کرنے والے۔

بارالٰہا! ہم تیری قضا وقدر کے سامنے صابر و شاکر ہیں تیرے سوا کوئی معبود نہیں۔ اے فریاد کرنے والوں کے فریاد رس۔ تیرے سوا میرا کوئی پالنے والا نہیں ہے۔ اور نہ کوئی معبود ہے میں تیرے حکم پر صبر کرنے والا ہوں۔ اے اس کی مدد کرنے والے جس کا کوئی مددگار نہ ہو۔ اے ہمیشہ رہنے والے جس کا کوئی اختتام نہیں ہے۔ اے مردوں کو زندہ کرنے والے اور ہر ایک کے اعمال کے مطابق اس کا حساب کرنے والے تو ہی میرے اور ان (لوگوں) کے درمیان فیصلہ فرما اور تو ہی فیصلہ کرنے والوں میں سب سے اچھا فیصلہ کرنے والا ہے۔

مناجات کے اختتام پر سنان ابن انس نے آپ کی پسلی پر نیزے کا گہرا وار کیا اور مسلسل وار کئے جا رہا تھا۔ جب آپ کی واجداہ کی صدا بلند ہوئی۔ تو رسول اللہ کی بڑی نواسی حضرت زینب کبریٰ بنت علیؑ خیمے سے تیزی سے باہر آگئیں اور بھائی کے قریب پہنچ کر فرمایا۔

وااخاہ۔ واسیداہ۔ وااھل بیتاہ۔ کاش آسمان زمین پر گر جاتا۔

کاش پہاڑ ٹکڑے ٹکڑے ہو جاتے۔ پھر عمر ابن سعد سے مخاطب ہو کر فرمایا۔

اے عمر سعد! اللہ تجھ پر لعنت کرے تو دیکھ رہا ہے اور ابو عبداللہ شہید کئے جا رہے ہیں (۱)

---

(۱) عمر ابن سعد کا کردار واقعات کربلا میں بہت اہم اور بنیادی ہے یہ فرد ایسا نہیں ہے کہ امام حسین کی گہری معرفت نہیں رکھتا ہو یہ مشہور صحابی حضرت سعد بن ابی وقاص کا بیٹا تھا یہ امام حسین کو بچپن سے جانتا تھا آپ کا ہم سن تھا۔ اور ہر اس لمحے کا گواہ تھا جب رسول اکرم حسن و حسین سے محبت واخوت کا اظہار کرتے لیکن اس شخص کو دنیا کی محبت نے تباہ کر دیا۔ اس کی جوانی سے خواہش تھی کہ "رے" کی حکومت اسے مل جائے جس کی طلب میں یہ سب کچھ کر گزرنے کو تیار ہو گیا بعد میں اسے کچھ نصیب نہ ہوا کوفہ کی گلیوں میں پاگلوں کی طرح کہتا پھرتا تھا۔ خسرۃ دنیا والاخرہ وہ شخص جس کو نہ دنیا مل سکی اور نہ آخرت اور بچے اسے پتھر مارتے تھے۔

عمر ابن سعد نے منہ دوسری طرف کرلیا اور کوئی جواب نہیں دیا۔

بی بی نے فرمایا۔

اللہ تم پر لعنت کرے کیا تم میں کوئی بھی مسلمان نہیں ہے۔

راوی کا بیان ہے بی بی کی اس غم انگیز فریاد کے نتیجے میں عمر ابن سعد سمیت لشکر کے بیشتر لوگوں کی آنکھوں سے آنسو آ گئے۔ عمر ابن سعد نے دوسری طرف منہ پھیر لیا۔ اور بنت زہراء کو کوئی جواب نہیں دیا۔

امام حسینؑ نے آنکھ کھولی اور بی بی زینب کو خیمے میں واپس کردیا۔

شمر آپ کے سینے پر سوار اور انتہائی بے دردی سے آپ کی پشت سے گردن کاٹ دی۔ اور سر کو نوک نیزہ پر بلند کردیا۔

پامالی لاش ہائے شہدا اور تاراجی خیام

یزیدی فوج نے شہدا کے لاشے گھوڑوں کے سموں تلے پامال کرنے شروع کردیئے ایسا موقعہ بھی آیا۔ مختلف قومی لوگوں کی لاشیں ان کے ہم قبیلہ درمیان میں مداخلت کرتے ہوئے اپنے ساتھ لے گئے۔ حُر کے قبیلے نے بھی لاش پامال نہیں ہونے دی۔ صرف نواسہ رسول بے وارث رہ گیا۔ اسی دوران یزیدی لشکر نے بی بیوں کے خیموں میں لوٹ مار شروع کردی اور ان کی چادریں چھین لیں۔ اور تمام مال و متاع لوٹنا شروع کردیا۔ اور ساتھ ساتھ آگ بھی لگاتے جائے۔ بی بیوں میں شور محشر برپا تھا۔ بچے خوفزدہ روتے ہوئے ادھر ادھر بھاگ رہے تھے۔ کچھ بچوں کے دامن میں آگ لگی ہوئی تھی۔ بچے وامحمدا! واعلیا! واحسینا! کی صدائیں بلند کررہے تھے اس موقع پر علیؑ کی شیر دل بیٹی بی بی زینب نے بہت ہمت کا ثبوت دیتے ہوئے انتہائی اہم کردار ادا کیا۔ ایک خیمے میں امام زین العابدین غشی کی حالت میں لیٹے تھے۔ بی بی زینب ان کے پاس گئیں۔ انہیں صورتحال سے آگاہ کرتے ہوئے۔ ان سے پوچھا۔ بیٹا ہم خیموں میں جل جائیں یا باہر نکل آئیں۔ امام زین العابدین نے انہیں باہر نکلنے کا حکم دیا۔ سب سے پہلے انہوں نے بیمار بھتیجے کو باہر نکالا۔ پھر سادات کے یتیم بچوں اور بی بیوں کو ظالموں کی دست برد سے بچاتے ہوئے ایک جگہ جمع کیا۔

شامِ غریباں

شامِ غریباں سادات کی اولاد پر گزرنے والی سب سے قیامت خیز رات تھی۔ سامنے مقتل میں شہدا کے اجسام پڑے ہوئے تھے۔ ماحول میں خون کی بو رچی بسی تھی۔ امام کے یتیم اور سیدانیاں جلے ہوئے خیموں کے پاس خوفزدہ بچوں کو سینے سے لگائے بیٹھی تھیں۔ بی بی زینب وام کلثوم لوٹ مار کے دوران بچھڑ جانے والے بچوں کو تلاش کر رہی تھیں۔ بی بی زینب نے ایک خیمے کی لکڑی لے کر حفاظت کا کام بھی سنبھالا ہوا تھا ایک کونے میں امام زین العابدین خداوند تعالیٰ کے حضور سجدہ ریز تھے۔ اور اس کا شکر ادا کر رہے تھے۔ رات کے وقت قبیلہ بنی اسد کی خواتین جو قریبی گاؤں میں رہتی تھیں۔ جو گندم ابال کر پانی کے ہمراہ لائیں۔

کربلا سے اہل حرم کی روانگی

تاریخ کی سب سے وحشت ناک اور طویل رات گزری صبح عمر ابن سعد نے اپنے لشکریوں کی نماز جنازہ پڑھائی۔ اور انہیں دفن کرنے کے لئے لے گئے۔ جبکہ آل رسول کے لاشے بے گور کفن پڑے رہے۔ عمر ابن سعد نے فراغت کے بعد تمام اسیروں کو بے محمل وعماری (پردے) کے اونٹوں پر بٹھایا۔ امام زین العابدین کے ہاتھ اونٹ کی مہار اور پاؤں کمر سے باندھ کر روانہ ہوئے۔ جب مقتل شہدا کے پاس سے گزرے اور بی بیوں کی اپنے پیاروں پر نظر پڑی تو بی بیاں چیخ کر بین کرنے لگیں کوئی اپنے بیٹے کو کوئی بھائی اور کسی کو اپنے بچوں کی تلاش تھی۔

اس موقع پر بی بی زینب نے امام کی لاش پر یہ مرثیہ پڑھا۔

بھائی اے میرے بھیا! آج تجھ سے ہماری جدائی کا دن ہے۔

بھیا۔ تم پر میری جان فدا ہو ذرا اپنے اہل حرم کو تو دیکھیئے، کس مصیبت و بلا میں گرفتار ہیں

بھائی۔ اے میرے بھائی حسینؑ یہ زمانہ جدائی کا ہے۔

پس ہم اور تم مرنے سے پہلے پھر مل سکتے ہیں۔ بھیا ایسا نہیں اب ملاقات قیامت میں ہوگی۔

میرے بھائی ذرا اپنے یتیموں کو تو دیکھیئے۔

گریہ کیجئے۔اور آنکھوں سے آنسو جاری کیجئے۔مثل فرات کے۔

اے میرے بھائی حسینؑ تمہاری جدائی اور صدمہ وفراق میں میرے جسم اور جان گھل گئے ہیں۔اور آنسو بن بن کر رخسار پر بہہ رہے ہیں۔

بی بی زینب نے روتے ہوئے امام زین العابدین کے چہرے پر نظر کی جو بہت زیادہ تکلیف اور اذیت میں تھے۔جیسے نزع کا عالم طاری ہے۔گھبرا کر بھتیجے سے کہا۔بیٹا آپ ہوش میں آؤ۔ پیارے بیٹے میں یہ کیا حالت دیکھ رہی ہوں ۔تم بھی اپنی جان قربان کر رہے ہو۔عرض کی پھوپھی اماں ۔کیوں نہ میرا یہ حال ہو۔آپ دیکھتی ہیں یہ نورانی لاشیں کس طرح خاک وخون میں لتھڑی پڑی ہیں۔کوئی ان کا پوچھنے والا نہیں کوئی ان کا دفن کرنے والا نہیں۔ہم ان لاشوں کو ایسے ہی چھوڑے جارہے ہیں بی بی زینب نے فرمایا۔

بیٹے صبر سے کام لو! یہ عہد تھا۔جو میرے بھائی نے خدا اور رسول سے کیا تھا۔خدا کا شکر ہے کہ میرے بھائی نے اپنے عہد کو پورا کر دیا۔پھر دونوں ہاتھ اٹھا کر کہا خداوند آل محمد کی اس قربانی کو قبول فرما۔

اہل حرم کا کوفہ میں داخلہ

سادات کا لٹا ہوا قافلہ بارہ محرم کو شہر کوفہ پہنچا۔تماشائیوں کا ہجوم تھا۔شہر کے راستے لوگوں سے کھچا کھچ بھرے ہوئے تھے عورتیں چھتوں پر چڑھی ہوئی تھیں آگے آگے شہدا کے سر تھے۔پیچھے امام زین العابدین اور بے پردہ سیدانیاں تھیں ۔جو بڑی مشکل سے اپنے چہروں کو چھپانے کی کوشش کر رہی تھیں۔یہ وہی شہر کوفہ تھا۔جس میں کچھ عرصے پہلے ان کے بابا حضرت علیؑ کی خلافت تھی اور بی بی زینب کو اس شہر میں ''خاتون اول'' کی حیثیت حاصل تھی وہ بڑی شان وشوکت عزت واحترام سے رہتی تھیں اس زمانے میں بی بی زینب کے خواتین میں علمی وقرانی درس کی بڑی شہرت تھی یہی وجہ تھی کہ حضرت عبداللہ ابن عباس نے آپ کو عقیلہ بنی ہاشم کا لقب دیا تھا۔اور امام زین العابدین آپ کو عالمہ غیر معلمہ کہتے تھے۔اس درس میں ہزار ہا خواتین شرکت کرتی تھیں اور ایک مرتبہ آپ نے بھری محفل سے ایک عورت کو محض اس لئے نکال دیا۔کہ اس نے اپنے گھر میں مردوں کے سامنے علیؑ کی بیٹی زینب

کا حلیہ بیان کیا تھا۔

آج اسی شہر میں بڑی عجیب کسمپرسی اور تباہ حال انداز میں داخل ہو رہی تھیں۔ کوفہ کی بیشتر خواتین جنہیں اب تک اس مظلوم قافلے کی اصلیت معلوم نہیں ہوئی تھی۔ ہمدردی میں بچوں کی طرف کھانے کی چیزیں پھینکنے لگیں۔ جس پر زینب نے بڑھ کر انہیں منع کیا۔ کہ یہ سادات ہیں۔ سادات پر صدقہ حرام ہے۔ حکومت نے عوام کو خوفزدہ رکھنے اور ان میں دہشت پھیلانے کے لئے عوام کو کثیر تعداد میں جمع کیا تھا۔ اور جشن کے انداز میں مسلسل بینڈ باجے شور مچا رہے تھے لیکن نتیجہ اس کے الٹ نکل رہا تھا۔ عوامی ہمدردی میں بے پناہ اضافہ ہوتا جا رہا تھا۔ عورتیں چیخ چیخ کر بے حال ہو رہی تھیں اس لمحہ بی بی زینب کبریٰ نے یکدم سواری روک دی۔ اور تمام روحانیت کو جمع کرتے ہوئے اہل کوفہ سے مخاطب ہوئیں۔ جیسے ہی آپ کی آواز بلند ہوئی پرانے لوگوں کو بیس برس قبل ان کے بابا علیؑ کا کوفہ یاد آ گیا۔ آپ بالکل اپنے والد کے لہجہ اور انداز میں خطاب فرماتی تھیں۔

بازار کوفہ میں حضرت بی بی زینب علیہا السلام کا خطاب

آپ نے پہلے زبان پر یہ کلمہ جاری کیا۔ ''ایاک نعبد وایاک نستعین'' یہ کہہ کر عوام سے کہا خاموش ہو جاؤ۔ آپ کے یہ فرماتے ہی مجمع پر سکوت طاری ہو گیا۔ تو معظمہ نے فرمایا۔

تمام حمد ہے اللہ کیلئے اور درود لامحدود میرے جد بزرگوار محمد مصطفیٰؐ پر اور ان کی پاکیزہ اور بہترین ذریت (اولاد) پر۔

امابعد! اے کوفہ کے غدار دغاباز لوگو! سنو تمہارے آنسو کبھی نہ رکیں۔ خدا تمہیں آخرت میں بھی رونا نصیب کرے۔ اور تمہارے دل غم آخرت سے جلتے رہیں۔ تمہاری مثال اس عورت کی سی ہے جس نے بڑی محنت سے رسی کو بٹا۔ پھر اس کا تار تار الگ کر دیا۔ اور اپنی محنت کو برباد کر دیا۔ تمہاری جھوٹی قسموں میں کوئی صداقت نہیں۔ تم کو معلوم ہو کہ تم سوائے لغو گوئی اور بیکار باتوں کے اور فسق و فجور اور بغض و عداوت کے اور کچھ نہیں رکھتے۔ تمہاری حالت ان کنیزوں اور لونڈیوں کی سی ہے جو نہایت ذلیل ہوں۔ تمہارے دل بغض و عداوت سے بھرے ہوئے ہیں۔ تمہاری مثال گندگی کے ڈھیر پر اگنے والی سبزی کی سی ہے جو نہایت بدبودار اور گندی زمین سے اگتی ہے۔ تمہاری مثال ان

آراستہ قبروں کی سی ہے جن کے اندر تعفن اور بدبو بھری ہو۔تم نے بڑے عظیم گناہ کا ارتکاب کیا ہے سفر آخرت کے لئے تم نے بدترین توشہ مہیا کیا ہے۔ جس کے سبب سے اللہ تم سے ناراض ہو کر تم کو دائمی عذاب میں مبتلا کریگا۔اب تم میرے بھائی کیلئے روتے ہو۔فریاد کرتے ہو۔ بیشک تم اسی کے لائق ہو۔ کہ زیادہ روا اور کم ہنسو۔تم نے بدترین ننگ اختیار کیا ہے۔تم نے اپنے دامن پر قتل امام کا وہ دھبہ لگالیا۔ جو کبھی نہیں چھوٹ سکتا۔تم نے خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے جگر کے ٹکڑے کر ڈالے۔ معدن رسالت کے موتی کو جوانان جنت کے سردار کو اپنے گروہ کی پناہ گاہ کو، اپنی محبت کے مینار کو، اپنے اقوال کی جائے بازگشت کو مار ڈالا، تم نے بارگاہ خدا میں بدترین عمل کر کے بھیجا ہے تم نے بدترین عمل اپنے مابعد کیلئے کیا ہے۔تم ہمیشہ رحمت خدا سے دور رہو۔تمہارے لئے تمہاری کوششیں ناکام ہوگئیں۔ تم برباد ہو گئے۔تمہاری عملی تجارت نے تمہیں نقصان پہنچایا۔تم غضبِ خدا، ذلت اور حقارت کے مستوجب ہو گئے۔

اور اے اہل کوفہ! تم کو خبر بھی ہے۔ کہ تم نے محمد مصطفیٰ کے کس جگر کو پارہ پارہ کر دیا۔تم نے کس عہد کو توڑ دیا۔اور کس جڑ کو کاٹا اور کون سا خون تھا۔ جسے بہایا۔اور وہ کس کی حرمت تھی جس کو تم نے ضائع کر دیا تم نے وہ امر عظیم کیا ہے۔ کہ آسمان قریب ہے کر پھٹ پڑے اور زمین شق ہو جائے اور پہاڑ گر کر ریزہ ریزہ ہو جائے جان لو کہ تم نے وہ سنگین گناہ کیا ہے جس کا بوجھ زمین و آسمان نہیں اٹھا سکے۔تعجب نہیں کہ آسمان سے خون برسے (۱) اور آخرت کا عذاب تو نہایت ہی رسوا اور ذلیل

---

(۱)۔اکثر تاریخوں نے لکھا ہے کہ امام کی شہادت کے بعد بالکل حضرت یحییٰ علیہ السلام کے بے گناہ خون کی طرح مختلف جگہ پتھروں کے نیچے سے خون ابلا۔آپ کی شہادت کے بعد آسمان سرخ ہو گیا تھا سورج کو گہن لگ گیا۔اور عجیب وغریب خارق العادات باتیں وجود میں آنے لگیں۔ ملک شام میں جس پتھر کو اٹھاتے خون ابلتا نظر آتا۔اور کافی عرصے تک جنات کی اونچی آوازیں رونے کی آوازیں آتی رہیں۔تفصیلات خلف رشید شاہ ولی اللہ محدث دہلوی شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی کی کتاب ''سرالشہادتین'' میں دیکھی جا سکتی ہیں۔

کتاب کنوز المعجزات میں عبدالملک بن مروان کی ایک روایت ہشام بن عبدالملک سے بیان ہوئی ہے کہ میرے باپ مروان کے دروازے پر بڑا پتھر رکھا تھا۔جس دن امام حسین شہید ہوئے۔اس کے نیچے سے خون ابل رہا تھا۔اسی طرح میرے باغ میں بھی حوض کے کنارے میں کالے کی بجائے سفید پتھر لگوا رہا تھا یہی منظر دیکھنے میں آیا۔

کرنے والا ہے وہاں کوئی تمہارا مددگار نہ ہوگا اس وقت یہ تھوڑی مہلت جو خدا نے تم کو دی ہے۔اس کی وجہ سے اپنے اوپر ہونے والے عذاب کو کم نہ سمجھنا مہلت دے دینے کی وجہ سے خدا اپنا عذاب نازل کرنے سے عاجز نہیں ہوسکتا۔خدا کو انتقام کا موقع ہاتھ سے نکل جانے کا ڈر نہیں ہوتا۔وہ تمہاری گھات میں ہے۔(۱)

عقیلہ بنی ہاشم کی تقریر ختم ہوتے ہی مجمع رو رو کر بے حال ہوگیا۔ایک دوسرے کی خبر نہ تھی۔ لوگ اپنا گوشت اپنے دانتوں سے نوچنے کو تیار تھے ابن زیاد کی افواج اس صورتحال سے پریشان ہوگئی اس نے جس قسم کے نتائج کی منصوبہ بندی کررکھی تھی اس کے برخلاف واقعات وجود میں آرہے تھے ہرطرف غم وحزن افسوس وتاسف کی فضا ماحول پر چھائی ہوئی تھی۔

اہل حرم ابن زیاد کے دربار میں

اسیروں کا قافلہ ابن زیاد کے دربار میں داخل ہوا۔امام حسینؑ کا سر اس کے سامنے تھال میں رکھا ہوا تھا دربار معززین،عمائدین وقومی سرداروں سے بھرا ہوا تھا ابن زیاد بڑی ڈھٹائی اور بے پروائی سے ناشتے میں مصروف رہا۔سامنے رسول اکرم کی مخدرات عصمت بے پردہ گرد وغبار میں اٹی اسکے سامنے کھڑی تھیں۔بی بی زینب دربار کے ایک گوشے میں بیٹھ گئیں اردگرد آپ کی حفاظت اور بے پردگی سے بچانے کے لئے کنیزوں نے حلقہ سا بنالیا تھا۔ ناشتے سے فارغ ہوکر بی بی زینب کی طرف اشارہ کرکے پوچھا۔یہ عورت کون ہے جو میرے سامنے اتنی لاپرواہی سے بیٹھی ہوئی ہے۔کسی نے جواب نہیں دیا۔تیسری دفعہ برہم ہوکر پوچھنے پر ایک کنیز نے لاپروائی سے جواب دیا۔اے پوچھنے والے یہ زینب بنت علیؑ ہیں۔ابن زیاد کی رگ عداوت بھڑک اُٹھی جناب زینب سے مخاطب ہوکر کہنے لگا۔خدا کا شکر ہے کہ اس نے تم کو ذلیل کیا۔اور تمہارے جھوٹ کو جھوٹ ثابت کردیا۔ معظمہ نے بے خوف وخطر جواب دیا۔

شکر ہے اس معبود یکتا کا! جس نے اپنے نبی ﷺ کی نسبت سے ہمیں عزت دی۔اور ہمارے گھرانے کو شرف بخشا۔اے ابن زیاد! بے آبرو وہ ہوتا ہے جو سیہ کار وبداطوار ہو۔نیز جھوٹا وہ

---

(۲) تاریخ طبری،الامامہ والسیاسہ دینوری۔

بنتا ہے جو آئین کی خلاف ورزی کرے۔ قانون کی دھجیاں بکھیرے اور وہ ہم نہیں کوئی اور ہوگا۔

اس جواب سے ابن زیاد تلملا کر رہ گیا۔ وہ یہ سمجھ رہا تھا کہ ان خواتین کا سب کچھ اجڑ چکا ہے اب یہ شکست خوردہ ذہنیت کے ساتھ اس سے کلام کرینگی اپنے مردوں کی غلطیاں تسلیم کر کے اور اس سے رحم کی بھیک طلب کریں گی۔ لیکن اس دندان شکن جواب سے اس کی بڑی سبکی ہوئی اور اسکی شخصیت بے توقیر ہو کر رہ گئی۔

اس نے دوبارہ کہا۔ تم نے دیکھا کہ خدا نے تمہارے کنبے کو کیسے برباد کیا اور تمہارے بھائی کے ساتھ کیا برتاؤ کیا۔

معظّمہ نے جواب دیا۔

ہم نے ہمیشہ اچھائی دیکھی! ہاں خاندان رسالت کا رتبہ اتنا اونچا ہے کہ انہیں شہادت جیسی نعمت نصیب ہوئی۔ خدا نے جو چاہا۔ وہ انہوں نے کر دکھایا۔ یہ قتل گاہ سے گزرے اور گنج شہیدان میں محو آرام ہو گئے۔ مگر یاد رکھنا پسر زیاد۔ وہ جو سب کا دادرس ہے آخری فیصلے کیلئے وہ بہت جلد تجھے اور ہمیں اپنی عدالت میں طلب کرنے والا ہے۔ اور جب آمنا سامنا ہوگا تب دیکھنا مظلوم کی فریاد کیا رنگ لاتی ہے۔ اور خون ناحق کیسا اثر دکھاتا ہے۔

مرجانہ کے بیٹے۔ تیری ماں کی کوکھ اجڑے وہ تیرا سوگ منائے۔ سن ہاں سن۔ داد محشر جس دن انصاف کرے گا اس دن تجھے پتہ چلے گا کہ کس کی جیت ہوئی اور کس کی شکست ہوئی۔

ابن زیاد کے تصور میں بھی نہیں تھا کہ اسے اس قسم کا جواب ملے گا اسکے تکبر و غرور کا بت پاش پاش ہو گیا جھلا کر جلاد کو حکم دیا۔ کہ بی بی کو شہید کر دے۔ عمرو بن حریث نے اسے سمجھایا کہ یہ قتل حکومت کے حق میں نہیں جائے گا۔ عوام میں پہلے سے قتل حسینؑ پر اشتعال ہے خاتون کے قتل سے معاملہ اور بڑھ جائے گا یہ سن کر ابن زیاد اپنے ارادے سے باز رہا۔ اور کہنے لگا۔ حسینؑ باغی اور سرکش ہے خدا نے حسینؑ اور ان کے ساتھیوں کے قتل سے میرے دل کو ٹھنڈا کیا۔ (۱)

جناب زینب نے فرمایا۔ مجھے اپنی جان کی قسم تو نے ہمارے بوڑھوں جوانوں اور بچوں کو

---

(۱) تاریخ طبری، تاریخ کامل ابن اثیر، مروج الذہب مسعودی۔

قتل کیا ہم کو بے پردہ کیا۔ تو نے ہماری شاخوں کو کاٹ ڈالا اور ہماری جڑ کو اکھاڑ دیا۔ اگر ان امور سے تیرا دل ٹھنڈا ہوتا تو بے شک ٹھنڈا ہو۔ مجھے تعجب اس شخص پر (یعنی تجھ پر) جو اپنے آئمہ کو قتل کر کے یہ سمجھے کہ مجھے شفا حاصل ہوئی حالانکہ وہ جانتا ہے کہ دار آخرت میں اس کو سخت سزا ملے گی۔ زیاد کے بیٹے تیری آنکھیں اس حسینؑ کے قتل سے ٹھنڈی ہوئیں جس حسینؑ کو دیکھ کر رسول خدا کی آنکھیں ٹھنڈی ہوتی تھیں۔ اور رسول اسکا منہ چومتے تھے۔ اور اس کو اور اس کے بھائی کو اپنے کاندھے پر بٹھاتے تھے۔ تو فردائے قیامت میں اسکا جواب دینے کو تیار ہو جا۔

ابن زیاد یہ سن کر معظمہ سے بدکلامی کرنے لگا۔ جس پر بیمارِ کربلا امام زین العابدینؑ سے برداشت نہ ہوا۔ آپ نے ابن زیاد سے کہا۔

اے کمینوں کے بیٹے تو کب تک میری پھوپھی کی توہین کرتا رہے گا۔ اور جو لوگ ان کو پہچانتے بھی نہیں ان کو بھی پہچنوا تا رہے گا۔ خدا تیرے ہاتھوں اور پیروں کو قطع کرے۔

ابن زیاد یہ سن کر نہایت غضبناک ہوا اور سید سجاد کے قتل کا حکم دیا۔ امام نے فرمایا۔ زیاد کے بیٹے اے شقی۔ تو مجھے موت سے ڈراتا ہے۔ تو یہ نہیں جانتا کہ خدا کی راہ میں قتل ہونا ہماری میراث اور شہادت ہماری فضیلت ہے۔ جناب زینب بھتیجے سے لپٹ گئیں اور فرمایا۔

اے ابن زیاد! ہمارا خون بہانے سے تو ابھی تک سیر نہیں ہوا۔ خدا کی قسم میں اپنے اس فرزند کو نہ چھوڑوں گی۔ اگر اس کو قتل کرنا ہے تو ساتھ مجھے بھی قتل کردے۔ کیا تو نے قسم کھالی ہے کہ محمد مصطفٰےؐ کی نسل سے کسی چھوٹے بڑے کو چھوڑے گا نہیں۔ میں تجھے اللہ کی قسم دیتی ہوں۔ کہ مجھے قتل کئے بغیر اسے قتل نہ کر۔ یہ سن کر ابن زیاد خاموش ہو گیا اور چھڑی سے سر حسینؑ کی توہین کرنے لگا۔

زید بن ارقم کا واقعہ

بوڑھے صحابی حضرت زید بن ارقم اس وقت دربار میں موجود تھے وہ یہ منظر دیکھ کر چیخ اٹھے۔ کہا ہٹالے چھڑی، خدا کی قسم رسول خدا ان لبوں کے بوسے لیا کرتے تھے یہ کہہ کر زور سے رونے لگے۔

ابن زیاد بولا۔ اگر تو بڈھا نہ ہو گیا ہوتا۔ اور تیری عقل زائل نہ ہو گئی ہوتی تو ابھی تجھے قتل

کر دیتا۔ زید یہ کہہ کر اٹھ گئے۔ کہ اے عربو! تم غلام ہو چکے ہو تمہیں آزادی ضمیر سے کوئی واسطہ نہیں رہا۔ اس کے بعد ابن زیاد امام کو لے کر مسجد میں لایا جہاں اس نے مجمع عام اکٹھا کر رکھا تھا۔ منبر پر جا کر حمد و ثناء کے بعد کہا شکر ہے خدا کا جس نے حق اور اہل حق کو ظاہر کر دیا۔ امیر المومنین یزید ابن معاویہؑ اور ان کے گروہ کی نصرت کی جھوٹے کے بیٹے اور اس کے پیروکاروں کو قتل کیا۔

عبداللہ ابن عفیف کا واقعہ

حضرت عبداللہ ابن عفیف ازدی اس وقت مسجد میں موجود تھے یہ اصحاب امیر المومنین حضرت علیؑ میں سے تھے ان کی حضرت علیؑ کی معیت میں ایک آنکھ جنگ جمل اور ایک صفین میں ضائع ہوگئی تھی۔ انہوں نے اس کے بعد مستقل مسجد میں قیام کر لیا تھا اور دن رات عبادت میں مصروف رہتے تھے۔ انہوں نے جب ابن زیاد کے یہ جملے سنے تو غضبناک آواز میں بولے تو جھوٹا ہے اور تیرا باپ زیاد بن ابیہ جھوٹا ہے اور تیرا امیر جھوٹا ہے جس نے تجھے امارت دی۔ مرجانہ کے بیٹے اولاد پیغمبر کو قتل کر کے منبر پر صدیقین کی جگہ بیٹھتا ہے اور ایسی باتیں کرتا ہے ابن زیاد نے غیظ میں چیخ کر کہا کہ اس اندھے بڈھے کو پکڑ کر میرے پاس لاؤ۔ عبداللہ نے اپنے قبیلہ کو آواز دی۔ سات آٹھ سو آدمی آگے بڑھے اور عبداللہ کو ابن زیاد کے آدمیوں سے چھین لیا اس وقت مقابلے کی طاقت نہ پا کر ابن زیاد خاموش ہو گیا لیکن رات کو انہیں قتل کرا دیا۔ مسجد کوفہ کا یہ سرکاری اجتماع ہنگامہ آرائی کی نظر ہو گیا۔ قیدی زندان بھیج دیئے گئے ابن زیاد نے یزید سے ان کے مستقبل کے حوالے سے دریافت کیا ایک ماہ بعد وہاں سے جواب آیا کہ دمشق روانہ کر دیئے جائیں۔

سفر دمشق

سرہائے شہداء حر بن قیس کے سپرد کیے گئے ابو بردہ اور طارق بن ظبیان کو فوج کے دستوں کا سالار بنایا گیا۔ محضرن ثعلبہ اور شمر بن ذی الجوشن کی سپردگی میں اسیران اہلبیتؑ دمشق روانہ کیے گئے۔ امام زین العابدینؑ کے گلے میں طوق اور ہاتھوں میں زنجیر ڈال کر ہاتھ گلے سے باندھ دیئے گئے۔ نبی زادیوں کو بھی بغیر کجاوں کے اونٹوں پر سوار کرا کر قافلہ روانہ کیا گیا۔ یہ قافلہ ۲۰ صفر کو کربلا میں داخل ہوا۔ بنی اسد شہیدان کربلا کو دفن کر چکے تھے۔ اہل حرم قبروں سے لپٹ لپٹ کر بہت

جگر خراش انداز میں رو رہے تھے۔ صحابی رسول جابر بن عبداللہ انصاری مدینہ سے کچھ لوگوں کو لئے زیارت قبر امام حسینؑ کو آئے ہوئے تھے۔ یہ قافلہ جب ان زائرین سے ملا۔ تو بہت شدید آہ و بکا کا سلسلہ شروع ہو گیا۔ نبی زادیوں نے حضرت جابر کو شہداء کے پیاسے قتل ہو جانے کے دردناک حالات سنائے وادی کربلا میں ایک کہرام برپا تھا۔

یزیدی فوج نے اہل حرم پر سختی کی اور انہیں مزید رکنے نہیں دیا۔ وہاں سے تکریت لائے۔ یہاں سے خشکی کا راستہ اختیار کرتے ہوئے اعمیٰ دیر اعور پر سلیتا، وادی نخلہ اور آدینہ ہوتے ہوئے لبا پہنچے۔ جہاں اہل شہر کو معلوم ہو گیا کہ یہ قیدی اولاد رسول ہیں۔ لوگوں نے گریہ وزاری شروع کر دی اور شہداء پر صلواۃ بھیجی۔ قاتلوں سے اظہار برات کرتے ہوئے انہیں شہر سے نکال دیا۔ وہاں سے کحیل ہوتے ہوئے جہینہ پہنچے۔ عامل موصل کو لکھا کہ ہم سر حسینؑ لا رہے ہیں۔ تزک و احتشام سے ہمارا استقبال کرو۔ اسنے شہر کی آرائش کی اور چھ میل باہر ایک جمع غفیر کے ساتھ استقبال کیلئے آیا۔ لوگوں کو یہی بتایا کہ ایک خارجی کا سر ہے۔ لیکن اسی دوران کسی نے بتایا کہ یہ حسینؑ ابن علیؑ کا سر ہے شہر میں بغاوت کی فضا پیدا ہو گئی۔ لوگ مسلح ہو کر یزیدیوں سے لڑنے کے لئے نکل آئے۔ یزیدی لشکر نے اپنا راستہ تبدیل کرتے ہوئے تل اعضر کو عبور کرتے ہوئے سخاز پہنچ گئے وہاں سے نصیبین ہوتے ہوئے عین الورود پہنچ گئے۔ عامل شہر کو ضیافت و استقبال کے لئے کہا۔ اس نے ان کا استقبال کیا لیکن اہل شہر رات بھر گریہ وزاری کرتے رہے۔ صبح وہاں سے قنسرین پہنچے وہاں کے لوگوں نے اپنے شہر میں داخل نہیں ہونے دیا۔ وہاں سے معرۃ النعمانی کفر طاب سیہور پہنچے وہاں بھی پہلے سے خبر ہو جانے کی وجہ سے یزیدی فوجوں پر حملہ آور ہوئے سخت جنگ ہوئی یہ لوگ وہاں سے بچتے بچاتے حماۃ پہنچے اہل حماۃ نے بھی شہر کا دروازہ بند کر لیا حران اور عقلان میں بھی شدید مزاحمت ہوئی۔ حران بن یحیٰ حیرانی نے اپنا عمامہ پھاڑ لیا۔ اور شہدا کو کھانا پیش کیا۔ یزیدیوں نے روکنے کی کوشش کی جس پر جنگ چھڑ گئی۔ خود یحیٰ اپنے پانچ آدمیوں سمیت شہید ہو گئے ان کی قبر دروازہ شہر میں اب تک موجود ہے۔ غرض یہ ساڑھے سات سو میل کا سفر جو ابن زیاد کی نظر میں لوگوں کو دہشت زدہ کرتے ہوئے آئندہ کیلئے عبرت کا باعث بنا دینے کیلئے تھا۔ یزیدی حکومت کیلئے بالکل الٹ ثابت ہوا۔ دمشق پہنچنے تک

لوگوں میں نفرت اور بغاوت کے آثار پیدا ہو چکے تھے عام مسلمانوں میں بے چینی پائی جاتی تھی اور لوگ حکومتی مظام پر کھل کر تبصرہ وتنقید کر رہے تھے۔ جگہ جگہ تعزیتی اجتماعات برپا ہونے لگے۔

دمشق میں داخلہ

۱۶ ربیع الاول کو یہ قافلہ دمشق پہنچا۔ بنی امیہ کا دار السلطنت جہاں آل ابوسفیان نے (۳۵) پینتیس برس حکومت کی تھی ان برسوں میں اہلبیتؑ کا تعارف بھی وہاں کے عوام سے نہیں ہونے دیا یہاں کے لوگ گزشتہ بیس سالوں سے مسجدوں میں علیؑ اور آل رسول پر تبریٰ سننے کے عادی تھے۔ عام لوگ اہلبیتؑ کے مقام اور مرتبہ سے قطعاً آگاہ نہیں تھے۔ یہ انہیں دین اور اسلامی ریاست کے دشمن ٹولے کے طور پر پہچانتے تھے جو اسلامی سلطنت کے امیر المومنین کے مخالفین ہیں جو اسلامی تعلیمات کی رو سے اسلامی حکومت کے اصل سربراہ اور نبی کریم ﷺ کے صحیح جانشین ہیں۔ یہی وجہ ہے تاریخ لکھتی ہے کہ دمشق میں حضرت علیؑ کا نام ایک بہت معیوب گالی کے مترادف سمجھا جاتا تھا۔ جس دن حضرت علیؑ کی شہادت ہوئی۔ جب یہ خبر دمشق پہنچی تو شامی بڑے حیران ہوئے۔ کہ علیؑ جیسے انسان کا مسجد سے کیا تعلق جو اسے وہاں شہید کیا گیا۔

الغرض لوگ حکومت وقت کے سب سے بڑے باغی کی بغاوت کے خاتمے پر بڑے زور و شور سے جشن منانے جمع ہوئے تھے۔ بنی امیہ نے آج کے روز کو ''یوم تشکر'' قرار دیا تھا۔ شہر کو سجایا جا رہا تھا۔ بینڈ باجے بج رہے تھے شہر کی سجاوٹ اور انتظامات میں ابھی تھوڑی دیر تھی خاندان رسالت کو دمشق کے مشہور دروازہ باب ''الساعات'' میں لیجا کر روک دیا گیا۔ کیونکہ ابھی تک اندر آنے کی اجازت نہیں ملی تھی۔ باب ساعات پر لوگوں کا اژدھام بڑھتا جا رہا تھا۔ یزیدی لشکر نے اہل حرم کو چار گھنٹے یہاں انتظار کرایا۔ اس موقع پر نبی کریمؐ کے صحابی حضرت سہیل بن سعد ساعدی جوان دنوں بیت المقدس آئے ہوئے تھے۔ جس روز یہ دمشق پہنچے انہوں نے دیکھا کہ شہر کو بڑے اہتمام کے ساتھ سجایا جا رہا ہے بالکل جشن کا سماں ہے انہوں نے لوگوں سے پوچھا کیا آج تمہاری خاص عید کا دن ہے جب باب الساعات پہنچے وہاں انہوں نے اژدھام میں چند مظلوم لوگوں کا قافلہ دیکھا جن میں نیزوں پر سر تھے۔ اور پیچھے بغیر پردوں والے اونٹوں پر بے پردہ خواتین تھیں۔ انہوں نے پوچھا

یہ لوگ کون ہیں۔اور کہاں کے رہنے والے ہیں کسی نے بتایا کہ یہ مدینے کے رہنے والے ہیں اس پر یہ صحابی رسول چونک گئے اور شدید اشتیاق کے انداز میں مجمع کو چیرتے ہوئے آگے بڑھے۔آگے والے اونٹ پر سوار لڑکی سے پوچھا تم کون ہو۔لڑکی نے جواب دیا میں سکینہ بنت حسینؑ ہوں یہ سنتے ہی صحابی رسول سکتے میں آ گئے۔آگے آگے امام حسینؑ کا سر نیزے کی انی پر تھا۔انہوں نے اس لڑکی سے تعارف کرایا کہ میں آپ لوگوں کا بہی خواہ ہوں میں نے آپ کے نانا کی زیارت کی ہے کیا آپ کی کوئی حاجت ہو تو بیان کیجئے۔میں پوری مدد کروں گا۔بی بی نے کہا اے سہیل اس سر کو لے جانے والے سے کہہ دیجئے۔کہ اس سر کو آگے لے جائیں تا کہ لوگ سر دیکھنے میں مصروف ہو جائیں رسول اللہ کی ناموس سے نظریں ہٹا لیں۔سہیل کہتا ہے کہ میں نے سر والے شخص کو چار سو دینار پیسے دے کر راضی کیا کہ وہ اس سر کو آگے لے جائے تا کہ بیبیوں کے اردگرد سے رش کم ہو۔

ایک اور واقعہ تاریخ بیان کرتی ہے کہ چند عورتیں ایک مکان کی چھت پر چڑھی خاندان رسالت کی مظلومیت کا تماشہ دیکھ رہی تھیں ان میں ایک عورت جو نسبتاً زیادہ عمر کیا ور زیادہ شیطان صفت تھی۔اونٹوں کی طرف پتھر اچھالتی تھی جس سے اونٹ بدکتے تھے۔جس سے بچے اور عورتیں بہت زیادہ پریشان ہو جاتے تھے جس سے یہ تماشائی عورتیں ہنستیں اور خوش ہوتیں بالآخر بی بی کلثوم نے مدینہ کی طرف رخ کر کے فریاد بلند کی۔اے ہمارے نانا ہماری خبر لیجئے! اسی لمحے مکان کی چھت بیٹھ گئی اور یہ عورتیں ہلاک ہو گئیں۔

جب تمام انتظامات مکمل ہو گئے یزید اپنی چھت کے کوٹھے سے جشن کے مناظر دیکھ کر مسرت کا اظہار کر رہا تھا۔جب قافلہ آگے بڑھا تو شور ہوا۔شہر میں داخلے کے وقت کوے چیخنے لگے۔ یزید نے خوشی میں شعر پڑھا۔

"اے کوے تو شور نہ مچا چپ رہ۔میں نے نبی سے اپنے قرضے چکا لئے"

قافلے کے داخلے کے دوران بی بی ام کلثوم نے شمر سے کہا کہ ایسے راستے سے لے چلو۔ جہاں رش کم ہو تماشائی نہ ہوں۔اور سروں کو ہم سے دور کر دو۔تا کہ لوگ ان کی طرف متوجہ رہیں۔ لیکن اس ملعون نے بی بی کی یہ خواہش رد کر دی۔اور کھچا کھچ بھرے بازار سے ہی لے کر آگے بڑھا۔

حافظ ابونعیم نے ایک جماعت سے نقل کیا ہے۔ جو دمشق میں اسیران کربلا کے داخلے کے وقت وہاں موجود تھی۔ کہ جب ہم دمشق پہنچے اور عورتوں اور قیدیوں کو بے نقاب داخل (شہر) کیا گیا۔ تو اہل شام نے کہنا شروع کیا کہ ہم نے اتنے حسین قیدی نہیں دیکھے ہیں۔ تم لوگ کہاں کے رہنے والے ہو۔ تو سکینہ بنت حسینؑ نے فرمایا ہم آل محمد کے قیدی ہیں جس کے بعد سب کو (جامع) مسجد کے زینہ پر کھڑا کر دیا گیا اور انہی کے درمیان علیؑ ابن الحسینؑ بھی تھے۔ آپ کے پاس ایک بوڑھا آیا اور کہنے لگا خدا کا شکر ہے کہ اس نے تمہیں اور تمہارے گھر والوں کو قتل کر دیا۔ اور فتنہ کی سینگ کاٹ دی۔ اور وہ یونہی برا بھلا کہتا رہا۔ یہاں تک کہ جب وہ خاموش ہو گیا۔ تو آپ نے اس سے فرمایا۔ تو نے کتاب خدا پڑھا ہے۔ اس نے کہا بے شک پڑھا ہے تو امام علیہ السلام فرمایا: کیا آیت مودت پڑھی ہے اس نے کہا بیشک! فرمایا: ہم وہی قرابتداران پیغمبر ہیں۔

فرمایا کیا آیت ”آیت ذوالقربی حقہ“ پڑھی ہے۔ کہا بیشک پڑھی ہے فرمایا: ہم وہی اقربا ہیں۔ فرمایا کیا آیت تطہیر پڑھی ہے اس نے کہا بیشک آپ نے فرمایا۔ ہم وہی اہلبیتؑ ہیں۔

یہ سن کر شامی نے آسمان کی طرف ہاتھ اٹھایا۔ اور کہا خدایا میں تیری بارگاہ میں توبہ کرتا ہوں اور دشمنان آل محمد سے بے زاری کا اظہار کرتا ہوں اور ان کے قاتلوں سے برات کرتا ہوں۔ میں نے قرآن ضرور پڑھا تھا لیکن سوچا بھی نہیں تھا کہ یہ حضرات وہی ہیں۔ (۱)

ابن عساکر نے ابن عمرو سے روایت بیان کی ہے کہ میں نے دیکھا واللہ سر مبارک حسین علیہ السلام کو نیزہ پر لئے جا رہے تھے اور میں شہر دمشق میں تھا اور آگے سر مبارک کے ایک شخص سورہ کہف پڑھ رہا تھا۔ جب اِس آیت پر پہنچا کہ کیا تو نے جانا کہ اصحاب کہف اور رقیم ہماری نشانیوں / قدرت کے عجوبہ تھے۔

تو گویا اللہ نے سر مبارک کو بزبان فصیح کر دیا۔

پھر کہا سر مبارک نے کہ عجب ہے۔ اصحاب کے قصے سے قصہ میرے قتل کا اور اٹھا لئے پھرتا ہے۔

---

(۱) مقتل خوارزمی۔

(۲) ایک جگہ ابراہیم بن طلحہ نامی شخص نے امام زین العابدین سے پوچھا "من الغالب" اس معرکے میں جیت کس کی ہوئی۔ امام نے کمال اطمینان کے ساتھ جواب دیا۔ جب نماز کا وقت آ جائے تو اذان کے بعد نماز کیلئے کھڑے ہو جانا خود ہی معلوم ہو جائے گا کہ فتح کس کی ہوئی ہے۔(۱)

دربار یزید میں داخلہ

یزید بڑی شان و شوکت سے دربار سجائے بیٹھا تھا سات سو کرسی نشینوں کا انتظام کیا گیا تھا اور عمائدین سلطنت، امراء، وزراء، سفراء جمع تھے جن میں روم کا سفیر بھی موجود تھا۔ اس کے بعد یزید نے اسیران اہلبیتؑ کو لانے کا حکم دیا۔ وہ سب اس حال میں لائے گئے۔ کہ سب رسیوں میں بری طرح جکڑے ہوئے تھے۔ بارہ افراد ایک ہی رسی سے باندھے گئے تھے۔ ان شرکاء نے جب بے پردہ سیدانیوں کی باوقار شخصیت اور طوق سلاسل میں ایک نورانی چہرے والے بیمار کو دیکھا تو دنگ رہ گئے۔ اور کوفے والوں کی طرح ایک دم انہیں خیال آیا کہ سرکاری ذرائع ابلاغ سے ان قیدیوں کے بارے میں جو کچھ تشہیر کی جاتی رہی۔ وہ درست نہیں لہٰذا معلومات حاصل کرنا بہت ضروری ہے۔

تشت میں دیگر شہداء کے ساتھ امام حسینؑ کا سر بھی اس کے سامنے پیش کیا گیا یزید شہداء کے سر دیکھ کر رجز پڑھنے لگا۔

کاش! میرے وہ بزرگ جو بدر میں قتل ہوئے۔ دیکھتے کہ میں نے فرزندان محمدؐ سے کیسا بدلہ لیا۔ بنی ہاشم نے سلطنت قائم کرنے کے لئے ڈھونگ رچایا تھا ورنہ نہ تو کوئی وحی آئی تھی اور نہ کوئی خبر اتری تھی۔(۲)

پھر یزید نے ایک اور شعر پڑھا۔

---

(۱) یزید بنیادی طور پر اسلام کی تعلیمات رسول اکرم سے لوگوں کی دلی محبت اور وابستگی کو ختم کرنا چاہتا تھا۔ جب تک رسول کا نام زندہ رہے گا۔ حسینیت فتح مندر ہے گی۔

(۲)۔ جنگ بدر جو کہ کفر و اسلام کی پہلی جنگ تھی۔ اس میں لشکر اسلام کی قیادت پیغمبر اکرم کے پاس تھی۔ جبکہ لشکر کفر کی سربراہی یزید کا دادا ابوسفیان کر رہا تھا۔ جنگ کے آغاز میں یزید کا نانا عتبہ ماموں ولید چچا شیبہ اور امیر معاویہؓ کا بھائی حنظلہ لشکر اسلام سے مبارزہ کرنے نکلے۔ اسلامی لشکر سے چند انصاری جوانوں نے جواب دیا۔ لیکن انہوں نے غرور میں آ کر انہیں اپنا ہم پلہ نہ ہونے کی وجہ سے مسترد کر دیا۔ اور کہا کہ محمد ہمارے ہم پلہ مقابل بھیجو آپ (بقیہ اگلے صفحہ پر)

ہم ان لوگوں میں سے ایک شخص کا سر کچل رہے ہیں جو ہمارے لئے نہایت سخت نافرمان اور ظالم تھا۔

پھر یزید قیدیوں کی طرف متوجہ ہوا۔ ایک ایک بی بی کا نام پوچھتا جاتا تھا۔ پھر امام زین العابدین سے پوچھا۔ اور کہنے لگا۔ میں خدا کا شکر ادا کرتا ہوں۔ جس نے تیرے باپ کو قتل کیا۔ اور سر امام کی طرف دیکھ کر کہا۔ اے حسینؑ تم نے مجھ سے سرکشی کی سزا پائی۔ اب تم نے دیکھ لیا۔ اللہ نے ان کا کیا حال کیا۔ حضرت علیؑ ابن حسینؑ نے قرآن مجید سے جواب دیا۔

یعنی جو مصیبتیں دنیا میں یا تمہارے او پر گزرتی ہیں وہ کتاب میں موجود ہیں قبل اس کے کہ ہم اس کو ظاہر کریں۔ یہ اللہ کے لئے آسان ہے۔ تاکہ جو تم کو نہیں ملا۔ اس پر افسوس نہ کرو۔ اور جو اللہ نے تم کو دیا ہے۔ اس پر خوشی نہ مناؤ۔ اللہ غرور کرنے والے اور فخر کرنے والے کو دوست نہیں رکھتا۔ (۱)

یزید نے اپنے بیٹے خالد سے کہا کہ وہ امام کو اس کا جواب دے۔ لیکن خالد کوئی جواب نہ دے سکا۔ تب یزید نے اس سے کہا۔ کہ تم ان سے کہو۔

یعنی جو کچھ تم پر گزرتا ہے۔ وہ تمہارا ہی کیا دھرا ہے۔ اور اللہ بیشتر سے تو درگزر کرتا رہتا ہے۔ (۲)

اس پر امام نے فرمایا۔ اے یزید! اے معاویہؓ ہند اور صخر کے بیٹے میرے باپ دادا کے

(بقیہ حصہ) اپنے چچا حمزہ بھائی علی اور پھوپھی زاد بھائی عبیدہ کو بھیجا یہ تمام افراد ہاشمی جوانوں سے لڑتے ہوئے مارے گئے جس پر یزید کی نانی ہندہ نے قسم کھائی کہ جب تک جناب حمزہ کا کلیجہ نہیں کھائے گی چین سے نہیں بیٹھے گی۔ اس نے اپنے غلام وحشی بن حرب کے ذریعہ جنگ احد میں اس مقصد کو حاصل کیا۔ عرب میں قبائلی جہالت میں عصبیت اور کینہ بہت زیادہ پایا جاتا تھا رسول اکرم نے اسلام کے ذریعہ اس جہالت کو خاصی حد تک دبا دیا تھا لیکن چونکہ بنی امیہ فتح مکہ کے موقعہ پر اس وقت مسلمان ہوئے جب ان کے پاس اور کوئی راستہ نہیں بچا تھا انہوں نے اسلام کی روح و مزاج کے مطابق اپنی تربیت نہیں کی۔ یزید نے اپنے کفر کے آباؤ اجداد سے تعلق جوڑ کر اپنی اصل طرز فکر اور اپنے کو ماقبل اسلام دور جہالت کی تہذیب واقدار سے جوڑتے ہوئے رسول اسلام سے اپنے کفر کے آباؤ اجداد کے بدلے کی بات کی ہے۔ (۱) سورۃ حدید آیت ۲۲، ۲۳۔ (۲) سورۃ شوریٰ آیت ۳۰۔

پاس نبوت اور حکومت اس وقت سے رہی ہے جب تو پیدا بھی نہ ہوا تھا۔ بدر، احد، اور احزاب کی جنگوں میں میرے دادا علیؑ ابن ابی طالب کے ہاتھ میں رسول اکرمؐ کا علم ہوتا تھا۔ اور تیرے باپ دادا کے ہاتھ میں کفار کا۔ وائے ہو تجھ پر اے یزید اگر تجھ کو معلوم ہوتا۔ تو نے میرے باپ اور ان کے خاندان کے ساتھ کیا سلوک کیا ہے۔ تو پھر تو پہاڑوں میں بھاگ جاتا۔ مٹی پر لیٹا رہتا اور چیختا پکارتا رہتا۔ بس اب تو سمجھ لے کہ قیامت کے روز تجھ کو لوگوں کے اجتماع میں ذلت اور ندامت کا سامنا کرنا پڑے گا۔

یزید کو امام سے اس قسم کے جواب کی توقع نہ تھی۔ وہ تو یہ سمجھ رہا تھا کہ یہ نوجوان جو مصائب کے سمندر عبور کر کے آیا ہے۔ مجھ سے مصالحت اور درگزر کی باتیں کرے گا۔ اپنے والد کے افعال سے اپنے کو کنارا کرنے کی کوشش کرے گا۔ یزید نے امام کے قتل کا حکم دیدیا۔ جناب زینب نے جب یہ دیکھا۔ کہ لاوارثوں کا آخری وارث بھی قتل ہو رہا ہے۔ زور سے گریہ کر کے اپنے بھتیجے سے چمٹ گئیں۔ اور اپنے جد امجد سے فریاد کرنے لگیں۔ کہ آپ کہاں ہیں۔ یزید کو آپ کے پیارے نواسے کو قتل کر کے بھی چین نہیں آیا۔ آج آپ کی نسل کو ہی منقطع کرنا چاہتا ہے۔ پھر یزید سے خطاب کیا۔ اے یزید تو خون اہلبیتؑ سے زمین کو سیراب کر چکا۔ اب سوائے اس فرزند کے ہمارا کوئی باقی نہیں۔ زینب کبریٰ کے ساتھ تمام مخدرات عصمت بھی اپنے نانا سے فریاد کرنے لگیں۔

اے خدا۔ ہمارے سب مارے گئے۔ ہم قید ہو گئے۔ یزید کو اب بھی صبر نہیں۔ وہ اب بھی اپنی تلوار ہماری گردنوں سے نہیں ہٹاتا۔ یزید نے دیکھا کہ درباریوں کے چہروں پر ناگواری کے اثرات صاف نظر آ رہے ہیں۔ اس نے خاموشی اختیار کر لی۔

یزید تسلسل سے امام کے چہرے سے چھڑی سے بے ادبی کر رہا تھا۔ اس موقع پر صحابی رسول حضرت ابو برزہ اسلمی موجود تھے۔ انہوں نے اسے اس بے ادبی سے روکا۔ اور کہا کہ میں نے اپنے کانوں سے سنا ہے۔ کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا۔ یہ دونوں سردار جوانان جنت ہیں۔ یزید نے انہیں دربار سے نکلوا دیا۔ اسی دوران ایک شامی سردار نے جناب سکینہ بنت حسینؑ کو کنیزی میں طلب کیا۔ بچی جناب زینب سے آ کر لپٹ گئی۔ بی بی نے حضرت سکینہ کو تسلی دیتے ہوئے اس شامی

شخص سے کہا۔تو غلط کہتا ہے۔نہ تجھے اختیار ہے نہ یزید کو۔اب یزید کا غصہ اور بڑھ گیا۔کہا تو جھوٹی ہے۔مجھے اختیار ہے۔جناب زینب نے فرمایا۔ہرگز تجھے یہ اختیار نہیں جب تک ہمارے دین کو چھوڑ کے کھلم کھلا کوئی دین نہ اختیار کر لے۔

یزید نے کہا کہ اس طرح مقابلہ کرو گی۔دین سے تمہارے باپ اور بھائی خارج ہو گئے اس پر بی بی نے جواب دیا دین خدا میرے باپ دادا اور نانا کا دین ہے جسے تو نے اور تیرے باپ دادا نے اختیار کیا۔

دربار یزید میں بی بی زینب سلام اللہ علیہا نے خطبہ ارشاد فرمایا۔یزید اس کی اجازت نہیں دے رہا تھا۔لیکن دربار میں اب تک ہونے والی کارروائی سے حاضرین پر شدید اثرات مرتب ہوئے۔وہ اب اصل حقائق جاننا چاہتے تھے۔لوگوں کے دباؤ کی وجہ سے یزید اجازت دینے پر مجبور ہو گیا۔

دربار یزید میں حضرت بی بی زینب کا خطبہ

حمد و سپاس اللہ کیلئے اور درود و سلام میرے پدر بزرگوار محمد مصطفیٰ اور ان کے پاک اور نیک اہلبیت پر۔

کتنی سچائی ہے۔خداوند عالم کے اس ارشاد میں کہ۔

''آخر کار جن لوگوں نے برائیاں کی تھیں۔ان کا انجام برا ہوا۔اس لئے انہوں نے اللہ کی نشانیوں کو جھٹلایا تھا۔اور وہ ان کی ہنسی اڑاتے تھے۔(۱)

کیوں یزید! زمین و آسمان کے تمام راستے ہم پر بند کر کے اور خاندان نبوت کو عام قیدیوں کی طرح دردر پھرا کر تو نے یہ سمجھ لیا۔کہ خدا کی بارگاہ میں ہمارا جو مقام تھا اس میں کوئی کمی آ گئی۔اور تو خود بڑا عزت دار بن گیا۔پھر تو اس خام خیالی کا شکار ہے کہ وہ المیہ جس سے ہمیں تیرے ہاتھوں دوچار ہونا پڑا۔اس سے تیری وجاہت میں کچھ اضافہ ہو گیا۔اور شاید اسی غلط فہمی کے باعث تیری ناک اور چڑھ گئی۔اور غرور کے مارے تو اپنے کندھے اچکانے لگا۔ہاں یہ سوچ کر تو خوشی سے پھولے نہیں سما رہا ہے کہ تیری مستبدانہ حکومت کی حدیں بہت پھیل چکی ہیں۔اور تیری سلطنت کی نوکر

---

(۱) سورۃ روم آیت۔۱۔

شاہی بڑی مضبوط ہے۔

اور ہوسکتا ہے کہ یہ بھی سمجھ بیٹھا ہو کہ خلاق عالم نے ہماری مملکت میں تجھے بغیر کسی خطرے کے پھیل پھیل کر اطمینان سے اپنا حکم چلانے اور من مانی کرنے کا یہ موقعہ دیا ہے۔

ٹھہر یزید۔ ایک دو سانسیں۔ اور لے لے پھر دیکھ کیا ہوتا ہے۔ دراصل تو رب ذوالجلال کے اس فیصلے کو بھلا بیٹھا ہے۔ کہ " کفر اختیار کرنے والے یہ گمان نہ کریں کہ ہم جو انہیں مہلت دیئے جاتے ہیں۔ وہ ان کے حق میں کوئی بہتری ہے ہم تو انہیں اس لئے ڈھیل دے رہے ہیں کہ یہ خوب جی بھر کر گناہ سمیٹ لیں۔ اسکے بعد ان کے واسطے سخت ذلت آمیز سزا اور رسوا کرنے والا عذاب ہے"۔(۱)

اے ہمارے آزاد کئے ہوئے لوگوں کی اولاد کیا (۲) یہی عدل ہے اور اس کو انصاف کہتے ہیں کہ تیری عورتیں اور کنیزیں تک پردے میں ہوں۔ اور نبی زادیوں کی چادریں چھین کر انہیں بے پردہ سر برہنہ ایک شہر سے دوسرے شہر کشاں کشاں لے جایا جائے۔

ہاں یزید! تو نے ہی ہمیں ان حالوں تک پہنچایا ہے۔ ہم بے وارثوں کا قافلہ جس جگہ پہنچتا ہے۔ جہاں سے کوچ کرتا ہے۔ وہاں تماشائیوں کا رش لگ جاتا ہے۔ ہر قسم کے لوگ ہر طرح کے آدمی، راہ راہ، منزل منزل جوق در جوق، دور و نزدیک سے ہمیں دیکھنے کے لئے جمع ہو جاتے ہیں۔ اس کاروان کا نہ کوئی ساتھی ہے اور نہ حمایتی، نہ دوست نہ نگہبان،

ہاں۔ مگر جس کا تعلق ہمارے بزرگوں کا کلیجہ چبانے والی (نسل) سے ہو۔(۳) اس

---

(۱) سورۃ آل عمران آیت ۱۷۸۔ (۲) فتح مکہ کے وقت حضور نبی کریم نے تمام اہل مکہ کو آزاد کر دیا تھا۔ اسی حوالے سے فتح مکہ کے وقت مسلمان ہونے والوں کو "طلقاء" کہا جاتا تھا۔ ابوسفیان اور امیر معاویہ بھی فتح مکہ کے موقع پر مسلمان ہوئے تھے۔ یہ بھی اسی عام معافی میں شامل تھے۔ جو حضور نے تمام لوگوں کو دی تھی۔

(۳) اس سے مراد یزید کی دادی ھندہ ہے جس نے جنگ احد میں سید الشہدا حمزہ کی لاش کا مثلہ کیا اور آپ کا کلیجہ نکال کر چبایا۔ بنو امیہ اور بنی ہاشم میں قبل اسلام سے حق و باطل کی چپقلش چلتی آ رہی ہے۔ حضرت ہاشم کا مقابلہ امیہ سے رہا۔ عبدالمطلب کی مخالفت حرب کرتا رہا۔ حضور کا مخالف ابوسفیان رہا۔ حضرت علیؑ اور امام حسنؑ کی سب سے زیادہ مخالفت امیر معاویہؓ نے کی۔ اور امام حسینؑ اور دیگر آل رسول کو یزید نے شہید کیا۔ بعد میں بھی ۹۰ برس بنی امیہ کے حکمران مدینہ شریف کی تاراجی خانہ کعبہ میں سنگ باری اور دیگر اہلبیت کے قتل و غارتگری میں مصروف رہے۔

سے کسی رعایت کی کیا توقع ہوسکتی ہے اور جس کا گوشت پوست ہمارے شہیدوں کے خون سے وجود میں آیا ہو۔ بھلا اس کے دل میں ہمارے لئے کوئی نرم گوشہ کہاں پیدا ہوسکتا ہے۔

ہاں۔ہاں۔ جو اہلبیتؑ عصمت وطہارت کی دشمنی میں انگاروں پر لوٹ رہا ہو۔اس سے کب یہ امید باندھی جاسکتی ہے کہ وہ حقیقتوں کے بارے میں بھی ٹھنڈے دل سے غور بھی کرے گا۔

اے یزید! تو احساس جرم کے بغیر اور جس ڈھٹائی سے کہتا چلا جارہا ہے۔کہ اگر اس وقت میرے اسلاف مجھے دیکھتے تو کتنے شاد ہوتے۔وہ مجھے شاباشی دیتے اور کہتے یزید! تیرے دست وبازو کو نظر نہ لگے تو نے محمد کے گھرانے سے کیا خوب انتقام لیا۔

یزید! تو جو کچھ کررہا ہے اور جو کچھ کہتا چلا جارہا ہے وہ تیری اندرونی کیفیت کا اظہار ہے۔ذرا دیکھ تو سہی بے ادب اپنی چھڑی سے جس ہستی کے مقدس ہونٹوں کے ساتھ گستاخی کررہا ہے۔نوجوانان جنت کا سردار ہے۔تو نے محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پیاروں کا خون بہا کر اور عبدالمطلب کے جانثاروں کو خاک میں ملا کر اپنے سوکھے ہوئے زخموں کو پھر سے ہرا اور بھرے ہوئے گھاؤ کو کچھ اور گہرا کردیا ہے۔اور اس پر سے تو اپنے پرکھوں کو بھی پکار رہا ہے۔اپنے گڑے ہوئے مردوں کو بھی آواز دے رہا ہے۔(۱)

---

(۱) قرآن مجید میں بنوامیہ کو شجرہ خبیثہ و شجرہ ملعونہ سے تشبیہ دی گئی ہے۔

اور کلمہ خبیثہ کی مثال ایسی ہے جیسے ایک خبیث درخت جو زمین کے اوپر ہی سے اکھاڑ دیا جائے۔اور اس کے لئے دوام نہ ہو۔(سورۃ بنی اسرائیل آیت ۶۰) ارشاد ہوتا ہے۔

"اور ہم نے آپ کو جو خواب دکھایا تھا۔وہ صرف لوگوں کی آزمائش کیلئے تھا جس طرح قابل لعنت شجرہ بھی انسان کی آزمائش کے لئے تھا"۔(سورۃ بنی اسرائیل آیت ۶۰)

علامہ طبری لکھتے ہیں اس میں کوئی اختلاف نہیں کہ اللہ کی مراد اس ملعون شجرہ سے خاندان بنوامیہ ہے۔(تاریخ طبری حصہ ۳ جلد ۴) حافظ سیوطی تفسیر درمنثور میں صحیح سند سے روایت کرتے ہیں کہ آپؐ نے خواب دیکھا کہ بنی امیہ میرے منبر پر اچھل رہے ہیں جیسے بندر۔حضرت اس کے بعد پھر کبھی نہیں ہنسے اور اس درخت بنوامیہ پر لعنت کی گئی ہے۔

ابن مسعود کہتے ہیں حضور اکرم نے فرمایا۔ہر دین پر ایک آفت ہوتی ہے اس دین کی آفت بنوامیہ ہیں (کنزالعمال) حموان عینی کہتے ہیں آنحضرت نے تین دفعہ فرمایا بنی امیہ کے لئے تباہی ہو۔(صابہ فی تمیز صحابہ جلد ۱ صفحہ ۳۵۳)

اور اس سے بے خبر کہ عنقریب تو خود بھی اس گھاٹ اترنے والا ہے جہاں وہ ہیں اور جب تو اپنے سگوں کے پاس پہنچ جائے گا۔ تو پھر رہ کر تیرا دل یہ چاہے گا کہ کاش نہ زبان میں سکت ہوتی اور نہ ہاتھوں کو جنبش، تاکہ جو کہا ہے وہ نہ کہتا اور جو کیا ہے وہ نہ کرتا۔

پروردگار! تو ان ظالموں سے ہمارا حق دلا دے۔ اور ان ستمگروں سے ہمارے بدلے چکا دے۔ بارالہا! جن جن سفاکوں نے ہمارا لہو بہایا ہے اور ہمارے طرفداروں کو قتل کیا ہے۔ ان پر اپنا غضب نازل فرما قسم بخدا۔ اے یزید تو نے خود ہی اپنی کھال نوچی ہے۔ اور اپنے ہاتھوں اپنے گوشت کی تکہ بوٹی کی ہے۔

بہت جلد وہ وقت آنے والا ہے کہ تجھے انتہائی ذلت وخواری کے عالم میں اللہ کے رسول کا سامنا کرنا پڑے گا۔

تم نے نبی کی ذریت کو خاک وخون میں غلطاں کیا ہے اور ان کی عزت ان کے پیاروں کو نشانہ ستم بنا کر ان کی حرمت زائل کیا ہے۔

یزید جب تو اپنے ان سنگین جرائم کا بوجھ اٹھائے قیامت کے دن خدا کی عدالت میں پیش ہوگا تو پھر دیکھنا کہ داد محشر کس عنوان سے ریاض رسالت کے بکھرے ہوئے پھولوں کو اکٹھا کر کے ہر برگ وگل کو آماجگاہ صد بہار قرار دیتا ہے اور وہ منصف حقیقی کس طرح جور و جفا کرنے والے باغیوں سے ہم کو ہمارا حق دلاتا ہے۔

اس پیدا کرنے والے کا ارشاد ہے۔

"جو لوگ اللہ کی راہ میں قتل ہوتے ہیں انہیں مردہ نہ سمجھو۔ وہ تو در حقیقت زندہ ہیں اپنے رب کے پاس سے رزق پا رہے ہیں" (۱)

سن یزید سن! تیرے لئے تو بس اتنا ہی جاننا کافی ہے کہ بہت جلد خدائے ذوالجلال فیصلہ دے گا۔ محمد مصطفیٰ مدعی ہونگے اور جبریل امین مدد کرینگے۔

ہاں وہ لوگ بھی اسی ہنگام میں اپنا انجام دیکھ لیں گے۔ جنہوں نے زمین ہموار کر کے

---

(۱) سورۃ آل عمران آیت ۱۶۰

تجھے اس جگہ تک پہنچایا۔ اور پھر اللہ رسول کا کلمہ پڑھنے والوں کی گردنوں پر مسلط کرایا۔

جب حساب و کتاب کا وقت آئے گا تب ہی پتہ چلے گا کہ جو زیادتیاں کرتے ہیں ان کو کتنی بری سزا ملتی ہے۔

اور اس لمحے یہ بھی واضح ہو جائے گا کہ کسے بدترین جگہ دی گئی اور کس کے ساتھی کس درجے کے بودے نکلے۔

اے یزید! یہ تو زمانے کا انقلاب ہے کہ مجھے تجھ جیسے آدمی سے بات کرنے پر مجبور ہونا پڑا۔ تجھے تو میں بہت چھوٹا اور بے وقعت سمجھتی ہوں البتہ تیری سرزنش کو بڑا اور تیری ملامت کو ایک اچھی بات قرار دیتی ہوں۔ ہاں تجھ سے مخاطب ہونے کی وجہ صرف یہ ہے کہ آنکھوں میں آنسو امنڈ رہے ہیں اور کلیجے سے آہیں نکل رہی ہیں۔

کس قدر حیرت کا مقام ہے کہ وہ خاصان خدا جنہیں اس نے عزوشرف دے کر سرفراز فرمایا وہی فتح مکہ کے دن ہمارے آزاد کئے ہوئے شیطان صفت گروہ کے ہاتھوں تہ تیغ ہوں۔

آہ، آہ دشمن کی آستین سے ابھی تک ہمارے شہیدوں کا لہو ٹپک رہا ہے آج بھی ان کے لب ودندان پر ہمارا گوشت چبانے کے نشان موجود ہیں۔

اُف! ان کشتگان راہ تسلیم کے پاک و پاکیزہ (۱) اجسام دامن صحرا میں بے گور و کفن پڑے ہیں۔

اے یزید! اگر آج ہمیں جنگی قیدی بنا کر تو سمجھ رہا ہے کہ کچھ حاصل کر لیا۔ تو یاد رکھ کل تجھے

---

(۱) قرآن مجید میں اللہ پاک نے کلمہ طیبہ کی مثال شجرہ طیبہ سے دی ہے جس سے مراد رسول اور ان کے اہلبیت ہیں ارشاد باری تعالیٰ ہے۔

"کیا تم نے نہیں دیکھا کہ اللہ پاک نے کسطرح کلمہ طیبہ کی مثال پیش کی جیسے ایک پاک پاکیزہ درخت ہو جس کی جڑیں (زمین میں) راسخ ہوں۔ اور جس کی شاخیں آسمانوں میں بلند ہوں۔ اور وہ ہر آن اپنے پروردگار کی اجازت سے پھل دے رہا ہو"۔ تمام مفسرین اس آیت کی تشریح میں متفق ہیں۔ کہ اس پاکیزہ درخت کی جڑیں رسول اکرم اور شاخیں اہلبیت ہیں یزید کے بیٹے معاویہ نے اپنے خطبہ میں کہا۔ شجرہ طیبہ سے خاندان رسول علی و فاطمہ و حسن و حسین مراد ہیں۔ (حیواۃ حیوان دمیری جلد اصفحہ ۵۴) اور پھر تخت و تاج چھوڑ کر جنگل میں نکل گیا۔

اس کے مقابلے میں سخت نقصان اٹھانا پڑے گا۔

اور یہ بات نہ بھولنا۔ کہ تو اپنے اعمال کی صورت میں جو بھیجے گا۔ بس وہی پائے گا۔ نیز رب العالمین اپنے بندوں پر کبھی ظلم نہیں کرتا۔ ہم اللہ کے سوا نہ کسی سے اپنا حال کہتے ہیں اور نہ کسی کے پاس فریاد لے کر جاتے ہیں صرف اسی کی ذات پر ہمارا بھروسہ ہے اور وہی ہم سب کا مرکز اعتماد ہے۔

اے یزید! تیرے مکر وفریب کا جتنا ذخیرہ ہے۔ اسے جی کھول کر کام میں لے آ۔ ہر طرح کی سعی و کوشش میں کوئی دقیقہ نہ اٹھا رکھنا اپنی سیاسی جدو جہد کو مزید تیز کر دے۔ اور ہاں ساری حسرتیں نکال لے تمام آرزوئیں پوری کر لے۔

مگر اس کے باوجود تو نہ تو ہماری شہرت کو کم کر سکتا ہے اور نہ ہی اس موقف سے کہ ہمیں جو مقبولیت حاصل ہے اسے متاثر کر سکے، پھر یہ بھی تیرے بس میں نہیں کہ ہماری فکر کو پھیلنے اور ہمارے پیغام کو نشر ہونے سے روک دے (۱)۔ نیز تو ہمارے مقصد کی گہرائی تک پہنچنے اور غرض و غایت کی گہرائی کو سمجھنے سے بھی قاصر ہے۔

یزید! تیری فکر غلط ہے تیری رائے خام ہے۔ تیری زندگی کے محض چند دن باقی رہ گئے ہیں۔ تیری بساط الٹنے والی ہے اور بہت جلد تیرے ساتھیوں کا شیرازہ بھی بکھرنے والا ہے۔

اسکے علاوہ وہ دن بھی قریب ہے جب منادی آواز دے گا۔ ہاتف غیبی کہے گا کہ ظالموں پر خدا کی لعنت (۲)۔ اور حمد و سپاس اللہ کے لئے جو تمام جہانوں کا پروردگار ہے وہ رب الارباب! جس نے ہمارے پیشرو اور بزرگوں کو انجام کار خیر و سعادت کے خزانہ آمرہ سے افتخار بخشا اور ہماری شخصیتوں کو شہادت و رحمت کی نعمت عظمیٰ سے سرفراز کیا۔ ارحم الراحمین ہمارے شہداء کے ثواب کو کمال، ان کے اجر کو فراوان اور ان کے وارثوں اور جانشینوں کو اپنے حُسن کرم سے بہرہ مند فرمائے۔ یقیناً وہ بڑا مشفق اور حد درجہ مہربان ہے۔

ہمارے لئے اللہ کافی ہے۔ اور وہی بہترین کارساز ہے۔ (۳)

---

(۱) آج پوری دنیا میں جس فکر کو سب سے زیادہ منطقی، عقلی، علمی اور فطری سمجھا جاتا ہے وہ اسلام ناب کی تعلیمات ہیں۔

(۲) سورہ ھود آیت ۱۸ (۳) سورہ آل عمران آیت ۱۷۳

بی بی زینب کبریٰ نے یزید اور اس کے بہی خواہوں کے مجمع میں جسطرح اس کی حکومت، شخصیت اور اسکے اور اس کے خاندان کے اعمال کے تارو پود بکھیرے اور اس کی حکومت کی اہانت کی اس سے نہ صرف علیؑ کی شیرنی سی بیٹی کی شجاعت وشہامت کا سارے دربار پر سکہ بیٹھ گیا۔ اور کچھ دیر پہلے تک جو بنی امیہ کے منفی پروپیگنڈے کے اثرات ذہنوں میں جمع ہوئے تھے۔ وہ بھی زائل ہونے لگے۔ یزید اس دربار کی کارروائی اور بی بی زینب کی تقریر کے اثرات دور کرنا چاہتا تھا۔ اسے اس بات کا شدید دکھ تھا کہ دمشق جہاں سفیانی اسلام کی ترویج کی گئی تھی اور عوام میں اس قسم کی احادیث کا پرچار کر کے بنی امیہ کی حکومت کو مقدس اسلامی خلافت اور نبی کریم ﷺ کی حقیقی جانشین متعارف کرایا گیا تھا۔ بنی امیہ کی مخالفت اللہ اور اس کے رسول کی مخالفت اور امت میں تفرقہ ڈالنے کی کوشش کہا جاتا تھا۔ چوں کہ لوگ نئے نئے مسلمان ہو رہے تھے انہیں حقائق کا علم نہیں تھا۔ ان کے سامنے ریاستی ادارے اور ریاست سے وابستہ مذہبی قیادت جس قسم کا دین اور جو کچھ باور کراتی لوگ اس کو آمنا وصدقنا قبول کرتے تھے۔ بالکل عربی کے اس مقولہ کے مصداق۔

"الناس علی دین ملوکھم"

لوگ زیادہ تر بادشاہوں کے مذہب کے پیروکار ہوتے ہیں۔

یزید نے صبح دربار کی بدمزگی دور کرتے ہوئے سفیانی اسلام کی گزشتہ ۳۵ برس کی روش کے مطابق جامع مسجد میں ظہر کی نماز میں امام زین العابدین کو بلوایا۔ اور ان کی موجودگی میں درباری مولوی کو وہی رٹی رٹائی تقریر علیؑ اور اولاد علیؑ کے خلاف کرنے کا حکم دیا۔

خطیب نے اہلبیتؑ کے خلاف پورے زور وشور سے تقریر کی۔ انہیں اسلام دشمن، کافر اور امت کے اتحاد میں تفرقہ ڈالنے والا قرار دیا۔ خطیب نے جیسے ہی اپنی شعلہ بیانی ختم کی۔ امام زین العابدین اٹھ کر کھڑے ہوئے اور خطیب کو مخاطب کر کے کہا تو نے رضائے الٰہی پر رضائے مخلوق کو ترجیح دی خدا تیرا پیٹ آتش جہنم سے بھرے۔ اصول تو یہ ہونا چاہئے۔ امام نے جیسے ہی یہ بات کی یزید نے مداخلت کرتے ہوئے امام کو بٹھانا چاہا۔ مورخ لکھتے ہیں کہ بالکل وہی دربار والی کیفیت یہاں بھی پیدا ہوگئی۔ یزید کو لینے کے دینے پڑ گئے مجمع بضد تھا کہ اس نوجوان کو بھی اس کے جواب کا

حق ملنا چاہئے۔ کہ جسے ہم عرصہ دراز سے یکطرفہ سن رہے ہیں۔ اور جواب ہمارے ایمان کا حصہ بن چکا ہے۔ بالآخر یزید کو عوامی ہجوم کے سامنے دوبارہ گھٹنے ٹیک دینے پڑے۔ امام منبر پر تشریف لے آئے پہلی بار ۳۵ برس میں اہل شام کو کہ جب سے وہ مسلمان ہوئے تھے اہلبیتؑ کے کسی فرد کو خود اسٹیج پر سننے اور دیکھنے کا موقع ملا۔ امام نے حمد وثناء کے بعد تقریر شروع کی۔

ایھا الناس۔ خدا نے ہمیں چھ چیزیں عنایت کی ہیں اور ہمیں سات بزرگیاں عطا کی ہیں ہم کو دیا گیا ہے علم، حلم، سخاوت، فصاحت، شجاعت، اور اہل ایمان کے قلب میں ہماری محبت ہماری بزرگیاں یہ ہیں اللہ کے منتخب نبی ہم میں سے ہیں۔ صدیق (علیؑ)، طیار (جعفر)، اسد اللہ (حمزہ)، سیدۃ نساء العالمین (فاطمہ) سبطین امت وسید شباب اہل الجنت (حسنؑ وحسینؑ) ہمارے ہی بزرگ ہیں جس نے مجھے پہچان لیا۔ اور جس نے نہیں پہچانا۔ اس سے اپنا تعارف کرا رہا ہوں۔

میں مکہ ومنیٰ کا فرزند ہوں میں زمزم وصفا کا لال ہوں میں اس کا فرزند ہوں جس نے ردا میں زکواۃ کو اٹھا کر غریبوں تک پہنچایا ہے میں بہترین لباس اور ردا والے کا فرزند ہوں۔ میں بہترین زمین پر قدم رکھنے والے کا لال ہوں۔ میں بہترین طواف وسعی کرنے والے اور بہترین صحیح وتلبیہ ادا کرنے والے کا فرزند ہوں۔ میں اس کا فرزند ہوں جسے براق پر سوار کرایا گیا۔ میں اس کا جگر گوشہ ہوں جسے راتوں رات مسجد حرام سے مسجد اقصیٰ تک لے جایا گیا اور کیا بے نیاز اور پاکیزہ صفات ہے وہ جاننے والا، میں اس کا نور نظر ہوں جسے جبرئیل سدرۃ المنتہیٰ تک اپنے ساتھ لے گئے، میں اس کا فرزند ہوں جس نے تقرب کی تمام منزلیں طے کر کے اپنے کو دو کمانوں کے فاصلے تک پہنچا دیا میں اس کا لال ہوں جس نے ملائکہ کے ساتھ نماز ادا کی، میں اس کا پارہ دل ہوں جس سے رب جلیل نے وحی کے ذریعہ راز کی باتیں کیں میں محمد مصطفےٰ کا بیٹا ہوں میں علیؑ مرتضی کا جگر گوشہ ہوں۔ میں اس کا لال ہوں جس نے کفار کی ناک رگڑ دی یہاں تک کہ (انہوں) نے کلمہ پڑھ لیا۔

میں اس کا وارث ہوں جس نے رسول اکرمؐ کے سامنے دو تلواروں سے جنگ کی، دو نیزوں سے نیزہ بازی کی، دو قبلوں کی طرف نماز پڑھی، دو بیعتوں میں حصہ لیا اور دو ہجرتیں کیں۔ اس نے بدر وحنین کے معرکے سر کئے اور ایک پلک جھپکنے کے برابر بھی شرک نہیں کیا۔ میں صالح المومنین کا

فرزند ہوں۔ میں وارث النبیین، قاتل الملحدین، یعسوب المسلمین، نور المجاہدین، زین العابدین، تاج البکائین، اجر العابدین، افضل القائمین، من آل یسین ورسول رب العالمین، تاج البکائیں کا فرزند ہوں میں اس کا پارہ دل ہوں جس کی جبرئیل کے ذریعہ تائید اور میکائل کے ذریعہ مدد کی گئی، میں حرم مسلمین کے محافظ کا جگر گوشہ ہوں، میں بیعت شکن منحرف اور دین سے نکل جانے والوں سے جہاد کرنے والے نواصب سے جنگ کرنے والے اور تمام قریش میں سب سے زیادہ افضل انسان کا وارث ہوں، میں اس کا وارث ہوں جس نے سب سے پہلے دعوت الٰہی پر لبیک کہی، جو سب سے پہلا صاحب ایمان تھا۔ ظالموں کی کمر توڑنے والا، مشرکین کو ہلاک کرنے والا، منافقین کے حق میں سہم ترکش، الٰہی کلمہ، عابدین کی زبان، دین خدا کا مددگار، امر خدا کا مددگار، امر خدا کا ولی، حکمت الٰہی کا باغ، علم الٰہی کا خزانہ، جواد و کریم، زیرک و ذکی، رضی و مرضی، مجاہد و باہمت صابر و روزہ گزار مہذب و نیک کردار، بہادر وشجاع، اصلاب کا قطع کرنے والا، دشمنوں کی صفوں کا برہم کرنے والا، سب سے زیادہ مطمئن قلب، سب سے زیادہ صاحب اختیار، سب سے زیادہ فصیح و بلیغ، سب سے زیادہ صاحب عزم وعزیمت، سب سے زیادہ صاحب حوصلہ و ہمت، شیر نیستان شجاعت، باران رحمت، میدان جنگ میں نیزوں کی باہمی آویزش اور گھوڑوں کی باہمی دو دوش کے موقع پر ظالموں کو پیس ڈالنے والا اور انہیں ذرات کی طرح ہوا میں اڑا دینے والا، حجاز کا شیر، صاحب اعجاز، عراق کا سردار، نص واستحقاق کا امام، مکی، مدنی، ابطحی، تہامی، بدری، احدی، بیعت شجرہ وہجرت کا مجاہد، عرب کا سردار، میدان جنگ کا شیر، شعرین کا وارث، سبطین کا والد، مظہر العجائب وغرائب، برہم کن تہ لشکر، شہاب ثاقب، نور عاقب، اسد اللہ الغالب کل غالب تھا یعنی میرا جد علیؑ ابن ابی طالب ہیں، فاطمۃ الزہرا علیہا السلام سیدۃ النساء، طاہرہ، بتول، بضعۃ الرسول کا فرزند ہوں۔

اپنے گھرانے کا اتنا تعارف کرانے کے بعد آپ نے مصائب کربلا کا تذکرہ شروع کر دیا اور میں اسکا فرزند ہوں جسے کربلا میں پیاسا شہید کر دیا گیا۔ اس سے لوگوں میں ایک کہرام برپا ہو گیا۔ مسجد میں لوگ چیخ چیخ کر گریہ کرنے لگے، تاریخ لکھتی ہے کہ اس وقت یزید کو بغاوت کا

خوف لاحق ہوا اس نے قبل از وقت موذن کو اذان کا حکم دیدیا تا کہ امام اپنی تقریر کا سلسلہ بند کر دیں جب موذن نے کہا ''اللہ اکبر'' تو آپ نے فرمایا یقیناً اللہ سے بڑی کوئی شے نہیں جب اس نے ''اشہدان لا الہ الا اللہ'' کہا تو امام نے فرمایا میرے خون، گوشت اور جسم کا رواں رواں اس بات کی گواہی دیتے ہیں۔ جب موذن نے ''اشہدان محمد رسول اللہ'' کہا تب علیؑ ابن الحسینؑ نے یزید کی طرف رخ کر کے کہا۔ یہ محمد میرے نانا ہیں یا تیرے۔ اگر تو یہ سمجھتا ہے کہ یہ تیرے نانا ہیں۔ تو یقیناً تو جھوٹا ہے اور کافر ہو گیا۔ لیکن اگر تو یہ مانتا ہے کہ وہ میرے نانا ہیں۔ تو پھر تو نے ان کی عترت کو کس لئے قتل کیا۔ یزید کے پاس اس کا کوئی جواب نہیں تھا وہ خاموش رہا۔

لوگوں کے نالہ وزاری اور امام کی تقریر کے اثرات سے یزید گھبرا گیا۔ اور وہ اٹھ کر اپنے محل میں چلا گیا۔ تھوڑی ہی دیر میں سارے دمشق شہر میں یہ خبر جنگل کی آگ کی طرح پھیل گئی کہ جن لوگوں کو حکومت اسلامی کے باغی قرار دے کر جو قیدی لائے گئے ہیں وہ خاندان رسالت کے ماہ وانجم ہیں اور مسلمان دن میں ہر فرض نماز میں انہی پر دُرود وسلام بھیجتے ہیں۔ لیکن ان کی پہچان اور معرفت نہیں تھی۔

یزید نے اہلبیتؑ کے قیدیوں کو قید خانے بھجوا دیا۔ جہاں ایک دن نہال بن عمر سے امام کی ملاقات ہوئی۔ انہوں نے امام کا حال دریافت کیا۔ امام نے فرمایا: ہم کو آل فرعون کے درمیان بنی اسرائیل کی مانند سمجھو کیونکہ وہ بھی ان کے بیٹوں کو قتل کر دیتے اور عورتوں کو زندہ چھوڑتے تھے۔ امام نے نہال سے مزید فرمایا۔ عربوں نے عجمیوں پر فخر کرنا شروع کیا۔ کہ محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ان میں سے ہیں۔ قریش نے سارے عرب پر فخر کیا کہ محمدؐ ان میں سے ہیں۔ ایک ہم ان کے گھرانے والے ہیں لیکن ہمیں قتل کر ڈالا گیا۔ اور ہم کو بے گھر کر دیا گیا۔ اس طرح ہمارے دن رات گزر رہے ہیں۔ یعنی دمشق میں ہمیں ایسے تنگ کیا گیا جیسے زنجبار کا ایک غلام جس کا کوئی ولی وارث نہیں ہوتا دمشق اور عالم اسلام میں جوں جوں لوگوں کو ان واقعات کا علم ہو رہا تھا ان میں غم وغصہ حکومت سے نفرت اور بغاوت کے آثار پیدا ہونے شروع ہو گئے جگہ جگہ ہنگاموں کی خبریں مل رہی تھیں کوفہ اور جن شہروں سے قافلہ گزرا تھا۔ حلب، بعلبک، موصل، حماۃ، سیہور اور خراسان، کرمان، سیستان مکران، توران سے مسلسل

تعزیتی اور ماتمی اجتماعات کی اطلاعات مل رہی تھیں اور لوگ باقاعدہ یزیدی افراد پر حملے کر رہے تھے۔خود یزید کے اپنے گھر میں اس کی بیوی ہند نے یزید سے شدید ناراضگی اور غم و غصے کا اظہار کیا۔یزید کا اپنا بیٹا معاویہ یزید کا سب سے بڑا مخالف ہوگیا۔اور اکثر اپنے گھرانے کے افعال پر پشیمانی کا اظہار کرتا۔یزید کے اپنے کزن،مروان کے سگے بھائی یحییٰ بن حکم نے بھرے دربار میں یزید پر تنقید کرتے ہوئے یہ اشعار پڑھے۔

کیا غضب ہے کہ عبیداللہ ابن زیاد ایسے کمینے اور دوغلے حسب ونسب والے شخص کی بدنام دادی سمیہ کی نسل تو کنکریوں کی طرح پھیلے اور فرات کے کنارے رسول اکرمؐ کی نسل قطع ہو جائے۔

ہر کوچہ و بازار میں یہی تذکرہ تھا۔لوگ اس بات پر حیرت زدہ تھے کہاں اسلام میں آل محمد اتنی فضلیت و مرتبہ رکھتے ہیں ہمیں اس کا پتہ بھی نہیں چلا۔شاید اس کی وجہ یزیدی نوکر شاہی کے زیر اثر درباری علماء تھے جو صرف بنوامیہ اور ان کے ہم فکر افراد کی تعریف وتوصیف میں لگے رہتے ان کی شان میں حدیثیں گھڑ کر لوگوں کو سناتے۔اسی مذہبی طبقے نے بنوامیہ کی استبدادیت کو مضبوط کیا اور مقدس دینی لباس پہنایا ہوا تھا۔واقعہ کربلا کے بعد بنوامیہ کے خلاف نفرت نے ایک تحریک کی شکل اختیار کرلی تھی لوگ تعزیتی جلسے،شہدا کے مرثیے کہہ رہے تھے۔اس زمانے کے ایک مشہور شخص سہل شہرزوری نے ایک بوڑھے سے دریافت کیا تو اس نے شعر پڑھا۔

یعنی خاندان ہاشم کے فرد فرید اور نینوا کے شہید کے قتل نے مسلمانوں کے گلے میں ذلت کا طوق ڈال دیا اور واقعا پوری قوم رسوا ہوگئی۔

اب یزید اس تنقید سے بچنے کے راستے سوچنے لگا۔اس نے اپنی سابقہ پالیسی یک لخت تبدیل کرلی۔اس نے اپنے کو بری الذمہ قرار دیتے ہوئے ابن زیاد کو ذمہ دار قرار دینا شروع کردیا۔لوگوں کے سامنے اپنی صفائیاں پیش کرنے لگا،راتوں کی نیند اڑ گئی۔سوتے سوتے چیخ کر اٹھ بیٹھتا اور کہتا مالی وللحسینؑ میں نے یہ کیا کیا۔

اب اس نے اسیران سے اپنا رویہ تبدیل کرلیا۔اور امام کو بلا کر کہا کہ میں آپ لوگوں کو اس

کا خون بہادینا چاہتا ہوں۔امام نے سختی سے اس کی تجویز ٹھکرادی۔

یزید نے امام سے کہا کہ آپ لوگوں کو رہا کیا جاتا ہے۔چاہیں تو یہیں شام میں رہیں یا مدینہ چلے جائیں۔امام نے یزید کے سامنے شرائط رکھیں۔ہمارے لوٹے ہوئے تبرکات واپس کئے جائیں۔ اور ہمیں دمشق میں ایک الگ گھر دیا جائے جہاں ہم اپنے شہیدوں کا جی بھر کر سوگ منا سکیں کیونکہ اب تک ہمیں جی بھر کر شہیدوں کو رونے نہیں دیا ہے۔یزید نے تبرکات واپس دلانے کا حکم دیا۔اور محلہ ''دارالحجارہ'' میں ایک مکان خالی کروادیا۔قید خانے سے قیدی وہاں منتقل ہو گئے اور تاریخ کی سب سے پہلی تعزیتی سوگواری کی مجلس عزاء دمشق میں برپا ہوئی جس میں کثیر تعداد میں شامی خواتین نے بھی شرکت کی۔سات دن تک متواتر تعزیتی ماتم ہوتا رہا۔جس میں کربلا والوں کے مصائب اور یزیدیوں کے مظالم سنائے جاتے تھے اور قیامت خیز گریہ ہوتا تھا۔رفتہ رفتہ یہ احتجاجی ماتمی تعزیتی اجتماعات عالم اسلام کے تمام شہروں، قصبوں، دیہات تک پھیل گئے۔اور ہر محرم میں باقاعدگی سے عاشورے کے موقع پر منعقد ہونے لگے بعد میں انہوں نے احتجاجی جلوس کی شکل اختیار کرلی جلوس جیسے ہی باہر نکلتا بنی امیہ کے حکام اسے بہ جبر روکتے ان کا قتل عام کرتے۔(۱)

مدینہ روانگی

نعمان بن بشیر جو کہ ایک مرد دیندار اور صحابی رسول تھا۔اس کی معیت میں بہت احترام سے قافلہ مدینہ کو روانہ ہوا۔دستے میں پانچ سو سوار تھے۔جو سر جھکائے قافلے کے آگے آگے چل رہے تھے۔

اہلیان مدینہ کو آمد کی اطلاع

مدینے پہنچنے سے ذرا پہلے امام نے قافلہ روک دینے کا حکم دیا اور نعمان بن بشیر کو بلا کر کہا۔کہ تمہارا باپ شاعر تھا۔کیا تم بھی شعر کہہ لیتے ہو اس نے جواب دیا۔جی ہاں میں بھی شاعر ہوں۔آپ نے اسے مدینہ میں اپنے پدر بزرگوار کی شہادت اور خانوادہ رسالت کی آمد کی خبر سنانے کو کہا۔

اس نے مدینہ پہنچ کر مسجد نبوی کے قریب بہت ہی دردناک انداز میں یہ اشعار پڑھنا شروع کئے۔

(۱) محرم الحرام کے یہ اجتماعات رفتہ رفتہ تاریخ میں ظلم کے خلاف نفرت، احتجاج اور مزاحمت کی علامت بن گئی۔ہر حکمران اسے اپنے وجود کے لئے خطرہ، اپنے خلاف چارج شیٹ، شعور اور بیداری کا پیغام سمجھتا اور ان اجتماعات کو روکنے کی کوشش کرتا، انہیں اسلام دشمن، بے دین اور بدلوگ قرار دیتا۔بنی امیہ کے بعد بھی تمام حکومتوں کی یہی روش رہی

اے مدینہ کے رہنے والو! یہ مقام تمہارے رہنے کے قابل نہیں کیونکہ حسینؑ قتل کر دیئے گئے ہیں۔ پس تم مسلسل روتے رہو۔ان کا جسم اطہر کربلا میں خون آلود پڑا ہے۔اور سر اقدس نیزے پر پھرایا جا رہا ہے۔

اے اہل مدینہ! علیؑ ابن حسینؑ اپنی پھوپھیوں اور بہنوں کے ساتھ آ کر تمہارے شہر کے باہر خیمہ زن ہو گئے ہیں۔ میں ان کا قاصد بن کر تم کو بتانے آیا ہوں۔ راوی کہتا ہے کہ مدینے میں کوئی مرد و زن ایسا نہ تھا۔ جو اپنے گھر سے باہر نہ نکل آیا ہو۔ سب کے سب رو پیٹ رہے تھے محلہ بنی ہاشم سے ہاشمی خواتین اشعار پڑھتی جاتی تھیں۔

تم لوگوں سے رسول نے کیا کہا تھا۔اور تم نے کیا کیا۔

انہوں نے تو کہا تھا کہ ہماری عترت کی پیروی کرنا

تم نے ان کو قید کیا۔اور قیدی بنایا۔

بشیر کہتا ہے اسوقت میں نے گھوڑے کو ایڑھ لگائی۔ مدینے کے سارے راستے لوگوں سے بھر چکے تھے لوگ اسی طرف دوڑتے تھے۔ سارا مدینہ خالی ہو چکا تھا۔اتنا ہجوم میں نے پہلے کبھی نہیں دیکھا تھا میں گھوڑے سے اتر پڑا۔ بمشکل علیؑ ابن الحسینؑ کے خیمے تک جا پہنچا۔ خیمے کے اردگرد لوگوں کی بھیڑ جمع ہو چکی تھی۔ آپ خیمے سے باہر تشریف لائے۔ آپ روتے جاتے تھے۔ آپ کے ہاتھ میں ایک کپڑا تھا جس سے آنسو پونچھ رہے تھے۔ خادم نے خیمے کے باہر ایک کرسی رکھ دی۔ جس پر آپ جلوہ افروز ہو گئے۔ لیکن گریہ اتنا طاری ہوا کہ آپ کچھ فرما نہ سکے۔لوگ بھی بے تاب ہو کر چیخ چیخ کر گریہ وزاری کر رہے تھے اور آپ کے والد بزرگوار کا پرسہ دے رہے تھے۔

مرد و زن کی ایک ہی صدا تھی۔ کچھ دیر بعد آپ نے ہاتھ سے لوگوں کو خاموش ہو جانے کا اشارہ کیا۔ اور کہنا شروع کیا۔

مدینے سے نزدیک امام زین العابدین کا خطبہ

حمد اس اللہ کیلئے جو سارے جہانوں کا پروردگار ہے۔وہ رحمان و رحیم ہے۔ یوم جزا کا مالک ہے۔ساری کائنات کا پیدا کرنے والا ہے۔ وہ دور ہے ان معنی میں کہ اونچے آسمانوں کی طرح

بلند مرتبہ ہے۔وہ قریب ہے ان معنی میں کہ سرگوشی بھی سن سکتا ہے۔ہم اس کی حمد کرتے ہیں۔بڑے معاملات پر، زمانے کی ڈالی ہوئی مصیبتوں پر جو تباہ کرنے والی۔ایذا پہنچانے والی ،ہمہ گیر اور وسیع ہے۔اے لوگو! اللہ نے جو سزاوارِ حمد ہے ہم کو بڑی آزمائش میں مبتلا کیا۔جب کہ اسلام میں سخت رخنہ پڑ گیا۔ابوعبداللہؑ (امام حسینؑ) اور ان کے بیٹوں کو قتل کر دیا گیا۔ان کی عورتوں اور بچوں کو قیدی بنایا گیا۔ان کے سر اقدس کو نیزے کی انی پر رکھ کر شہر بشہر پھرایا گیا۔یہ ایک ایسی مصیبت ہے جسکے مثل کوئی مصیبت نہیں ہے۔

اے لوگو! کیا تم میں کوئی ایسا ہے جوان کے قتل ہو جانے پر خوش رہ سکے۔کونسا دل ہے جوان کی وجہ سے غمزدہ نہ ہو۔تم میں سے کس کی آنکھ ہے جو اپنے آنسوؤں کو روک سکے۔اور گریہ کو دبا سکے۔کون سا دل ہے جوان کے قتل پر بے چین نہ ہو۔کون سا دل ہے جوان کیلئے نہ جلے۔اور کون سا وہ کان ہے جو اسلام میں اس دراڑ کے پڑ جانے کو سنے اور بہرا نہ ہو جائے۔

اے لوگو! ہم وطن سے نکالے گئے۔دربدر کئے گئے۔اور شہر بہ شہر پھلائے گئے اپنے گھروں اور شہروں سے دور کر دیئے گئے۔جبکہ ہم نے نہ تو کوئی جرم کیا تھا اور نہ ہی کوئی ناجائز فعل کیا تھا نہ ہی اسلام میں کوئی رخنہ ڈالا تھا۔

مدینہ میں خاندان رسالت کے داخلے کے وقت بڑا عجیب رقت انگیز منظر تھا مدینہ کے تمام باشندگان مرد پیر جوان بچے زار و قطار رو رہے تھے۔

ایسے موقع پر نبی اکرم ﷺ کی چھوٹی نواسی مرثیہ کہتی جاتی تھی

ام کلثوم علیہاالسلام کا مرثیہ

اے نانا کے مدینہ! ہمیں قبول نہ کر
کہ ہم حسرتوں اور غم و اندوہ کے ساتھ آئے ہیں

اے مدینہ! ہماری جانب سے اللہ کے رسول ﷺ کو یہ بتادے
کہ ہم اپنے پدر کے غم میں مبتلا ہوئے

اے مدینہ! ہم تمام عزیزوں کے ہمراہ تجھ سے نکلے تھے
لیکن اس حال میں واپس آئے ہیں کہ نہ کوئی مرد ہے اور نہ بیٹے

اے نانا! حسین کو قتل کردیا
اور خدا سے ہمارے قرب کا بھی لحاظ نہیں کیا

اے نانا! ہمارے دشمن اپنی آرزوؤں تک پہنچ گئے
اور دشمنوں کے دل ہمارے مصائب دیکھ کر خوش ہوگئے

انہوں نے عورتوں کی بے حرمتی کی اور انہیں
بے پردہ محملوں پر سوار ہونے پر مجبور کیا

اے نانا کے مدینہ! ہمیں قبول نہ کر
کہ ہم حسرتوں اور غم و اندوہ کے ساتھ آئے ہیں

احتجاجی تحریکوں کا آغاز

سانحہ کربلا کے بعد یزید کے خلاف عام نفرت پھیل گئی جگہ جگہ احتجاجی اجتماعات ومظاہرے ہونے لگے مدینہ، مکہ، بصرہ، حلب خراسان، کرمان، سیستان، توران ومکران میں باقاعدہ بغاوت ہوگئی (۱)۔ اہل مدینہ نے عبداللہ بن حنظلہ غسیل ملائکہ کی سرکردگی میں یزید کے حاکم کو شہر سے نکال دیا اور اسے خلافت سے معزول کرتے ہوئے اس کی بیعت سے لاتعلقی کا اعلان کردیا یہی صورتحال مکہ میں پیش آئی۔

---

(۱) بلوچ علاقے حلب خراسان، کرمان، سیستان، توران ومکران خاص طور پر احتجاج اور مزاحمت کے زیادہ شدید مراکز تھے۔ جنہوں نے یزیدی آمریت کی کھل کر مخالفت اور آلِ رسول کی حمایت کی۔ بلوچ اکراد قبائل کے تمام طبقوں نے باقاعدہ سوگ منایا اور ماتم کیا۔ تفصیلات آغا نصیر خان احمد زئی کی کتاب تاریخِ بلوچ اور خوانین میں دیکھی جاسکتی ہے۔ میر نصیر خان نوری کے قاضی گنجائی نے تحفۃ النصیر میں لکھتے ہیں کہ بلوچوں نے پورے ایک سال تک اماموں کا سوگ منایا اور ماتم کیا اور احتجاج میں اپنے بال بڑھالئے کہ جب تک ہم یزیدیوں سے اماموں کا بدلہ نہیں لیں گے بال نہیں کاٹیں گے۔ بلوچ مزاحمت تسلسل سے یزید اور بنی امیہ ودیگر آمرتیوں سے لڑتی رہی۔ جس کی وجہ سے انہیں شدید مظالم، ہجرتوں اور محرومیوں کا سامنا کرنا پڑا۔

مکہ میں عبداللہ ابن زبیر نے یزید کی خلافت سے لاتعلقی کا اعلان کرتے ہوئے اسے معزول کردیا مدینہ میں لوگوں نے عبداللہ بن حنظلہ غسیل ملائکہ کی بیعت کرلی یزید نے انقلابیوں کی سرکوبی کے لیے مسلم بن عتبہ کی سربراہی میں شام سے لشکر روانہ کیا اور لشکریوں کو مدینے میں فتح کے بعد تین دن تک لوٹ مار قتل غارت کی اجازت دیدی۔

حافظ جلال الدین سیوطی اپنی کتاب تاریخ خلفاء میں تحریر کرتے ہیں کہ: ۶۳ ہجری میں یزید کو اطلاع ملی کہ مدینہ والوں نے اس کی بیعت توڑ دی ہے اس اطلاع پر یزید نے ایک بڑی فوج مدینہ پر حملہ کے لیے بھیجی۔ اور مدینہ والوں کے سر اڑا دینے کا حکم دیا اور مدینہ والوں سے جنگ کا اعلان کردیا گیا۔ چنانچہ باب طیبہ میں جنگ ہوئی جو جنگ (حرہ) کے نام سے مشہور ہے جانتے ہو جنگ حرہ کیا چیز ہے؟ سنو اس کی بابت حسن (بصری) نے ایک مرتبہ بیان کیا۔ بخدا اس جنگ میں صحابہ کو چن چن کر قتل کیا گیا اور دوسرے مسلمانوں کا قتل عام کیا گیا شہر کو لوٹا گیا اور ہزار ہا نوجوان دوشیزہ خواتین کو جبراً ذلیل کیا گیا۔(۱)

شیخ عبدالحق محدث دہلوی اپنی کتاب جذب القلوب میں لکھتے ہیں: تین دن تک مسجد نبوی کی بے حرمتی کی کہ الامان والحفیظ۔ اس واقع کا نام واقعہ (حرہ) اس مناسبت سے رکھا گیا ہے کہ یہ سانحہ حرہ وارقم میں پیش آیا جو مسجد نبوی سے ایک میل کی مسافت پر واقع ہے۔ اس سانحہ میں ایک ہزار سات سو مہاجرین وانصار علماء و بہترین تابعین شہید ہوئے اور عوام الناس میں سوائے عورتوں بچوں کے دس ہزار آدمی شہید اور سات سو حافظِ قرآنِ پاک شہید ہوئے۔ اور قریش کے سات سو آدمی شہید ہوئے ان بدنصیبوں نے فسق و فجور اور بلوہ و فساد اور حرام کاری اور زنا کو خوب عام کیا۔ حتی کہ روایتوں میں آتا ہے کہ اس واقعہ کے بعد ایک ہزار عورتوں نے حرامی بچوں کو جنم دیا ان لوگوں نے مسجد نبوی کی حرمت کی بھی کوئی پرواہ نہ کی اور مسجد میں گھوڑے دوڑائے حتی کہ وہ مقام جس کو روضہ شریف کہتے ہیں جو روضہ شریف اور روضہ اطہر کے درمیان واقع ہے اور جس کے متعلق صحیح احادیث مروی ہے کہ وہ روضہ میں ریاض الجنۃ ہے اس میں گھوڑوں کو باندھا اور گھوڑوں نے لید کی۔ بلوائیوں نے لوگوں سے جبراً یزید کی غلامی پر بیعت لی خواہ یزید تم کو بیچے یا آزاد کرے۔(۲)

---

(۱) حافظ سیوطی، تاریخ الخلفاء (۲) عبدالحق محدث دھلوی، جذب القلوب

عہد جدید کے مصری نژاد مورخ ڈاکٹر طٰہٰ حسین رقمطراز ہیں:۔ کہ حسین علیہ السلام کی شہادت کی خبر جب حجاز پہنچی تو یہ لوگوں کے لیے بہت ہی گراں تھی، لوگ ایک دل اور ہمزبان ہوکر کہہ رہے تھے یزید نے فرمانِ خدا کی مخالفت کی ہے اس کی اطاعت واجب نہیں۔ بلکہ جتنا بھی جلدی ممکن ہو اس پر خروج کیا جائے اور اس طرح حجاز میں ابن زبیر کو مقبولیت حاصل ہوئی۔

یزید نے قتل و غارتگری کا بازار گرم کر رکھا، لوگوں کی عزت و آبرو پر ہاتھ بڑھایا۔ اس کے بعد جو لوگ باقی رہ گئے ان سے بیعت لی گئی۔ کتاب و سنت پر نہیں جیسا کہ مسلمانوں کا معمول تھا بلکہ اس بات پر کہ سب کے سب یزید کے غلام اور حاشیہ بردار ہیں جو شخص بھی اس کی بیعت سے انکار کرتا اس کی گردن اڑا دی جاتی اس طرح مدینۃ النبی (ص) میں اعلانیہ اللہ کے نام کی نافرمانی اور دین سے سرتابی کی گئی۔

مسلم بن عقبہ کے سپاہیوں کی سنگدلی کا ایک نمونہ تاریخ سے نقل کیا جاتا ہے۔ ایک سپاہی مدینہ کے ایک انصاری کے گھر میں داخل ہوا۔ جہاں فقط ایک عورت اور اسکا شیر خوار بچہ تھا اس نے عورت سے پوچھا کہ تمہارے پاس کچھ مال ہے۔ عورت نے جواب دیا خدا کی قسم ہمارے پاس کچھ نہیں اس وحشی نے کہا جو کچھ تمہارے پاس ہے وہ ہمارے لیے لے آؤ ورنہ میں تمہیں اس بچے کے ساتھ قتل کر دونگا۔ اس خوفزدہ عورت نے کہا۔ یہ بچہ ابن کبشہ انصاری کا بیٹا ہے جو رسول اللہ کے صحابی تھے ابھی عورت کی بات پوری نہ ہوئی تھی کہ اس ظالم نے اس بچے کو جو ماں کے سینے سے لگا دودھ پی رہا تھا۔ ماں سے چھین کر دیوار پر اس طرح مارا کہ اس کا ننھا مغز ٹکڑے ٹکڑے ہوکر زمین پر بکھر گیا۔

مسلم بن عقبہ نے انصاری کے قتل کی اطلاع یزید کو بھجوائی۔ یزید اس اطلاع پر بہت خوش ہوا اور اس نے یہ شعر پڑھا۔

> کاش میرے بڑے بوڑھے معرکہ بدر کے حاضر ہوتے۔ جب نیزوں سے خزرج (انصار) کے لوگ چلا اٹھے۔ مدینہ کی تاراجی کے بعد مسلم بن عقبہ مکہ کی طرف بڑھا۔ راستے میں مشرف کے مقام پر مسلم بن عقبہ مر گیا اور اس نے حصین بن نمیر کو سپہ سالار بنا دیا۔

مشہور مستشرق فلپ ہٹی لکھتا ہے۔

اس کے بعد یہ فوج مکہ کی طرف روانہ ہوئی راستے میں مسلم مرگیا اور حصین بن نمیر سالار اعلی ہوا۔ جس نے حرم (متبرک بیت اللہ) پر منجنیقوں سے پتھر برسائے۔ اس محاصرے میں کعبہ کا غلاف تک جل گیا اور حجر اسود ٹوٹ کر تین حصوں میں بٹ گیا اللہ کا گھر ایسا لگتا تھا جیسے کہ رونے والی عورت کا دل بیٹھ گیا ہو۔(۱)

مورخ مسعودی لکھتا ہے۔

حصین بن نمیر نے اپنے شامی ساتھیوں کے ساتھ ملکر منجنیقوں کو مکہ پر نصب کرایا۔ اور مسجد کے اردگرد جو پہاڑی راستے تھے ان پر منجنیقین نصب کر دیں۔ ابن زبیر مسجد میں تھے پس منجنیقوں سے پتھر پے درپے بیت اللہ پر برسنے لگے۔ اور پتھروں کے ساتھ آگ مٹی کا تیل اور کتان کے ٹکڑے اور دیگر جلنے والی چیزیں پھینکی جانے لگی۔ کعبہ منہدم ہوگیا۔ اور اس کی عمارت جل گئ۔

مولانا نعیم صدیقی لکھتے ہیں: تاریخ کے دھارے کا رخ ذرا سا جو بدلا تو پھر گھماؤ بڑھتا ہی چلا گیا۔ موروثی شخصی سلطنت کو خلافت کا نام دینے کے باوجود یہ ناگزیر تھا۔ کہ اس درخت سے یزید ،ابن ہبیرہ ،مروان اور ہشام جیسی شاخیں پھوٹیں اور وہ کربلا ،حرہ اور قتل سادات جیسے برگ بار لائیں ۔۔۔ پھر یہ بھی ناگزیر تھا کہ اس درخت کی چھاؤں میں ہوا پرستانہ ثقافت کی مجلسیں آراستہ ہوں جس میں شراب عشرت کے دور چلیں اور مغنیان آتش نوا متاع ہوش کے رہزن بنیں درآنحالیکہ اردگرد ممتاز داعیان حق ذبح ہو رہے ہوں اور مسلم عوام کے لاشے تڑپ رہے ہوں۔(۲)

توابین کی تحریک

کوفہ بصرہ میں بھی خون حسین علیہ السلام کے انتقام کی صدائیں بلند ہونے لگیں۔ اب ہر طرف سے یزیدی حکومت کو خطرات لاحق ہوگئے تھے جگہ جگہ تحریکیں اٹھنا شروع ہوگئیں ۶۴ ہجری میں صحابی رسول حضرت سلیمان بن صرد خزاعی کی سربراہی میں توابین نے خون حسین کے انتقام کا نعرہ لگایا۔ یہ وہ لوگ تھے جنہیں ابن زیاد نے واقعہ کربلا کے وقت قید کر دیا تھا۔ یا کچھ دیگر وجوہات

---

(۱) تاریخ عرب فلپ ہٹی (۲) معرکہ دین وسیاست صفحہ ۳۴

کی بنیاد پر امام کا ساتھ نہ دے سکے۔ ان کا مشہور نعرہ تھا۔ (یالثارات الحسین) اٹھو اور خون حسین کا انتقام لو۔ انہوں نے کوفہ میں یزید سے جنگ کرنے کے لیے اسلحہ جمع کرنا شروع کر دیا۔ یہ لوگ اکثر اپنی محافل میں گریہ کرتے اور توبہ کرتے کہ ہم امام حسین کا ساتھ نہ دے سکے۔ ان کی تحریک روز بروز زور پکڑنے لگی۔ بالا آخران کے ساتھیوں کی تعداد سولہ ہزار تک پہنچ گئی۔ ۶۵ ہجری میں یہ یالثارات الحسین کے نام سے کوفہ سے نکل آئے انہوں نے عہد کیا تھا۔ کہ ہم گھروں میں واپس نہیں جائیں گے۔ اور اپنے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی اولاد کے حق میں توبہ کریں گے۔ اور ان کے دشمنوں سے انتقام لیں گے۔

اسی دوران یزید کا انتقال ہو گیا یزید کے بیٹے معاویہ نے تخت حکومت یہ کہتے ہوئے چھوڑ دیا کہ مجھے ایسی حکومت نہیں چاہئے جس پر پیغمبر کی اولاد کا خون ہو۔ وہ یہ کہہ کر جنگل کی طرف چلا گیا۔ اور کہتے ہیں کہ چالیس دن بعد اس کا انتقال ہو گیا۔ (۱)

معاویہ بن یزید کے تخت چھوڑنے کے بعد دمشق کی حکومت پر مروان بن حکم بیٹھ گیا (۲) ادھر توابین کوفہ سے نکل کر قبر امام حسین علیہ السلام پر پہنچے اور انہوں نے اتنا شدید گریہ و ماتم کیا کہ تاریخ میں اس کی مثال نہیں ملتی۔ پوری ایک رات دن یہ گریہ کرتے رہے۔ اس کے بعد یہ شام کی طرف روانہ ہو گئے۔ مروان نے ابن زیاد کو ان کے مقابلے پر ایک بڑے لشکر کے ساتھ روانہ کیا۔ عین الودہ کے مقام پر ان کا مقابلہ ہوا اور توابین نے اتنی شدید جنگ کی کہ ایک موقع پر محسوس ہوتا تھا کہ ابن زیاد شکست کھا جائے گا۔ لیکن شام سے مسلسل کمک پہنچتی رہی۔ اور تمام توابین لڑتے ہوئے دلیرانہ انداز میں شہید ہو گئے۔

امیر مختار بن عبیدہ ثقفی کی تحریک

یہ بھی کوفہ کے سرداروں میں سے تھا جسے امام حسین علیہ السلام کی آمد کے وقت ابن زیاد نے قید کر دیا تھا۔ جیل سے چھوٹنے کے بعد مختار نے بھی خون حسینؑ کے انتقام کا نعرہ لگایا۔ اور واقعات

---

(۱) مسعودی مروج الذہب جلد سوئم

(۲) یہ شخص مردود تھا۔ اسے اسکے باپ سمیت رسول اکرمؐ نے مدینہ سے جلاوطن کر دیا تھا۔ اس کا باپ رسول اکرمؐ کی نقلیں اتارا کرتا تھا اور آپ جب اہل خانہ کے ساتھ ہوتے تو گھر میں جھانکتا تھا۔

کربلا سنا کر لوگوں کو اپنی طرف راغب کیا۔ لوگوں کی زیادہ تعداد جمع کرنے کے بعد اس نے کوفہ کے بیت المال پر قبضہ کر لیا مختار نے چن چن کر قاتلیں امام حسینؑ کو قتل کیا جن کی تعداد ہزاروں میں ہے جن میں تمام قابل ذکر کمانڈر عمر بن سعد، شبث بن ربعی، عمر بن حجاج، خولی، حرملہ، شمر شامل ہیں اور اپنے ایک بہادر قبائلی سردار اشتر کی قیادت میں ایک بڑا لشکر ابن زیاد کے قتل کے لیے شام کی طرف روانہ کیا۔

ادھر ابن زیاد شام سے لشکر لے کر چلا۔ دونوں لشکروں کا مقابلہ موصل کے نزدیک خاذر کے مقام پر ہوا۔ ایسی شدید لڑائی ہوئی کہ تاریخ اسلام میں بہت کم ایسی لڑائی لڑی گئ اس لڑائی میں ابراہیم اشتر نے ابن زیاد کو قتل کر دیا۔ شامی لشکر کو شکست ہوئی۔ اور ابن زیاد کا سر کاٹ کر مختار کو بھجوا دیا۔ اس نے سر امام زین العابدینؑ کے پاس مدینہ بھیج دیا۔ امام اسکا سر دیکھ کر خدا کے حضور شکرانے کے لیے سجدہ ریز ہوگئے، واقعہ کربلا کے بعد بنی امیہ کے خلاف مسلسل انقلابی تحریکیں اٹھتی رہیں جو جوش وولولہ اور حرارت خونِ حسینؑ سے حاصل کرتیں۔

ان تحریکوں کے اصل مراکز حجاز، عراق، خراسان، کرمان وسیستان توران، حلب اور بلوچ اکراد قبائل کے اکثریتی علاقے رہے۔ جہاں مسلسل بغاوت ہوتی رہی۔ حکومتیں ان لوگوں کے ساتھ انتہائی سختی سے پیش آتی تھیں۔ ان کے خلاف عوام میں منفی پروپیگنڈہ کرتیں۔ انہیں اسلام کا دشمن قرار دیتیں۔ ہر سال محرم میں عاشور کے روز لوگ سادات کے ہاں جمع ہو جاتے اور ان کے ساتھ مل کر کالے جھنڈے اٹھا کر (یا حسین یا حسین) کہہ کر احتجاجی جلوس نکالتے۔ اس وقت کی آمریتیں ان جلوسوں سے شدید خوفزدہ ہو جاتیں۔ وہ ان جلوسوں پر حملہ کر کے انہیں ختم کرنے کی کوشش کرتیں اس وقت حسین کا نام جابرا کے خلاف مزاحمت، انقلاب، جدوجہد اور بغاوت کی علامت سمجھا جاتا تھا۔ ریاستی ادارے اس نام کو ختم کرنے کی کوشش کرتے خصوصا عوام کو امام حسینؑ سے دور کرنے کے لیے انہوں نے اپنے فتوی فروش مذہبی مفتیوں سے فتوے جاری کرواتے۔ کہ امام حسینؑ کا غم منانا بدعت ہے، ان کو رونا گناہ ہے۔ اس سلسلہ میں کارخانہ

حدیث سازی سے خاص طور پر مدد لی گئ۔ بالا آخر بنی عباس نے خون حسینؑ کا نعرہ لگاتے ہوئے بنی امیہ کے حکومت کا خاتمہ کر دیا۔ اور مطلق العنان عباسی بادشاہت قائم کی۔

شہادت امام حسینؑ کے اثرات

۱۔ پہلا اثر نئی مسلمان ہونے والی اقوام پر یہ پڑا۔ کہ لوگوں میں ایک تمیز (خط امتیاز) پیدا ہو گیا۔ بادشاہ کے احکامات اسلامی قوانین کی حیثیت نہیں رکھتے۔ جو شخص نبوت کی جانشینی کی صورت میں قابض ہے اور اسلام کا لبادہ اوڑھا ہوا ہے اس کا اسلام سے کوئی تعلق نہیں یہ ایک آئین شکن اور ظالم و جابر آمریت ہے اسلام کے حقیقی پیشوا اور رہبر نبی (ص) کے اہلبیت ہیں جو آئین اسلام کے محافظ و سنت کے صحیح مفسر اور شارح ہیں۔

۲۔ دوسرا اثر یہ پڑا کہ امت کے ارباب حل وعقد اس وقت گومگو کی کیفیت میں تھے۔ نظری اعتبار سے ان پر حقائق واضح تھے کہ موجودہ فرد جو کہ نبی کی جانشینی کا دعوی کر رہا ہے ظالم، فاسق و فاجر ہے۔ اسلامی دستور کی کھلم کھلا خلاف ورزی کر رہا ہے۔ لیکن عملی موقف کسی پر واضح نہ تھا۔ کہ ایک مسلمان کو ایسے حالات میں کن فرائض کو انجام دینا چاہیے۔ امام حسینؑ کے اقدام نے انہیں سمجھا دیا۔ کہ جب کبھی آئین کی خلاف ورزی ہو رہی ہو اس میں من مانی ترمیمات کی جارہی ہوں اسے اپنے اقتدار کی طوالت کا ذریعہ بنا کر مفادات کے لیے استعمال کیا جارہا ہو۔ ایسے موقع پر احتجاجی تحریک چلانی چاہئے اور آئین کی از سر نو بحالی کے لیے اپنی ہر قیمتی شہ، جان و مال اولاد قربان کر دینی چاہئے۔

۳۔ تیسرا اثر یہ پڑا کہ لوگ اجتماعی سوچ چھوڑ کر انفرادی مفادات کی چکر میں لگ گئے تھے۔ ہر فرد ذاتی فائدہ کو پیش نظر رکھتا تھا۔ ہر طرف مفاد پرستی، چاپلوسی کا دور تھا۔ یا کچھ لوگوں نے بنی اسرائیل کی طرح فرعون کے مقابلے میں ذلت وظلم کو اپنا مقدر سمجھ لیا تھا۔ ان کے ساتھ جتنا بے شرمانہ سلوک کیا جائے ان کے ضمیروں میں حرکت پیدا نہیں ہوتی تھی ضمیر مردہ اور ارادے کمزور پڑ چکے تھے۔ مزاحمت نام کی چیز سے ناواقف تھے یہی حالت آمریت نے امت مسلمہ کی مجموعی طور پر کر دی تھی۔ امام حسینؑ کے اس قیام کے بعد مسلسل بنو امیہ کی آمریت کے خلاف جگہ جگہ حسینی انقلاب

سے حرارت لینے والے گروہ عدل اجتماعی کے قیام کے لیے انقلابی تحریکیں چلاتے رہے۔ ہر چند یہ کامیاب نہ ہو سکے لیکن ان ہی انقلابی تحریکوں کی برکت سے حق و باطل صحیح وغلط عدل و ناانصاف کے درمیان ایک خط امتیاز باقی رہا ہے اور آج اگر چودہ سو سال بعد بھی آمریت پر کھلے عام تنقید کی جاتی ہے تو یہ اسی موقف کی وجہ سے ہے۔ ورنہ بنی امیہ کے پروپیگنڈہ کا اتنا اثر ہو گیا تھا کہ آج تک علماء یزید جیسے فاسق و فاجر پر کھلے بندوں تنقید کرنے سے ڈرتے ہیں۔

۴۔ چوتھا اثر یہ پڑا کہ آمریت نے امت کے افراد میں عقل و منطق شعور و آگہی، تجزیہ و تحلیل، منطقی استدلال، فلسفہ دین میں تحقیق و تفتیش پر پابندی لگادی تھی بس آنکھ بند کر کے خلیفہ کی اطاعت اصل دین تھا۔ تعلیمی ادارے تمام ریاست کے زیر کنٹرول ہوتے تھے جن کا تعلیمی نصاب خاص فکر کا حامل تھا۔ کہ جس سے دولہ شاہ کے چوہے ہی پیدا ہو سکتے تھے۔ اس نصاب کے خاص نکات درج ذیل ہیں۔

۱۔ دین میں عقل کی گنجائش نہیں۔ بلکہ آنکھ بند کر کے بے چون و چرا، اطاعت کا نام ہے۔

۲۔ اچھائی یا برائی کو پرکھنے کا معیار عقلی بنیادوں پر نہیں بلکہ نقلی ہے۔ (یعنی جو کچھ نقل ہوا ہے احادیث میں آیا ہے وہی حتمی ہے) اور انہوں نے جھوٹی احادیث اپنے مقاصد کے لیے لاکھوں کی تعداد میں گڑوائیں۔

۳۔ عقل اصل مصدر حقیقت شناس نہیں بلکہ مجازی ہے۔ جو دین کی تشریح مفتی صاحب نے کر دی بس وہی حتمی اور فیصلہ کن ہے۔ اس میں سوچنے سمجھنے کی گنجائش نہیں۔

۴۔ خیر و شر اللہ کی طرف سے ہے۔ انسان فاعل خود مختار نہیں بلکہ مجبور محض ہے اسی عقیدے کے تحت ملوک۔ عوام پر مظالم اور ان کا استحصال کرتے ہوئے دلیل دیتے تھے کہ ہم ہر کام اللہ کی طرف سے کر رہے ہیں۔ اگر اللہ تعالیٰ نہیں چاہتا تو ہم آپ پر حکومت نہیں کر سکتے تھے۔ واقعات کربلا میں متعدد جگہ ابن زیاد اور یزید نے اسی استدلال کو استعمال کرتے ہوئے دلیل دی ہے۔ کہ حسینؑ کو ہم نے نہیں بلکہ اللہ نے مارا ہے کیونکہ اگر اللہ چاہتا تو آپ نہیں مارے جا سکتے تھے۔ عالم اسلام میں بے عملی، جمود اور پسماندگی کی وجہ بھی یہی عقیدہ بنا۔

۵۔ دین خصوصاً فقہ میں چار اماموں کی رائے کے علاوہ کسی کی رائے قابل قبول نہیں دیگر کسی صاحب علم کو قرآن وسنت میں تحقیق، ریسرچ کی اجازت نہیں۔ اجتہاد پر پابندی کی وجہ سے دین قرون وسطیٰ کی ضرورت وتقاضوں تک محدود ہو کر رہ گیا اور عوام رکود وجمود کا شکار ہو گئے۔ یہی وجہ ہے کہ آج دنیا کے پسماندہ، کم تعلیم یافتہ، سیاسی انتشار اور افتراق کے شکار مسلم معاشرے ہی نظر آتے ہیں۔

۶۔ تاریخ کے مطالعہ اور تجزیہ وتحلیل پر پابندی لگادی گئ۔ تاکہ لوگ اسلامی تعلیمات اور ان بادشاہوں کے کرداروں کے درمیان موازنہ اور تاریخی واقعات حکمرانوں کی بداعمالیوں پر تجزیہ وتحلیل نہ کرسکیں اور سوال نہ کرسکیں کہ آیا ہارون رشید، مأمون رشید اپنی تمام بداعمالیوں اور مظالم کے ساتھ کس طرح اسلامی خلافت کے اہل تھے۔ اورنگزیب عالمگیر اپنے باپ کو قید کرنے اور چار سگے بھائیوں کو قتل کرنے کے بعد کس طرح متقی اور پرہیز گار مسلم حکمران کہلایا جاسکتا ہے۔

۷۔ انسان جبراً تقدیر کا پابند ہے۔ اس لیے، بدبختی محرومی اس کی قسمت میں لکھ دی گئ ہے۔ تقریباً آج کل بھی ہمارے مدارس میں یہی کچھ پڑھایا جارہا ہے جن کو پڑھ کر قرون وسطیٰ کی آمرانہ حکمرانی کا تصور ابھرتا ہے۔ جو عہد جدید کے تقاضوں، آج کے انسانوں کی ضرورت سے ہم آہنگ نہیں، یہی وجہ ہے کہ ان مدارس سے پڑھا لکھا شخص تنگ نظر، متعصب جمود ورکود کا شکار نظر آتا ہے۔

۸۔ جو بھی حکمران خواہ ظلم اور ناانصافی سے حکومت پر ایک دفعہ قبضہ کرلے۔ اس کے خلاف قیام جائز نہیں حکمران چونکہ ظل اللہ (اللہ کا سایہ) ہیں ان پر تنقید بھی نہیں ہوسکتی۔

امام حسین علیہ السلام کے قیام کی وجہ سے ایک ایسا انقلابی نظریاتی گروہ وجود میں آ گیا۔ جو مسلسل تاریخ میں اس نظام کو چیلنج کرتا رہا۔ مطلق العنانیت اور آمریت کو للکارتا رہا جو دین میں وسعت فکری، تحقیق ریسرچ، عقلانی قوتوں کی حکمرانی کا علمبردار اور حکمرانوں کی بداعمالیوں پر کڑی تنقید کرتا تھا اور ان کے ہر عمل کے احتساب کی بات کرتا تھا جو ہر دور کے مسائل کے حل کے لیے اجتہاد کا دروازہ کھلا رہنے کا حامی تھا اور اس انقلابی گروہ نے تاریخ میں ایک لمحہ کیلئے بھی ظالم

حکمرانوں کے اس بوسیدہ نظام کو قبول نہیں کیا۔ جس کی وجہ سے اسے سینکڑوں بار قتل وغارتگری کا نشانہ بننا پڑا۔ ریاستی انتقام، ہجرتیں اور محرومیاں برداشت کرنی پڑیں۔ حکومتِ وقت کے میڈیا ٹرائل کا سامنا کرنا پڑا، ریاستی مفتیوں کے کفر وشرک اور بدعت کے فتوی کا شکار ہونا پڑا۔ لیکن وہ اپنے انقلابی موقف سے ایک لمحہ کے لیے بھی پیچھے نہیں ہٹا۔

امام حسین علیہ السلام کی میراث

امام حسین علیہ السلام ایک صالح متمدن مہذب اور ترقی یافتہ معاشرہ تعمیر کرنا چاہیے تھے جہاں اصولوں کی برتری آزادی وحریت، ایثار اور قربانی کا جذبہ پایا جاتا ہو۔ جہاں انصاف ،مساوات وعدالت کی حکمرانی ہو وہاں حکمرانوں میں احتساب کا تصور پایا جاتا ہے۔ امام حسین علیہ السلام نے اپنے طرزِ عمل سے یہ سمجھا دیا کے کامیابی وناکامی کا صدیوں سے قائم معیار جو دنیا میں رائج رہا ہے۔ وہ غلط ہے کامیابی اقوام کی سرزمینوں کی فتح، خزانوں کے بھرنے اور لونڈی وغلام بنانا نہیں بلکہ جو شخص آئین کی پاسداری، اصولوں کی پابندی، ایمان ویقین کی دولت سے مالا مال اور صبر واستقامت کا پیکر ہو وہی کامیاب وکامران متصور ہا گا۔

☆☆☆☆☆

بی اے، تمغہ امتیاز
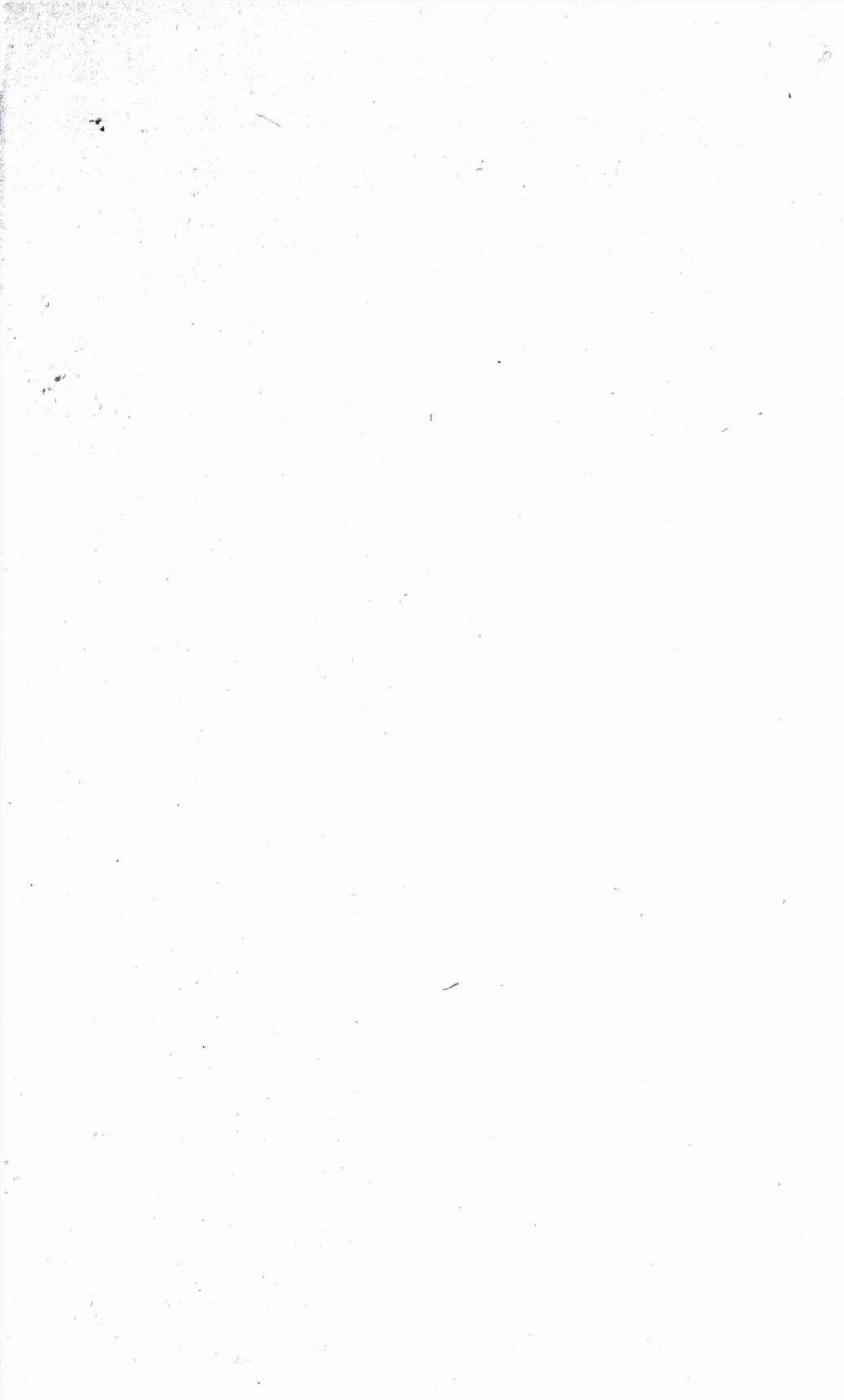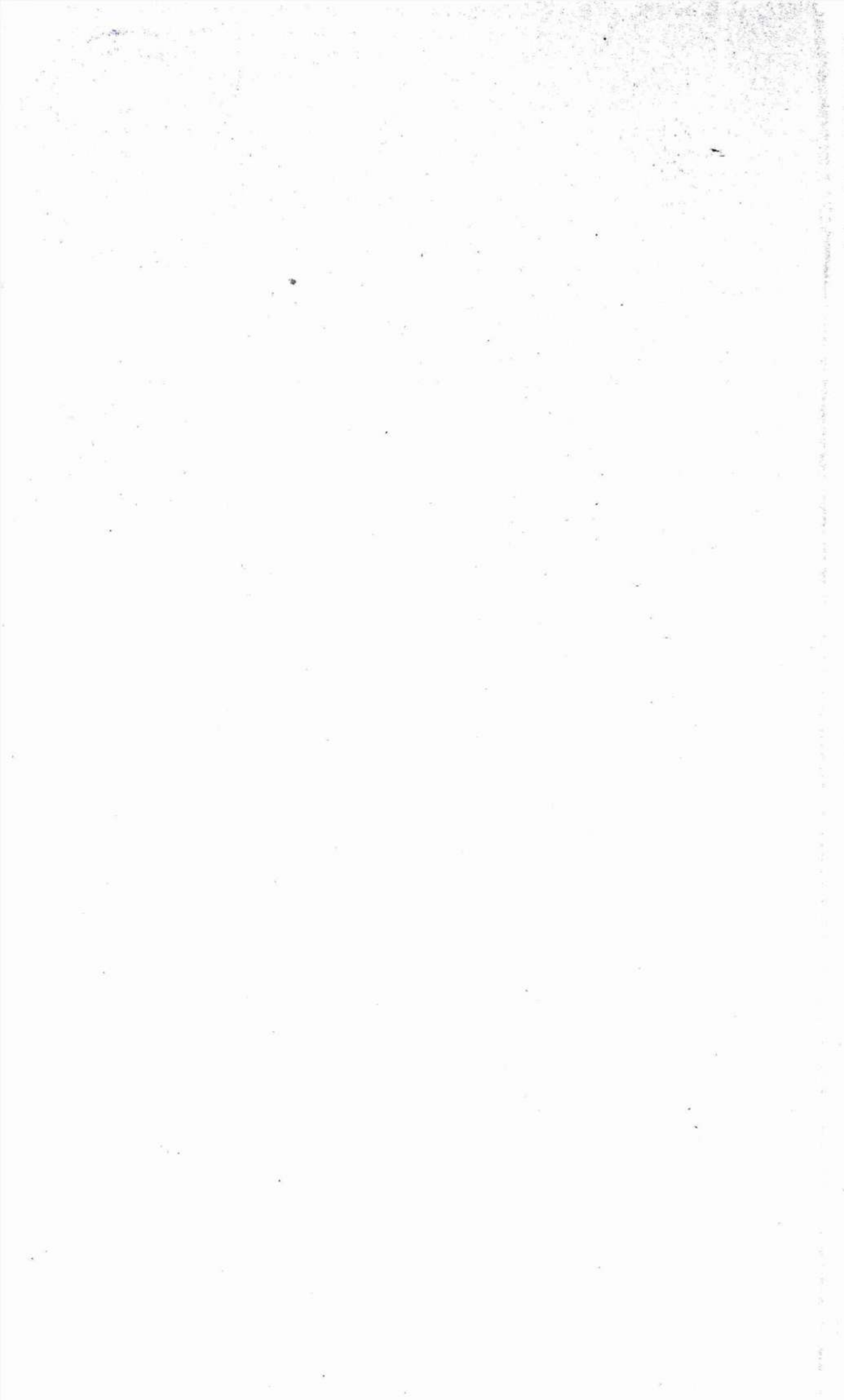
سابق وزیر دربار ریاست عالیہ قلات بلوچستان۔

سابق ڈپٹی کمشنر بلوچستان اسٹیٹس یونین۔

سابق چیئرمین ٹیکسٹ بک بورڈ صوبہ بلوچستان

سابق چیئرمین سیکنڈری اینڈ انٹرمیڈیٹ بورڈ صوبہ بلوچستان

حال ریسرچ اسکالر بلوچی / براھوی زبان

بلوچستان یونیورسٹی کوئٹہ

آغا نصیر خان کی اہم مطبوعات

[illegible]

[illegible] ہے

[illegible] انگریزی ورژن۔

[illegible] اردو ورژن

[illegible] (براھوی) گرامر انگریزی ورژن

[illegible] (براھوی) گرامر اردو ورژن

[illegible] زبان کے کارکونگ (مصادر)

[illegible] کردگالی (براھوی) اردو انگریزی معنی

[illegible] ان کے اہم تاریخی واقعات کے متعلق

تاریخی ورقیہ انگریزی میں۔

۹۔ کتابچہ قدیم شالکوٹ (موجودہ کوئٹہ)

۱۰۔ قاموس بلوچ قبائل

۱۱۔ بلوچی / کردی (براھوی) الفاظ کی

قافیہ بندی ساخت انگریزی میں